سوال و جواب

کتاب و سنت کی روشنی میں

بین الاقوامی اردو روزنامہ "اردو نیوز" جدہ (سعودی عرب) میں اسلام کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قارئین کے متنوع سوالات کے جوابات، مختصر لیکن جامع، حوالہ جات کا اہتمام، زبان سہل و عام فہم، عوام و خواص کیلئے یکساں مفید اور زندگی کیلئے بہترین رہنما

تالیف

صاحبزادہ مولانا قاری عبدالباسط صاحب

مقیم جدہ۔ سعودی عرب

دار الاشاعت

اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

سوال وجواب

کتاب وسنّت کی روشنی میں

جلد دوم

بین الاقوامی اردو روزنامہ 'اردو نیوز' جدہ (سعودی عرب) میں اسلام کے مختلف پہلوؤں سے متعلق قارئین کے متنوع سوالات کے جوابات، مختصر لیکن جامع، حوالہ جات کا اہتمام، زبان سہل وعام فہم، عوام وخواص کیلئے یکساں مفید اور زندگی کیلئے بہترین رہنما

تالیف
صاحبزادہ مولانا قاری عبدالباسط صاحب
مقیم جدہ۔ سعودی عرب

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : اگست ۲۰۰۹ء علمی گرافکس

ضخامت : 312 صفحات

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

جدہ میں ملنے کا پتہ

مرکز عبداللہ بن مسعود لتحفیظ القرآن الکریم۔ العزیزیۃ، جدۃ

فون نمبر۔ 009662 2871522

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
London
Tel: 020 8911 9797, Fax: 020 8911 8999
Email: sales@azharacademy.com
Website: www.azharacademy.com

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF DR. HOUSTON
TX 77074, U.S.A.

فہرست مضامین

چوتھا باب

زکوٰۃ و صدقات

مالِ زکوٰۃ پر سال گذرنے کا مطلب

سوال میں ہر سال یکم رمضان المبارک کو زکوٰۃ کی رقم حساب کر کے ادا کرتا ہوں، پچھلے سال زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد اب تک جس رقم کی آمد ہوئی ہے، کیا اس سال اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کرنا ہوگا، حالاں کہ اس پر ابھی سال مکمل نہیں ہوا، یعنی جو رقم گذشتہ رمضان سے اب جمع ہوئی ہے، اس کی زکوٰۃ کب ادا کرنا ضروری ہے؟ (حبیب الرحمٰن، مکہ مکرمہ)

جواب یکم رمضان کو آپ کے پاس جتنی بھی رقم موجود ہو، ان سب کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد ادا کرنا آپ پر ضروری ہے، مالِ زکوٰۃ پر سال گذرنے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک اور سال گذرے، اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پہلی مرتبہ نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہونے کے بعد اس پر سال گذر جائے اور سال کے اختتام پر بھی وہ نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہو، تو اب اس پر زکوٰۃ فرض ہے، سال کے اختتام پر اگر وہ شخص نصابِ زکوٰۃ کا مالک نہیں رہا تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں رہی، درمیانِ سال میں کمی، زیادتی کا اعتبار نہیں، سال کے اخیر میں اس کے پاس جتنی بھی رقم ہو، ان سب کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، چاہے وہ ایک دن پہلے ہی اس کا مالک ہوا ہو، اب ہر سال اس شخص کے پاس انہی دنوں میں جتنی بھی رقم ہوگی اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔(۱)

مثال کے طور پر آپ ہر سال یکم رمضان کو زکوٰۃ ادا کرتے ہوں اور اسی دن اپنی زکوٰۃ کا حساب کرتے ہوں تو یکم رمضان آپ کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کا دن ہے، ہر سال یکم

---

(۱) یہ رائے حنفیہ کی بھی ہے اور حنابلہ کی بھی ، دیکھئے : المغنی ۲/۲۵۸ ، ھندیہ ۱/۱۷۴

رمضان کو آپ جتنی رقم (مالِ زکوٰۃ) کے مالک ہوں گے اس کی زکوٰۃ (ڈھائی فیصد) ادا کرنا آپ پر ضروری ہے، چاہے آپ اس میں سے ایک بڑی رقم کے مالک ایک دو دن پہلے ہی مثلاً ۲۹ شعبان کو ہی ہوئے ہوں، اسی طرح اگر کسی مالی نقصان کا شکار ہو کر ایک دن قبل ہی آپ کے پاس سے کچھ رقم چلی جائے اور آپ یکم رمضان کو اتنی رقم کے مالک نہ رہیں جتنی کہ ۲۹/ شعبان کو رہے، مثلاً ۲۹/ شعبان کو آپ کے پاس بیس ہزار روپے تھے، پھر اچانک دس ہزار خرچ ہو گئے اور یکم رمضان کو آپ کے پاس صرف دس ہزار روپے موجود تھے تو اور ضائع شدہ روپیوں کی زکوٰۃ فرض نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہر سال یکم رمضان المبارک کو آپ جتنی بھی رقم کے مالک ہوں، ان سب کی زکوٰۃ فی ہزار پچیس روپے کے حساب سے ادا کرنی ہوگی۔

کیا مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے؟

سوال میں نہ کوئی صاحبِ جائیداد ہوں اور نہ شادی شدہ، بس یہی ملازمت کی تنخواہ ہے، ابھی اپنا ذاتی مکان بھی بنوانا ہے اور شادی بھی کرنی ہے، تنخواہ بھی یہاں کا اپنا خرچ وغیرہ نکال کر پانچ ہزار پاکستانی بنتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ (محمد اکرام خاں، مغل پورہ، ریاض)

جواب زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے نہ بہت زیادہ مال و جائیداد کا ہونا ضروری ہے اور نہ ہی شادی شدہ ہونا، شریعت نے زکوٰۃ کا نصاب یہ مقرر کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنی رقم ہو کہ جس سے ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی خریدی جا سکے اور اس رقم پر سال گذر جائے، یعنی سال کے اختتام پر وہ اس مقدار سے کم نہ ہوئی ہو، تو ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (۱)

یہ بات فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

لازكاة في مال حتى يحول عليه الحول . (۲)

---

(۱) المغنی ۳۲۰/۲

(۲) دارقطنی عن ابن عمرؓ، باب وجوب الزكاة بالحول، ترمذی عن ابن عمرؓ، باب ماجاء لازكوة على المال المستفاد حتى يحول عليه الحول

کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گذر جائے۔

مثلاً فرض کیجئے کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت چار ہزار روپے ہو تو جس شخص کے پاس کھانے پینے اور کپڑے وغیرہ ضروریات کے علاوہ چار ہزار روپے ہوں تو وہ صاحب نصاب سمجھا جائے گا اور اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، البتہ اس پر سال گذرنا ضروری ہے، یعنی پہلی مرتبہ جس وقت ایک شخص چار ہزار روپے کا مالک بنتا ہے تو آئندہ سال اسی تاریخ تک اگر اس کے پاس اتنی ہی یا اس سے زائد رقم موجود ہو تو اس کو کل موجودہ رقم کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ضروریات میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ ضرورت موجود ہو، اگر اس ضرورت کی تکمیل کے لئے پیسہ رکھا ہوا ہے تو جب تک اس رقم کو ضرورت میں خرچ نہیں کرتا اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ مثلاً مکان انسان کی ضرورت ہے، اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی طرح مکان بنانے کے لئے زمین خریدے تو اس پر بھی زکوٰۃ نہیں، لیکن ایک شخص مکان یا زمین کا مالک نہیں اور اس کو خریدنے کے لئے رقم جمع کئے ہوا ہے تو جب تک یہ رقم مکان و زمین کی خریداری میں استعمال نہ ہو جائے ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہوگی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی یا اپنی لڑکی وغیرہ کے لئے شادی کی غرض سے رقم جمع کئے ہوئے ہے یا حج وغیرہ کے لئے رقم رکھے ہوا ہے، تو جب تک یہ رقم استعمال میں نہ آئے ہر سال ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، خلاصہ یہ کہ آپ کے اپنے اخراجات وغیرہ کے بعد سال میں جو رقم بھی باقی ہے اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ کی نیت سے کسی مستحق زکوٰۃ کو دیا کریں۔

نابالغ کی طرف سے زکوٰۃ

سوال اگر ہم سونا یا زیور اپنی بچیوں کے لئے لے رکھیں، تو کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہے جب کہ یہ ابھی استعمال میں آ رہا ہو؟ (مسرز راشد احمد، جدہ)

جواب نابالغ پر جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے زکوٰۃ فرض نہیں، اگر آپ سونا یا اس کا کوئی زیور وغیرہ خرید کر بچیوں کو اس کا مالک بنا دیں تو ان پر زکوٰۃ فرض نہیں، جب وہ بالغ ہو جائیں اور

سونا بقدرِ نصاب ہو تو پھر سال گذرنے پر وہ زکوٰۃ ادا کریں گی۔ لیکن اس ارادہ سے خریدنا کہ یہ بچی کے لئے ہے، اسے شادی میں دے دیں گے، اس سے بچی کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، یہ تو ماں یا باپ ہی کی ملکیت ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اس زیور کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا، نیز سونا چاندی کی زکوٰۃ کے لئے اس کا استعمال میں آنا ضروری بھی نہیں، یہ جب بقدرِ نصاب ہو جائیں اور صاحبِ نصاب کے پاس اس سونے چاندی پر سال گذر جائے تو بہر حال اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، چاہے اس کو استعمال کیا جاتا ہو یا نہ کیا جاتا ہو، یہ رائے احناف کی ہے(۱) —— شوافع اور حنابلہ کے نزدیک نابالغوں کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ ادا کرے گا (۲) نیز ان حضرات کے نزدیک استعمالی زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

زکوٰۃ کی مقدار

سوال میرے پاس تقریباً ۲۲/ تولہ سونا ہے، اس پر مجھے کتنی زکوٰۃ دینی ہوگی، اس سونے کو میرے ساتھ دو سال ہو گئے، تو کیا دونوں سالوں کی ایک ساتھ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ (اکرام خاں، ریاض)

جواب ڈھائی فیصد یعنی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اگر کسی سال زکوٰۃ نہ نکالی ہو تو دوسرے سال دونوں سالوں کی زکوٰۃ ایک ساتھ بھی دی جاسکتی ہے۔

کن چیزوں پر زکوٰۃ فرض ہے؟

سوال کن کن چیزوں پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے؟ نیز سونے میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کی مقدار کیا ہے؟ مثلاً ایک آدمی کے پاس ۲۰ تولے سونا ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ (جمیل اختر، الاحساء)

جواب جہاں تک تعلق زکوٰۃ کا ہے تو زکوٰۃ سونا، چاندی ہر قسم کے مالِ تجارت اور نقد روپوں پر فرض ہے، چاہے روپے ہوں یا وہ سیونگ سرٹیفکیٹ، باؤنڈز اور سرکاری سند کی شکل میں

---

(۱) هدایه ۱۱۵

(۲) المغنی ۲/ ۲۵۶

ہوں، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے، یعنی کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا اس سے زیادہ ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، اسی طرح کسی کے پاس ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ سونا ہو تو اس پر اس سونے کی زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، اموالِ تجارت اور نقد روپوں کا نصاب یہ ہے کہ وہ اتنی مقدار میں ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر آج کل چاندی کی قیمت سونے کے مقابلے میں کم ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس مالِ تجارت یا نقد روپے اتنے ہوں جتنے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو، تو اس شخص پر ان روپوں کی زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، البتہ نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہونے کے بعد اس پر ایک سال کا گذرنا شرط ہے، ایک سال گذرنے کے بعد اگر اس کے پاس نصابِ زکوٰۃ کے بقدر یا اس سے زیادہ رقم موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے، ورنہ نہیں، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص گذشتہ سال یکم رمضان المبارک کو نصابِ زکوٰۃ کا مالک ہوا ہو اور پھر اس سال یکم رمضان کو بھی وہ نصابِ زکوٰۃ کا مالک رہے تو اس پر زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے، اگر اس رمضان میں اس کے پاس اتنی رقم موجود نہیں رہی جس پر کہ زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔ واضح رہے کہ درمیانِ سال میں کمی بیشی کا اعتبار نہ ہوگا، بشرطیکہ اس مالِ زکوٰۃ کا کچھ نہ کچھ حصہ موجود رہا ہو، بالکل ہی ختم نہ ہوگیا ہو۔ روزمرہ استعمال میں آنے والی ضروریات کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں، چاہے وہ قیمتی ہوں جیسے رہنے کے لئے گھر، کپڑے، برتن اور واشنگ مشین وغیرہ۔

ان سب چیزوں میں زکوٰۃ کی مقدار ڈھائی فیصد ہے، یعنی جتنے روپے موجود ہوں یا اموالِ تجارت میں ان کی قیمت کا حساب کرکے جو بھی روپے بنتے ہوں اس کا ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں ادا کریں، سونے چاندی کی زکوٰۃ دیتے ہوئے سونا چاندی بھی دی جاسکتی ہے اور اس کی قیمت بھی، مثلاً کسی کے پاس بیس تولے سونا ہو تو وہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی مستحق زکوٰۃ کو آدھا تولہ سونا (بیس تولے سونے کا ڈھائی فیصد) بھی دے سکتا ہے، یا اس کی قیمت بھی ادا کرسکتا ہے۔

اموالِ زکوٰۃ میں سونے چاندی، اموال تجارت میں نقد روپوں کے علاوہ زمین کی پیداوار، مویشی (بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ وغیرہ) بھی ہیں۔ نیز کسی کو اگر زمین سے کوئی دفینہ (خزانہ) ہاتھ لگ جائے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، لیکن ان سب چیزوں میں زکوٰۃ کی مقدار اور ان کا نصاب الگ الگ ہے، جو تفصیل طلب ہے اور یہاں اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔

سونے چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار

سوال آج جتنی قیمت میں ایک تولہ سونا آتا ہے، اتنی ہی قیمت میں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کئی تولے سونے مل جایا کرتے تھے، تو کیا اس وقت اور زمانہ کے لحاظ سے آج ایک تولہ سونا رکھنے والے پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں؟

(کمال الدین، الخبر)

جواب شریعت نے زکوٰۃ کے وجوب کے سلسلے میں سونا چاندی کو معیار قرار دیا ہے نہ کہ اس کی قیمت کو، چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال هاتوا ربع العشور من كل أربعين درهما وليس عليكم شيء حتى تتم مائتي درهم فاذا كانت مائتي درهم ففيها خمسة دراهم فمازاد فعلى حساب ذالك. (۱)

ہر چالیس درہم میں ربع العشور (2.5% ڈھائی فیصد) نکالو اور جب تک دوسو درہم نہ ہو جائیں اس وقت تک تم پر کچھ بھی واجب نہیں، پھر جب دوسو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم واجب ہوں گے، پھر اس میں جس قدر اضافہ ہوگا، اس میں حساب کے مطابق ہوگا۔

دوسری روایت جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، میں ہے:

وليس عليك شيء يعني في الذهب حتى تكون لك عشرون دينارا

---

(۱) سنن ابی داؤد ۱/۲۲۰، باب فی زکوۃ السائمة، کتاب الزکاة

فاذا کانت لک عشرون دینارا و حال علیها الحول ففیها نصف دینار فمازاد فبحساب ذلک. (۱)

اور تمہارے اُوپر سونے میں اُس وقت تک کچھ بھی واجب نہ ہوگا جب تک کہ وہ بیس دینار نہ ہو جائیں، جب بیس دینار ہو جائیں اور ان پر سال بھی گذر چکا ہو تو اس میں آدھا دینار واجب ہوگا، پھر جو بھی اضافہ ہوگا اس پر حساب کے مطابق ہوگا۔

غور کیجئے دونوں احادیث میں سونا اور چاندی کو زکوٰۃ کے وجوب کا معیار بنایا گیا ہے نہ کہ ان کی قیمت کو، اس لئے کہ قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں، سونے میں زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے سات تولے سونا (۸۷،۴۷۹ گرام) ہے، لہٰذا ہر زمانہ میں ساڑھے سات تولے سونے پر ہی زکوٰۃ فرض ہوگی، اس سے کم پر نہیں، اگر کسی کے پاس سونا تو نہیں، لیکن نقد شکل میں اتنے روپے ہیں جتنے میں ساڑھے سات تولے سونا خریدا جاسکتا ہے، تب بھی اس پر زکوٰۃ فرض ہے، لیکن قیمت میں وہی قیمت معتبر ہوگی جو کہ اس وقت بازار میں ہے، مثلاً اگر آج چالیس ہزار روپیہ ساڑھے سات تولے کی قیمت ہو تو اسی قیمت کا اعتبار ہوگا، گذشتہ یا آئندہ زمانہ کی قیمت کا اعتبار دُرست نہیں، یہ قیاس صحیح نہیں کہ آج پانچ ہزار روپے میں ایک تولہ سونا آتا ہے، لیکن گذشتہ زمانے میں اتنی ہی قیمت میں ساڑھے سات تولے سونا مل جاتا تھا، تو آج بھی اسی قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے پانچ ہزار روپئے یا ایک تولہ سونے پر زکوٰۃ فرض ہو جائے، یہی معاملہ چاندی کا ہے کہ شریعت نے چاندی کا نصاب زکوٰۃ ساڑھے باون تولے چاندی مقرر کیا ہے، لہٰذا ہر زمانہ میں زکوٰۃ کے وجوب کے لئے یہی معیار برقرار رہے گا اور قیمت میں اسی زمانہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا، قیمت کے اُتار چڑھاؤ سے نصابِ زکوٰۃ میں کمی بیشی جائز نہیں، مثلاً اگر آج ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت چھ ہزار روپئے ہو اور کسی کے پاس ضرورت سے زائد یہ رقم ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر مستقبل میں اس کی قیمت بڑھ کر بارہ ہزار ہو جائے تو اس وقت بارہ ہزار روپیوں پر زکوٰۃ

(۱) سنن ابی داؤد ۲۲۱/۱، باب فی زکوۃ السائمۃ، کتاب الزکاۃ

فرض ہوگی، ایسا نہیں ہوگا کہ نصابِ زکوٰۃ میں کمی کر کے ۲۶ تولہ پر زکوٰۃ واجب کردی جائے۔ خلاصہ یہ کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ کے سلسلے میں سونا چاندی کے نصاب میں کمی بیشی نہیں کی جائے گی بلکہ ہر زمانے میں سونا چاندی کی قیمت کے لحاظ سے نقد روپوں میں زکوٰۃ کے وجوب کے سلسلے میں روپوں کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہے گی۔

بیٹی کے لئے خریدے ہوئے سونے پر زکوٰۃ

سوال میں نے اپنی بیٹی کی شادی کے لئے سونا خریدا ہے، جو کہ ابھی زیور کی شکل میں نہیں ہے اور خریدے ہوئے ابھی چھ ماہ ہوئے ہیں، کیا اس سال اس سونے کی زکوٰۃ دینی واجب ہے یا جب تک یہ بیٹی کو نہیں چلا جاتا زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، اپنے زیور کی میں زکوٰۃ ادا کرتی ہوں۔ (ش، ح، ریاض)

جواب آپ نے اپنی بیٹی کے لئے جو سونا خریدا ہے، جب تک وہ زیور لڑکیوں کی ملک میں نہ کردیا جائے اس وقت تک زکوٰۃ آپ کے ذمہ لازم ہے اور جس وقت وہ مالک ہوجائے گی، زکوٰۃ ان کے ذمہ لازم ہوگی، اگر نابالغ ہوں تو بالغ ہونے تک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

خود وزن کر کے سونے کی زکوٰۃ

سوال میرے پاس کچھ سونا پاکستان میں ہے اور کچھ یہاں، میرے چار بچے ہیں، میں نے ان کے لئے زیور بنوایا ہوا ہے، ہمارے پاس جو کچھ سونا ہے مجھے اور میری بیوی کو ان کا ٹھیک وزن معلوم نہیں ہے، ہم ہر سال زکوٰۃ دیتے ہیں، سونا بازار میں لے جا کر وزن کروانا مشکل ہے، اس لئے ہم گھر پر ہی سونے کا وزن کرلیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وزن میں ایک ماشہ کا بھی فرق نہ ہو ہم بازار سے الیکٹرونکس اسکیل خرید کر وزن کرتے ہیں اور پھر اسی حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کیا ہمارا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ نہیں تو سونے کے وزن کا طریقہ لکھیں، نیز اگر زکوٰۃ تھوڑی سی بڑھا کردے دی جائے تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں؟

(ناصر جاوید، بنیع البحر)

جواب سونے کے وزن کے سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ پیائش صحیح طریقہ پر کی جائے، اس میں کمی نہ ہو، تاکہ زکوٰۃ صحیح مقدار میں ادا ہو سکے، بازار ہی میں سونے کو وزن کروانا ضروری نہیں ہے، آپ گھر پر خود بھی سونے کی پیائش کر سکتے ہیں، احتیاطاً زکوٰۃ اصل مقدار سے کچھ زیادہ ادا کردی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ مزید ثواب اور خیر کی بات ہے، لڑکیوں کے لئے اگر آپ نے سونے کا زیور بنایا ہے، لیکن ابھی انھیں حوالے نہیں کیا تو شرعاً یہ آپ ہی کی ملکیت شمار ہوگی اور آپ پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، ہاں اگر زیور آپ نے انھیں دے دیا ہو، تو اب اس میں آپ اپنی مرضی سے تصرف بھی نہیں کر سکتے اور اس کی زکوٰۃ بھی آپ کے ذمہ واجب نہیں، لڑکیاں اگر بالغ ہوں اور سونا نصاب زکوٰۃ کی مقدار یعنی ساڑھے سات تولہ یا اس سے زیادہ ہو اور اس پر سال گذر جائے تو وہ لڑکیاں خود اس سونے کی زکوٰۃ نکالیں گی، اگر وہ نابالغ ہوں تو بالغ ہونے تک ان پر زکوٰۃ نہیں۔

سونے پر زکوٰۃ

سوال کیا ذاتی استعمال کے سونے پر زکوٰۃ واجب ہے؟

جواب زیور خواہ پہنا جائے یا نہ پہنا جائے ہر قسم کے زیور پر زکوٰۃ دینی پڑتی ہے، احناف کے نزدیک سونا اور چاندی میں زکوٰۃ واجب ہے چاہے وہ زیورات کی شکل ہی میں کیوں نہ ہوں (۱) —— دوسرے فقہاء کے نزدیک زیورات میں زکوٰۃ واجب نہیں، چاہے ان کی تعداد کتنی بھی ہو، البتہ اگر زیورات کی تجارت کی جائے یا استعمالی زیورات ہی میں تجارت کی نیت کرلی جائے یا زیورات اس طرح توڑ دیئے جائیں کہ قابل استعمال نہ رہیں تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

زیور کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟

سوال کیا عورت اپنے زیورات کی زکوٰۃ خود ادا کرے گی جب کہ وہ کماتی نہیں ہے یا شوہر یہ زکوٰۃ ادا کرے گا؟ (محمد حلیم فاروق، ریاض)

---

(۱) حلیۃ العلماء ۹۲/۳

(۲) المغنی ۲/۲۳-۳۳۲

جواب چوں کہ زیور کی مالک خود عورت ہے، اس لئے زکوٰۃ تو اسی پر ادا کرنا ضروری ہے، کیوں کہ مرد ہو یا عورت، ہر شخص اپنے فرائض کے بارے میں خود ہی ذمہ دار ہے، تاہم شوہر کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ عورت کی طرف سے زیوراتِ زکوٰۃ ادا کرے، اس پر شرعی ذمہ داری نہیں۔

روپیوں کی شکل میں ریال کی زکوٰۃ

سوال اگر کسی کے پاس یہاں اتنے ریال ہوں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو جائے، تو کیا وہ اپنی زکوٰۃ روپیوں کی شکل میں پاکستان میں ادا کرسکتا ہے؟

(محمد شریف لال، جدہ)

جواب فی زمانہ کاغذی نوٹ پر مروجہ کرنسیوں اور سکوں کی حیثیت قریب قریب مکمل طور پر درہم و دینار کے نقرئی اور طلائی سکوں کی ہوگئی ہے، اس لئے ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، یہی رائے حنفیہ، مالکیہ اور شوافع کی ہے، حنابلہ کی طرف بھی منسوب ہے کہ وہ کاغذی نوٹ میں زکوٰۃ واجب ہونے کے قائل ہیں۔(۱)

پک اَپ پر زکوٰۃ

سوال ایک آدمی پک اَپ چلاتا ہے اور اس سے روزی کماتا ہے، پک اَپ اس کی اپنی ہے، کیا اس پر زکوٰۃ ہے؟

جواب اس پک اَپ پر زکوٰۃ فرض نہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

لیس علی المسلم فی عبده ولا فرسه صدقة . (۲)

کسی مسلمان پر خدمت کے، غلام اور سواری کی زکوٰۃ نہیں ہے۔

البتہ اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ نصابِ زکوٰۃ تک پہنچ جائے تو پھر دوسرے روپیوں کے ساتھ مل کر اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

---

(۱) کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة ۱/۴۸۶

(۲) بخاری عن ابی هریرةؓ، باب لیس علی المسلم فی عبده صدقة

مشین اور گاڑی پر زکوٰۃ

سوال میں یہاں خیاطۃ تطریز کا کام کرتا ہوں، آٹھ ماہ قبل میں نے تطریز کا کام کرنے والی مشین خریدی تھی، جس کی قیمت چار ہزار ریال تھی، اسی پر محنت کرتا ہوں، کیا مجھے اس مشین پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ نیز سال بھر میں نے محنت سے پیسے کمائے جسے وطن بھیجتا رہا، جو گھریلو اخراجات پر خرچ ہوتے رہے، بینک میں کوئی پیسہ نہیں، تو کیا کل آمدنی پر زکوٰۃ ادا کرنا پڑے گی یا بچت پر؟

سوال میرے بھائی نے یہاں دو سال قبل دس ہزار ریال میں سوزوکی وین خریدی تھی، جس میں وہ محنت کا کام کر رہا ہے، کیا اسے گاڑی پر زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی؟ (ابوسعید برقی، جیزان)

جواب جو سامان بھی تجارت و کاروبار کے لئے ہو، اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، چنانچہ سیدنا سمرۃ بن جندب ﷺ سے روایت ہے کہ آپ بھی اموالِ تجارت میں زکوٰۃ کا حکم فرماتے تھے۔ کان یامرنا أن نخرج الصدقة من الذی یعد للبیع (۱)—— لیکن جو سامان خود بیچنے کے لئے نہ ہو بلکہ وہ کاروبار اور آمدنی کا ذریعہ ہو، جیسے درزیوں کے لئے سلائی مشین اور دھوبی کا کاروبار کرنے کے لئے واشنگ مشین وغیرہ، تو ایسی مشینوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، بلکہ اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی اگر نصابِ زکوٰۃ تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، (۲) لہٰذا آپ پر مشین کی زکوٰۃ نکالنا واجب نہیں، اسی طرح آپ کے بھائی کی گاڑی پر بھی زکوٰۃ نہیں، اس لئے کہ وہ بھی ان کی آمدنی کا ذریعہ ہے اور ذاتی استعمال میں آنے والی گاڑی پر ویسے بھی زکوٰۃ واجب نہیں، کیوں کہ وہ ضروریاتِ زندگی میں سے ہے، نیز زکوٰۃ کل آمدنی پر واجب نہیں ہوتی، بلکہ گھریلو اخراجات کے بعد جو رقم بچ جائے وہ اگر نصابِ زکوٰۃ کی مقدار تک پہنچ جائے اور اس پر سال گذر جائے تو اب زکوٰۃ واجب ہوگی،

---

(۱) ابو داؤد عن سمرة بن جندب ، باب العروض إذا کانت للتجارة

(۲) والعروض اذا کانت لتجارة ، قومها اذا حال علیها الحول وزکاها ، المغنی ۲/۲۳۵

اگر آپ کے پاس اتنی رقم محفوظ نہیں ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

سامانِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال میرا ایک ذاتی بقالہ ہے، اس سے جو آمدنی ہوتی ہے، وہ خرچ ہو جاتی ہے، سال بھر میں کوئی پیسہ جمع نہیں ہو سکا، بلکہ دکان کا کرایہ بھی حال ہی میں کسی سے قرض لے کر دیا ہے، ایسی صورت میں مجھ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بعض احباب کہتے ہیں کہ بقالہ میں جو سامان پڑا ہے اس کی مالیت پر مجھے زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی، کیا یہ درست ہے؟ (م-ش، ریاض)

جواب بقالہ میں موجود سامان چوں کہ مالِ تجارت ہے، اس لئے اس کی مالیت پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے (۱) —— البتہ اس میں سے قرض کی رقم منہا کی جائے گی، اگر بالفرض بقالہ میں سامان دس ہزار ریال کا ہو اور آپ کا قرض بھی دس ہزار یا اس سے زیادہ ہو تو پھر زکوٰۃ واجب نہیں، قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد جتنی مالیت کا سامان بچ جاتا ہے، وہ اگر نصابِ زکوٰۃ تک پہنچ جائے تو آپ پر زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے، ورنہ نہیں۔

ٹی وی اور وی سی آر پر زکوٰۃ

سوال سونے چاندی کے علاوہ گھر کی کن چیزوں پر زکوٰۃ واجب ہے؟ میرے پاس دُنیاوی آسائش کی بعض چیزیں ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ ہیں، کیا ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

جواب زکوٰۃ مخصوص اموال میں واجب ہوتی ہے، معدنیات میں سونا چاندی، زرعی پیداوار، کچھ مویشی اور سامانِ تجارت، لہٰذا کپڑے، فرنیچر، سواری وغیرہ، ٹی وی، وی سی آر اور ٹیپ ریکارڈ وغیرہ اگر تجارت کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں (۲) اگرچہ یہ حقیقت ہے

---

(۱) الزکوة واجبة فی عروض التجارة کائنة ماکانت اذا بلغت قیمتها نصابا من الورق او الذهب (هدایه ۱/۷۵)

(۲) هندیه ۱/۱۷۶ اس مسئلہ میں حاجاتِ اصلیہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب "اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ" ۴۶-۴۷

کہ ان آلات کا 'ناجائز استعمال' گناہِ کبیرہ اور غضبِ الٰہی کا باعث ہے، اس لئے کہ عام طور پر ان کا استعمال لہو ولعب کے لئے ہوتا ہے اور ان پر دکھائے جانے والے مناظر ناشائستہ اور عریاں ہوتے ہیں، لیکن اصل زکوٰۃ کے لحاظ سے ان پر زکوٰۃ نہیں۔

مہر کی زکوٰۃ

سوال شوہر اپنی شریکِ حیات کو جو مہر کی رقم ادا کرتا ہے اور وہ اس رقم سے کوئی زیور خریدتی ہے، تو کیا اس زیور کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے؟ اور اگر ضروری ہو تو کون دے گا، شوہر یا بیوی؟ (ضیاء الاسلام، جدہ)

جواب جب تک بیوی کو مہر کی رقم نہ ملے، اُس پر زکوٰۃ فرض نہیں، جب مہر کی رقم بیوی کو وصول ہو جائے اور اس پر سال گذر جائے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، بشرطیکہ وہ رقم نصابِ زکوٰۃ کو پہنچ جائے، یعنی وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو (۱) پھر اگر بیوی نے نقد روپئے رکھنے کے بجائے مہر کی رقم سے زیور خرید لیا ہو، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی نقد رقم موجود نہ ہو تو اس زیور میں زیور کے نصاب کے لحاظ سے زکوٰۃ فرض ہوگی، یعنی وہ زیور ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کا ہو یا اس سے زیادہ کا ہو تو اس کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ادا کرنا ضروری ہے، اگر اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں، نیز زیور کی مالک چوں کہ بیوی ہے نہ کہ شوہر، اس لئے زکوٰۃ اصلاً بیوی پر فرض ہے، لیکن اگر شوہر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے تو بھی بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، پھر اگر بیوی کے پاس زکوٰۃ کی ادائیگی میں دینے کے لئے رقم وغیرہ نہ ہو تو نیک سلوک اور حسن معاشرت کا تقاضہ ہے کہ شوہر خود بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرے، لیکن اسے شوہر کی اخلاقی ذمہ داری تو کہہ سکتے ہیں شرعی نہیں، اگر شوہر اس قابل نہ ہو یا وہ کسی وجہ سے بیوی کی

---

(۱) امام محمدؒ کے یہاں عورت مہر کے جتنے حصہ پر قابض ہو جائے، اس پر اتنی ہی کی زکوٰۃ واجب ہوگی، مثلاً آدھی یا ایک تہائی مہر پر قبضہ کیا ہو تو اس کے تناسب سے زکوٰۃ ادا کرے گی۔ (المغنی ۴۹/۲-۳۴۸) اور ردالمحتار میں ہے: وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها ويودى متى قبض شيئاً قليلاً او كثيراً الا دين الكتابة والسعاية (۲۳۶/۳، باب زكاة المال كتاب الزكاة، ط: ديوبند)

طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا نہ چاہتا ہو تو اس کو کوئی گناہ نہیں، بیوی پر زکوٰۃ فرض ہے تو بیوی ہی اس کے ادا کرنے کی ذمہ دار ہے، اسے چاہئے کہ اپنے زیور کا کچھ حصہ فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرے۔

تجارتی اشیاء پر زکوٰۃ

سوال میری بہن نے ایک دُکان خریدی ہے، اسے تجارتی غرض سے خریدا گیا ہے کہ بعد میں اسے فروخت کیا جائے گا، اس کی زکوٰۃ کا کیا معاملہ ہے؟

جواب تجارتی اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے، لہٰذا اِس دُکان کی قیمت پر ہر سال ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی، اگر کرایہ پر دی گئی ہے تو سال بھر کے کرایہ پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔ (۱)

پلاٹ پر زکوٰۃ

سوال میں نے پانچ سال قبل تین پلاٹ خریدے تھے، ایک اپنی رہائش کے لئے مکان بنانے کی غرض سے، دوسرا دُکانوں کے لئے اور تیسرا فروخت کرنے کی نیت سے، کیا میں ان سب پر ہر سال زکوٰۃ دوں؟ اگر زکوٰۃ دوں تو کیا ان پلاٹوں کی قیمتِ خرید پر دوں یا ہر سال بازار میں قیمت معلوم کرنے کے بعد؟

جواب آپ نے ان تین پلاٹوں میں جو پلاٹ ذاتی مکان بنانے کے لئے خریدا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، باقی دونوں پلاٹوں پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، کیوں کہ یہ مالِ تجارت میں سے ہے اور مالِ تجارت میں رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ واجب قرار دی ہے (۲) اور زکوٰۃ ہر سال مارکٹ میں زمینوں کی قیمت کے لحاظ سے ادا کرنی ہوگی، مثلاً آپ نے یہ پلاٹ پچاس ہزار میں خریدے تھے، لیکن اب ان کی قیمت ایک لاکھ ہے تو اب ایک لاکھ کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

---

(۱) المغنی ۲/۳۳۵

(۲) ابوداؤد عن سمرۃ بن جندب، باب العروض اذا کانت للتجارۃ

رہائشی پلاٹ پر زکوٰۃ

سوال ہندوستان میں میرے پاس ایک چھوٹا سا پلاٹ ہے، جس کی قیمت ابھی ڈیڑھ لاکھ ہے، جب کہ میں مقروض بھی ہوں اور میرے پاس نصابِ زکوٰۃ کی مقدار سونا چاندی بھی نہیں، کیا اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے؟ وہ پلاٹ ویسے ہی پڑا ہے اور مجھے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جواب اگر آپ نے ذاتی استعمال اور رہائشی مکان وغیرہ بنانے کی نیت سے پلاٹ خریدا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، چاہے آپ دوسرے اموال کی وجہ سے صاحبِ نصاب ہوں یا نہ ہوں(۱) ہاں اگر یہ پلاٹ فروخت کی نیت سے خریدا گیا ہے، کہ جب بھی اچھی قیمت آئے گی فروخت کردیں گے تو پھر اس کا شمار اموالِ زکوٰۃ میں ہوگا اس لئے کہ اس پلاٹ کی حیثیت مالِ تجارت کی ہوگئی اور مالِ تجارت میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے(۲) —— اور مارکٹ کی قیمت کے لحاظ سے ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اگر آپ نے بیچنے کے ارادہ سے یہ پلاٹ خریدا ہو تو اس کی قیمت یعنی ڈیڑھ لاکھ روپے سے قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد جو رقم باقی بچے وہ اگر زکوٰۃ کے نصاب تک پہنچتی ہو تو اس پر سال گذرنے کے بعد ہر سال زکوٰۃ ادا کرتے رہیں اور اگر پلاٹ خریدتے وقت بیچنے کی نیت نہیں تھی تو پھر زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

خالی پڑی ہوئی زمین یا دکان کی زکوٰۃ

سوال دُکانیں جو فی الوقت کرایہ پر نہیں دی گئیں اور زمین، جس کی قیمت تو کافی ہے لیکن ویسے ہی خالی پڑی ہوئی ہے، کیا اس کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ شرعی حکم کیا ہے؟ (عرفان محمد، ریاض)

جواب زمین خریدتے وقت اگر اسے فروخت کرنے کی نیت تھی کہ جب بھی مناسب قیمت آئے گی فروخت کردیں گے، تو اس زمین اور پلاٹ کی حیثیت مالِ تجارت کی ہے اور مالِ

---

(۱) ومنها فراغ المال عن حاجته الا صلية فليس فی دور السكنىٰ، وثياب البدن، واثاث المنزل زكاة (هندية ۱۷۲/۱)

(۲) ابوداؤد عن سمرة بن جندب، باب العروض اذا كانت للتجارة، هل فيها زكوٰة

تجارت میں زکوٰۃ واجب ہے(۱) جس کی مالیت یعنی مارکٹ ویلیو پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ مثلاً اگر آپ نے بیچنے کی نیت سے ایک لاکھ روپئے کا ایک پلاٹ خریدا، ایک سال بعد اس کی قیمت بازار میں ڈیڑھ لاکھ ہوگئی، تو آپ کو ڈیڑھ لاکھ روپے کی زکوٰۃ دینی ہوگی نہ کہ ایک لاکھ (قیمتِ خرید) کی، اسی طرح دوسرے سال کے ختم ہونے تک بھی آپ نے اسے نہیں بیچا اور اب اس کی مالیت دو لاکھ ہوگئی تو دو لاکھ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

زمین خریدتے وقت فروخت کرنے کا ارادہ نہیں تھا، بلکہ یہ نیت تھی کہ اس پر مکان تعمیر کر کے خود رہیں گے تو ایسی صورت میں اس زمین کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں، نیز خریدتے وقت تو رہائش کی نیت تھی لیکن بعد میں زمین کے فروخت کرنے کا ارادہ کر لیا تو ایسی صورت میں بھی علماء کہتے ہیں کہ اس پر ابھی زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت میں واجب ہوگی۔

اس طرح خالی پڑی ہوئی دکان کا مسئلہ ہے کہ اگر دکان خریدتے وقت یا دکان کے لئے زمین خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ اس پر دکان تعمیر کرکے فروخت کریں گے تو اس کی حیثیت مالِ تجارت کی ہوگی اور ہر سال مارکٹ قیمت پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی لیکن اگر دکان خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ اسے کرایہ پر دینا ہے یا زمین خریدتے وقت نیت تھی کہ اس پر دکانیں تعمیر کر کے کرایہ پر دیں گے تو پھر ان دکانوں پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس سے حاصل ہونے والے کرایہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر فی الوقت وہ خالی پڑی ہوئی ہوں تب بھی اس میں زکوٰۃ نہیں۔

زرعی اراضی پر زکوٰۃ کے ضروری مسائل

سوال میں نے ہندوستان میں دس ایکڑ اراضی خریدی، جس کی مجموعی قیمت تقریباً ایک لاکھ دس ہزار روپے ہیں، ابھی وہ زیر کاشت نہیں، میں یہاں سے ہندوستان جا کر اس زمین پر کاشت کا ارادہ رکھتا ہوں، کیا مجھے اس زمین کی

---

(۱) ابوداؤد عن سمرۃ بن جندب باب العروض اذا کانت للتجارۃ

قیمت پر زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے؟ (نواب حفظ الرحمن، ریاض)

سوال میرے پاس تھوڑی سی زمین ہے، جسے میں نے دو سال قبل خریدا ہے، اس زمین سے کوئی پیداوار نہیں ہے، میں نے اس میں ایک جھونپڑی ڈال دی ہے، کبھی کبھی گھر کے لوگ جاتے رہتے ہیں، بہر حال اس زمین سے ابھی کوئی فائدہ نہیں لیا جارہا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اس زمین پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

(محمد نعیم خاں، بریدہ)

جواب زرعی اراضی کی مالیت اور اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، البتہ اس زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے، جسے شریعت کی اصطلاح میں ''عشر'' کہتے ہیں(۱) زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ کا حکم اور اس کی تفصیلات مستقل طور پر قرآن وحدیث میں موجود ہیں، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۶۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں اپنی کمائی کی اچھی چیزیں خرچ کرو اور اس میں سے بھی جو کچھ ہم نے تم کو زمین کے ذریعہ پیداوار دی ہے۔

سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وہی اللہ ہے جس نے باغات اُگائے، اس چیز کے باغ بھی جس کی بیلیں اُوپر چڑھائی اور پھیلائی جاتی ہیں اور وہ بھی جن کی بیلیں نہیں ہوتیں اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں جن میں مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار اور یہ سب آپس میں (ایک لحاظ سے) ملتے جلتے بھی ہوتے ہیں اور ملتے جلتے نہیں بھی، تو ان میں جب پھل آجائیں تو خود بھی کھاؤ، کاٹنے اور توڑنے کے وقت ان میں جو ان کا (شرعی) حق ہے اس کو دے دو اور اسراف نہ کرو، اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

زمین کی پیداوار اور دوسرے اموالِ زکوٰۃ (سونا، چاندی اور نقدی وغیرہ) میں فرق یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ یعنی عشر کے واجب ہونے کے لئے

---

(۱) المغنی ۲/۲۹۳ فتاویٰ قاضی خان بهامش الهندیه ۱/۲۷۶ فصل فی العشر

اس کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے، بلکہ جو کچھ بھی پیداوار ہو، جتنی بھی ہو، اس میں عشر واجب ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ کے دو ممتاز شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور دیگر فقہاء امام شافعیؒ وامام احمدؒ کے نزدیک پانچ وسق سے کم پیداوار میں عشر واجب نہیں۔ پانچ وسق اسی تولہ والے سیر سے ۲۵ من پونے ۲۴ سیر ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسلک میں احتیاط زیادہ ہے، نیز اس میں تقویٰ کا پہلو اور غریبوں کے لئے فائدہ بھی ہے، اس لئے فقہاء احناف نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، کہ پانچ وسق سے کم بھی پیداوار ہو تو اس میں اس کا حق عشر ادا کرنا چاہئے۔

عشر کی ادائیگی کے لئے سال گذرنا شرط نہیں، بلکہ جیسے ہی کوئی فصل کاٹی جائے اس میں اس کا حق شرعی عشر ادا کرنا واجب ہے اور اگر کسی کھیت میں سال میں دو تین مرتبہ پیداوار ہو تو ہر مرتبہ عشر نکالنا ضروری ہے، اس میں عاقل و بالغ ہونا بھی شرط نہیں، یعنی اگر کسی پاگل و مجنوں یا نابالغ بچے کی زمین سے کوئی پیداوار ہو تو اس میں سے بھی عشر ادا کیا جائے گا، عشر کے وجوب کے لئے اصل زمین کا مالک ہونا بھی ضروری نہیں، اگر کوئی بٹائی پر یا کرایہ وغیرہ پر زمین لے کر کھیتی کرے تب بھی اس میں عشر واجب ہے۔

عشر کا مطلب دسواں حصہ ہے، یعنی زمین کی کل پیداوار کا دسواں حصہ اللہ کی راہ میں فقراء و مساکین کو دے دیا جائے، مثال کے طور پر اگر کسی کے کھیت سے سو کوئنٹل غلہ آئے تو اس کا دسواں حصہ دس کوئنٹل فقراء و مساکین کا حق ہے، ہاں البتہ یہ عشر کا حکم اس وقت ہے جب کہ پیداوار بغیر پانی کے یا بارش کے پانی سے ہوئی ہو، اگر پیداوار کے لئے کاشت کار نے کنویں، نہر یا ٹیوب ویل وغیرہ کے ذریعہ کھیت اور باغ کی سینچائی کی ہو تو ایسی صورت میں پیداوار کا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ اس کی زکوۃ ہوگی۔ (۱)

زراعت کے اخراجات منہا نہیں ہوں گے

سوال اگر میں نے پانچ ایکڑ اراضی پر جوار بوئی، جس میں تقریباً ساٹھ کوئنٹل جوار نکلی اور ہم نے زراعت قرضہ لے کر کی، جس میں بیج اور دیگر مصارف میں

---

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو : فتاویٰ قاضی خان الھندیۃ ۱/۷۷-۳۷۶

پانچ ہزار روپے خرچ ہوئے، تو مجموعی فائدہ یعنی سات کوئنٹل پر عشر نکالنا چاہئے یا قرض اور اخراجات کی رقم منہا کر کے عشر نکالنا ہوگا؟ نیز زکوٰۃ نکالتے وقت کیا اراضی کی قیمت پر بھی زکوٰۃ دینی چاہئے؟

(نواب حفظ الرحمٰن، ریاض)

جواب زمین سے جو بھی پیداوار ہو اس کی کل مقدار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے، اس میں سے قرض یا بیج وغیرہ کے مصارف کو منہا نہیں کیا جائے گا(۱) — مثلاً ساٹھ کوئنٹل جوار زمین سے نکلی ہو تو مکمل ساٹھ کوئنٹل پر عشر واجب ہوگا، یہ درست نہیں کہ قرض اور بیج مزدوری وغیرہ کے اخراجات میں دس پندرہ کوئنٹل وضع کر کے باقی کی زکوٰۃ دی جائے، البتہ کاشتکار کو ضروری اخراجات کے علاوہ کھاد سینچائی یا ٹریکٹر وغیرہ چلا کر زمین کو جوتنے میں اضافی اخراجات برداشت کرنے پڑے ہوں تو ایسی صورت میں شریعت نے خود اس کا لحاظ رکھ کر پیداوار کی زکوٰۃ دسواں حصہ کے بجائے بیسواں حصہ مقرر کی ہے، بہر حال عشر کا حساب کل پیداوار سے ہوگا۔

قرض کی زکوٰۃ کون ادا کرے؟

سوال اگر ایک شخص کسی کو کچھ رقم بطورِ قرض کے دے اور قرض دیتے وقت کوئی صراحت بھی نہ کی گئی ہو کہ ادائیگی کب اور کس طرح ہوگی؟ تو کیا اس رقم کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی اور یہ زکوٰۃ کس شخص پر واجب ہے، قرض لینے والے پر یا قرض دینے والے پر؟ کیوں کہ قرض دینے والے کے پاس تو وہ اب ہے نہیں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ رقم اسے کب واپس ملے گی؟

جواب قرض کی زکوٰۃ قرض لینے والے پر واجب نہیں، کیوں کہ یہ روپیہ اس کی حقیقی ملکیت نہیں، بلکہ قرض ہے، جو بعد میں اسے ادا کرنا ہے، البتہ قرض دینے والے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس مسئلہ میں احناف نے کچھ تفصیلات ذکر کی ہیں، جو حسب ذیل ہیں :

---

(۱) علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں : لایحتسب لصاحب الارض ما انفق علی الغلۃ من سقی أو عمارۃ او اجر الحافظ او اجر العمال او نفقۃ البقر (بدائع الصنائع ۶۲/۲)

۱) ایسا قرض جس کی وصولی کی اُمید ہو، ان کی زکوٰۃ قرض وصول ہونے کے بعد واجب ہوگی اور ان تمام دنوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی جتنے دن وہ دین مدیون کے پاس رہا۔

۲) ایسا قرض جس کی وصولی کی اُمید نہ رہی ہو اور اچانک وصول ہو جائے تو وصولی کے بعد جیسے ہی ایک سال گذرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی، اس صورت میں گذشتہ دنوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، کیوں کہ سیدنا علی ؓ نے فرمایا:

لا زكاة في ضمار . (۱)

مال ضمار میں زکوٰۃ نہیں۔

ضمار سے مراد وہ مال ہے جس کی واپسی کی اُمید نہ ہو (۲) —— پھر جس دین کا وصول ہونا متوقع ہو، احناف نے اس کی تین قسمیں کی ہیں: قوی، وسط اور ضعیف، ان میں سے ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں اور ان کو ملاحظہ کرنے کے بعد میرا خیال ہے کہ اس کا جواب سمجھ میں آ سکتا ہے۔

دین قوی: وہ دین جس کا مقروض اقرار کرتا ہو، خوش حال ہو، قرض ادا کر سکتا ہو یا وہ سامانِ تجارت کی قیمت ہو، اس صورت میں جتنے دن دائن کے پاس رقم نہیں رہی اتنے دنوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرے گا، اگر پانچواں حصہ بھی اس کو حاصل ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا جتنی بھی رقم اس کو ملے اتنے کی زکوٰۃ ادا کر دے۔ (۳)

دین وسط: وہ دین جو غیر تجارتی اشیاء کی قیمت کے طور پر حاصل ہو، جیسے رہائشی مکان کی قیمت، کام کی اُجرت، مکان یا اشیاء کا کرایہ وغیرہ، اس صورت میں اُسی وقت زکوٰۃ واجب ہوگی جب کہ مکمل ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر دین پر قبضہ ہو چکا ہو۔ (۴)

دین ضعیف: جو کسی مال کے بدلہ میں حاصل نہ ہو، جیسے مہر، بدلِ خلع، میراث اور وصیت کے ذریعہ حاصل ہونے والا مال، اسی طرح اگر مقروض قرض کا اقرار تو کرتا ہو لیکن مفلس ہو چکا ہو اور قرض ادا نہ کر سکتا ہو، یا کوئی قرض لے کر قرض لینے یا باقی رہنے کا انکار کرتا ہو اور

---

(۱) مجمع الانہر ۱/۱۹۴ (۲) فتح القدیر ۲/۱۲۲

(۳) فتح القدیر ۲/۱۲۳، تاتار خانیہ ۲/۲۹۹ (۴) تاتار خانیہ ۲/۲۹۹-۳۰۰

صاحبِ حق کے پاس کوئی ثبوت فراہم نہ ہو، تو یہ سب دین ضعیف میں شامل ہیں (۱) ـــــ اس صورت میں قبضہ کے بعد سال گذر جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوگی، گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۲)

شوافع اور حنابلہ کا خیال ہے کہ قرض کی زکوٰۃ بہر حال ادا کی جائے گی، خواہ مقروض اقرار کرتا ہو یا انکار، قرض دہندہ کے پاس اپنے دعویٰ کا ثبوت ہو یا نہ ہو اور مقروض قرض ادا کرنے کے موقف میں ہو یا نہ ہو، یہ زکوٰۃ دین کی وصولی کے بعد ادا کرے گا اور گذشتہ پوری مدت کی ادا کرے گا جتنی مدت اس کا دین دوسرے کے پاس رہا ہے۔ (۳)

شوہر مقروض ہو تو کیا بیوی پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟

سوال میرے پاس اتنا سونا ہے جس پر ڈھائی ہزار روپے زکوٰۃ نکلتی ہے، مگر میرے شوہر پر اس سے دوگنا قرض ہے، ایک صاحب کا کہنا ہے کہ قرض کی صورت میں زکوٰۃ دینی ضروری نہیں ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ نیز میں گھر میں بچوں کو پڑھا کر کچھ پیسے بھی کما لیتی ہوں اور الحمدللہ مجھ پر کوئی قرض نہیں ہے، کیا مجھے زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں؟ (مسز ندیم، جدہ)

جواب آپ کو اپنے سونے کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، شوہر کے مقروض ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اس لئے کہ زکوٰۃ کے سلسلے میں زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے قرض کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ اس کے عزیز و قریب جیسے شوہر، بیوی یا والدین وغیرہ کے قرض کا، نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ فرض ہو اور وہ مقروض بھی ہو تو اس کے اموالِ زکوٰۃ کی مجموعی مالیت قرض کی رقم منہا کر کے باقی مالیت کی ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی، بشرطیکہ وہ مال نصابِ زکوٰۃ کے بقدر ہو، اگر کسی پر اتنا زیادہ قرض ہے کہ قرض ادا کر دیا جائے یا قرض کی رقم الگ کر دی جائے تو وہ صاحبِ نصاب ہی باقی نہیں رہتا تو پھر اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری نہیں، واجب الاداء (ڈھائی فیصد) زکوٰۃ سے قرض کی رقم منہا کرنا درست نہیں، مثلاً

---

(۱) تاتارخانیہ ۳۰۴/۲ ، فتح القدیر ۱۲۴/۲ (۲) بدائع ۱۰/۲

(۳) شرح مہذب ۳۴۰/۵ ، المغنی ۴۶/۳

آپ کے پاس سونا چاندی اور نقد روپے کی شکل میں اتنا مال ہے جس پر ڈھائی ہزار روپے زکوٰۃ ہوتی ہے اور آپ ڈھائی ہزار روپے کے مقروض بھی ہیں تو ایسا نہیں کہ آپ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی بلکہ آپ کی مجموعی رقم اور زیور کی مالیت وغیرہ سے ڈھائی ہزار روپے الگ کر کے باقی رقم پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

یکمشت زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال زید کا بھائی غریب اور صاحبِ عیال ہے، نیز وہ زکوٰۃ کا مستحق بھی ہے، زید ہر سال ماہِ رمضان میں اپنی زکوٰۃ کا حساب کرتا ہے، وہ چاہتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے اپنے بھائی کے بچوں کا خرچہ چلائے، اگر واجب الاداء زکوٰۃ کی ساری رقم یکمشت ان کو دے دی جائے تو ڈر ہے کہ وہ لوگ اس رقم کو جلد ہی خرچ کر دیں گے، اس لئے زید چاہتا ہے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم سے ہر ماہ ان کو کچھ دیا جائے، کیا یہ صورت جائز ہے یا زکوٰۃ کی ادائیگی یکمشت ضروری ہے؟ (عبدالرؤف ملک، جدہ)

جواب ادائیگی زکوٰۃ کے واجب ہونے کے بعد جتنا جلد ہو زکوٰۃ کی ادائیگی بہتر ہے، تاکہ اپنے ذمہ سے فریضہ ادا ہو جائے، پھر استطاعت ہو تو صدقات و خیرات اور عطیات کے ذریعہ مستحقین اور غرباء کی مالی مدد کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

ان فی المال حقا سوی الزکوٰۃ .(۱)

مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی حق ہے۔

بہر حال یکمشت زکوٰۃ کی ادائیگی بہتر ہے، ضروری نہیں، اگر کوئی شخص مصلحتاً زکوٰۃ کی رقم کو الگ اپنے پاس رکھے اور پھر ہر ماہ اس میں سے کچھ رقم مستحق زکوٰۃ کو دیتا رہے تو یہ صورت بھی صحیح و دُرست ہے، لیکن اس صورت میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم متعین طور پر الگ کر دی جائے، تاکہ وفات وغیرہ کی صورت وہ زکوٰۃ کے مصرف میں خرچ کی

---

(۱) تلخیص الحبیر ۲/۱۶۰ رواہ ابن ماجہ و الترمذی / کتاب الزکاۃ / باب ماجاء ان فی المال حقاً سوی الزکاۃ حدیث ۶۵۹

جا سکے۔ المغنی میں لکھا ہے کہ :

یستحب للانسان أن یلي تفرقة الزکاة بنفسه لیکون علی یقین من وصولها الی مستحقها سواء کانت من الأموال الظاهرة او الباطنة . (۱)

مستحب ہے کہ آدمی خود ہی زکوٰۃ کی رقم تقسیم کرے، تا کہ یقینی طور پر مستحقین تک زکوٰۃ کی رقم پہنچ جائے، چاہے وہ اموالِ ظاہرہ ہوں یا باطنہ۔

بالاقساط زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال اپنے زیور کی جو بھی زکوٰۃ بنتی ہو، کیا اسے تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کیا جا سکتا ہے؟ مثلاً ہزار ریال زکوٰۃ ہو تو ہر مہینہ پچاس ریال نکال دیں یا پانچ سو ریال زکوٰۃ بنتی ہو تو ماہانہ پچیس تیس ریال زکوٰۃ ادا کر دیں، کیا یہ صورت دُرست ہو گی؟

(مسٹر راشد احمد، جدہ)

جواب اس طرح ادائیگی سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، تاہم تاخیر بہر حال مناسب نہیں (۲) زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد کوشش کی جائے کہ جلد سے جلد اسے ادا کر دیا جائے، اتنی تاخیر تو بہر حال نہ کی جائے کہ دوسرا سال آ جائے اور ابھی پہلے ہی کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ہو، اگر شدید مجبوری ہو تو کوئی حرج نہیں۔

ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال زکوٰۃ کی ادائیگی رمضان کے مبارک مہینہ میں ضروری ہے یا کسی بھی دوسرے مہینے میں ادا کی جا سکتی ہے؟

جواب زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے سال کا پورا ہونا ضروری ہے، اس کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر نہیں، آپ کسی بھی مہینہ میں زکوٰۃ دے سکتے ہیں، جب سال گذر جائے اور مستحق موجود ہوں، تو بہتر ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے۔

---

(۱) المغنی ۱۶۶/۲

(۲) فتح القدیر ۱۱۴/۲

کیا ہر سال زکوٰۃ ادا کی جائے گی؟

سوال زکوٰۃ کسی رقم پر صرف ایک مرتبہ نکالنا واجب ہے یا ہر سال؟ مثلاً ایک شخص نے گذشتہ سال دس لاکھ روپے پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کردی تو کیا اسی دس لاکھ پر اس سال بھی زکوٰۃ دینی ہوگی؟ پھر اگر یہ شخص گذشتہ سال زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد اس رقم سے دس مکان بنا کر کرایہ پر دے دیتا ہے اور ان سے حاصل ہونے والی آمدنی گھریلو اخراجات پر صرف کرتا ہے، تو ممکن ہے کرائے سے حاصل ہونے والی آمدنی کبھی بھی نصابِ زکوٰۃ کو نہ پہنچے۔

(سید احمد، مدینہ منورہ)

جواب آپ کے پاس جو رقم بھی موجود ہے، اگر اس پر سال گذرتا ہے تو اس سال کی زکوٰۃ ادا کرنی ضروری ہے۔ نیز اگر اس رقم پر دوسرا گذرتا ہے تو دوسرے سال بھی زکوٰۃ دینی ہوگی اور اس طرح ہر سال اس رقم پر زکوٰۃ ہوگی جو آپ کے پاس سال بھر یا سال کے آخر میں باقی رہ جاتی ہے (۱) —— رہا آپ کا یہ سوال کہ اگر کوئی اس رقم سے دس مکان بنا کر کرائے پر دے دے تو اس صورت میں کیسے زکوٰۃ ادا کرے؟ اس کا جواب بھی وہی ہے، ظاہر ہے ان تمام دس مکانات کا سال بھر کا کرایہ تو ہر صورت میں گھریلو اخراجات سے کئی گنا زیادہ ہوگا، لہٰذا ان مکانوں کے تمام کرایہ کو جمع کر کے ہر سال اس رقم سے بھی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی، ہاں اگر اس شخص کے پاس اس کے علاوہ کوئی اور ذریعہ معاش یا رقم نہیں اور وہ صاحبِ نصاب نہیں، نیز مکانات کا کرایہ گھریلو اخراجات میں خرچ ہوجائے اور اتنا نہ بچے کہ وہ پورے نصابِ زکوٰۃ تک پہنچے تو ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ نہیں (۲) گھریلو اخراجات کے بعد نصابِ زکوٰۃ کے بقدر روپیہ بچ جائے تو جتنی رقم بھی موجود ہو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔

تاخیر سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال الحمد للہ میں صاحبِ نصاب ہوں اور زکوٰۃ دیتا رہتا ہوں، میرے پڑوس میں

---

(۱) الهندیه ۱/۱۷۵، المغنی ۲/۲۵۷

(۲) هندية ۱/۱۷۲، فتح القدير ۲/۲۰۳، بدائع الصنائع ۴۸-۴۹

ایک غریب ہیں جن کی دو بیٹیاں ہیں، ان کی شادی تقریباً دو سال بعد ہوگی، میں اس سال کی زکوٰۃ نکال کر الگ کر چکا ہوں، جو ابھی میرے ہی پاس ہے، کیا میں اس کو مزید ایک سال تک رکھ کر آئندہ سال کی زکوٰۃ کے ساتھ ادا کر سکتا ہوں اور کسی غریب و مستحق کو دے سکتا ہوں یا مجھے اس سال کی زکوٰۃ اسی سال ادا کر دینا ضروری ہے؟ (فرید احمد دہلوی، ریاض)

جواب زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہتر و افضل بلکہ ضروری ہے کہ اسے وقت پر ادا کیا جائے اور اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے، اگر کوئی مناسب اور مستحق مصرف نظر نہ آئے یا کوئی خاص ضرورت اور شرعی عذر ہو تو زکوٰۃ کی ادائیگی میں تقدیم و تاخیر کی جاسکتی ہے اور آپ کے لئے گنجائش ہے کہ جب شادی کا موقع ہے آپ دو سال کی زکوٰۃ اکٹھی قبل از وقت اسے دے دیں۔

سود کی رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال اگر کسی مسلمان کے پاس ناجائز طریقے سے حاصل کی ہوئی دولت ہے، مثلاً لاٹری اور جوے کے ذریعہ یا پھر کسی اور طریقہ سے، کیا ایسی رقم سے فلاحی کام کئے جاسکتے ہیں؟ جیسے کسی غریب آدمی کا علاج و معالجہ، بے سہارا لڑکیوں کی شادی، یا مسجد بنانا اور کیا ان ناجائز روپوں سے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟ اسی طرح پاکستانی بینکوں کا سودی اکاؤنٹ جس کو (P.L.C.) پی۔ ایل۔ سی اکاؤنٹ کہتے ہیں، جس میں سالانہ ۹۵ فیصد یا ۷۵ فیصد سود اصل زر میں شامل کر کے پھر اس سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ کی رقم کاٹی جاتی ہے، کیا یہ از روئے شریعت جائز ہے اور کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(بشیر احمد، جدہ۔ محمد عبدالرحیم خلیص)

جواب ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت چاہے وہ سود کی رقم ہو یا لاٹری اور جوے کی، سب حرام ہے اور ہر طرح کے مال حرام کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو ثواب و صدقہ کی نیت کے بغیر کسی ضرورت مند غریب و محتاج شخص کو دے دیا جائے، اس کو مسجد کی تعمیر میں

استعمال کرنا یا ذاتی استعمال میں لانا یا اس رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی وغیرہ دُرست نہیں، کیوں کہ شرعاً مالِ حرام کا آدمی مالک ہی نہیں ہوتا اور اس پوری رقم کو بلانیتِ ثواب کسی محتاج کو دے دینا ضروری ہوگا، اس رقم کے ذریعہ صدقہ وثواب کی نیت بھی اس لئے دُرست نہیں، کہ یہ ایک طرح سے صدقہ اور کارِ ثواب کی توہین ہے، احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ:

ان اللہ طیب و یقبل الطیب ۔ (۱)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتا ہے۔

غریب و نادار لڑکیوں کی شادی بیاہ یا ان کے علاج و معالجہ کے لئے یہ رقم انھیں بلا نیتِ ثواب دی جاسکتی ہے۔

مالِ حرام اگر مخلوط ہو یعنی حلال مال کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مال کا غالب حصہ حلال ہو اور کچھ حرام، تو اگر حرام مال کی مقدار معلوم و متعین ہو تو اتنی مقدار، ورنہ اندازاً مالِ حرام بلانیت ثواب کسی مستحق کو دے دینا ضروری ہے، تاہم جب حلال و حرام مال میں تمیز دُشوار ہو تو وہ شخص اس تمام مال کا مالک سمجھا جائے گا، اس پر زکوٰۃ بھی واجب ہوگی اور اس مخلوط مال سے زکوٰۃ ادا کردے تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی، لہٰذا بینک سے زکوٰۃ وصول کرنے کی جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، کیوں کہ یہ زکوٰۃ خاص سود ہی کے حصہ سے وصول نہیں کی جاتی بلکہ مجموعہ سے وصول کی جاتی ہے۔

پی-ایل-سی کے بارے میں ہماری معلومات کے مطابق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر ہے، اگر ایسا ہے تو یہ مضاربت کی قسم ہے، اگر منافع کی قطعی مقدار متعین نہ ہو اور نقصان میں بھی شراکت ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال میں ایک اسپیئر پارٹس کی دُکان پر کام کرتا ہوں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پارٹس میکانیک کو دکھانے کے لئے لے جاتا ہے اور پھر واپس نہیں آتا، نہ جانے وہ

---

(۱) مسند احمد ۳۲۸/۲

دانستہ ایسا کرتا ہے یا بھول کر، بہر حال ہمارا کفیل پارٹس کے پیسے زکوٰۃ یا صدقہ خیرات میں نکال دیتا ہے، کیا یہ دُرست ہے اور اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (منور اقبال، حائل)

جواب ایسے موقع پر نفل صدقہ وخیرات کی نیت کی جاسکتی ہے اور صدقہ وخیرات کا ثواب انشاء اللہ ضرور ملے گا، جیسا کہ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے، لیکن ایسے موقع پر زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے مال علاحدہ کرتے وقت نیت ضروری ہے اور اس صورت میں نیت نہیں پائی جارہی ہے، اس لئے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

حکومت کے ذریعہ زکوٰۃ

سوال پاکستانی بینک میں میری رقم جمع ہے، جس سے ہر سال زکوٰۃ کاٹی جاتی ہے، تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا میں الگ سے زکوٰۃ ادا کروں؟ نیز ہر سال سود کی رقم بھی اس میں جمع ہوتی ہے، جب میں رقم نکالوں گا تو سود کی رقم کسی رفاہی کام میں دے دوں گا؟ (منظور حسین، مکہ مکرمہ)

جواب آپ کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اگر یہ اطمینان نہ ہو کہ زکوٰۃ صحیح مصرف میں استعمال ہوگی تو احتیاطاً الگ سے زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں، سود کی رقم بلانیتِ ثواب کسی مستحق غریب ونادار شخص کو دے دیں۔ بعض علماء نے رفاہی کاموں میں بھی خرچ کرنے کی اجازت دی ہے۔(۱)

مقروض کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے

سوال ایک شخص کے دولڑکے ملازمت کرتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ لوگوں کا کافی مقروض ہے اور اس کی دو بیٹیاں جوان گھر میں ہیں، کیا ایسے آدمی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟ نیز اس کے پاس میرا قرض ہے، اگر میں نیت کرلوں کہ قرض میں سے زکوٰۃ کی رقم اسے چھوڑتا ہوں، تو کیا میری طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (مظہر حسین، مکہ مکرمہ)

---

(۱) كفاية المفتی ۱۰۱/۸

جواب اگر کوئی شخص صاحبِ نصاب نہیں ہے اور قرض میں گھرا ہوا ہے تو اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے اس کی مدد کی جاسکتی ہے (۱) ـــــ البتہ اس کے پاس پہلے سے موجود قرض کی رقم کو اپنی طرف سے زکوٰۃ کی نیت کر کے قرض سے وضع کرنا دُرست نہیں، اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کیوں کہ رقم کسی کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کا ہونا ضروری ہے، چاہے قرض کے نام سے دی جائے، رقم دیتے وقت اگر قرض ہی کی نیت ہو اور بعد میں مقروض کی پریشانی دیکھ کر یا حالات سے مجبور ہو کر کہ اب قرض کی رقم ملنے کی اُمید نہیں یا کسی اور وجہ سے زکوٰۃ کی نیت کرلی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ہاں زکوٰۃ کی نیت سے دوبارہ اسے رقم دے کر اپنا قرض وصول کیا جاسکتا ہے۔ ہدایہ میں ہے: ولا یجوز اداء الزکاۃ الا بنیة مقارنة للأداء أو مقارنة لعزل ما وجب. (۲)

بہن بہنوئی کو زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال میری ایک چھوٹی ہمشیرہ شادی شدہ ہے، لیکن بہنوئی ابھی تک بے روزگار ہیں، کوشش کے باوجود نوکری نہیں مل سکی، وقتاً فوقتاً میں اپنی استطاعت کے مطابق ان کی مالی امداد کرتا رہتا ہوں، کیا میں ان کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہوں؟ نیز نام لئے بغیر اپنے دوست احباب سے زکوٰۃ کی تھوڑی بہت رقم اکٹھی کر کے انھیں دے سکتا ہوں، کیا دوسروں سے مانگنا گداگری کے زمرے میں تو نہیں آئے گا اور کیا کسی کو زکوٰۃ دیتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے؟

جواب بہن بہنوئی اگر ضرورت مند ہوں تو ان کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، بلکہ اپنے رشتہ دار اور اعزہ واقارب میں اگر کوئی مستحق زکوٰۃ ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا دوسروں کو دینے کے مقابلے میں افضل ہے (۳) اس لئے کہ اس میں ایک تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی اور اس کا ثواب ملے گا اور دوسرے یہ ایک طرح سے صلہ رحمی بھی ہے، جو عظیم نیکی ہے، جس کے سبب

---

(۱) سورۂ توبۃ ۶۰ (۲) ہدایہ مع فتح القدیر ۱۲۵/۲

(۳) ردالمحتار ۶۹/۲-۶۸

حدیث میں درازیٔ عمر کی خوش خبری سنائی گئی ہے، یعنی صلہ رحمی عمر میں اضافہ اور برکت کا باعث ہے، اپنے رشتہ داروں کی زکوٰۃ سے مدد کی جائے تو انشاء اللہ صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا۔ واضح رہے کہ اقارب میں شوہر و بیوی، والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، نیز اپنی اولاد اور پوتا، پوتی، نواسا، نواسی کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی۔

اگر آپ کی بہن اور بہنوئی زیادہ ضرورت مند ہوں تو آپ ان کے لئے اپنے دوست احباب سے بھی زکوٰۃ کی رقم اکٹھی کر سکتے ہیں، ورنہ زیادہ بہتر ہے کہ آپ اپنی زکوٰۃ کی رقم انھیں دے دیں، دوسروں کے آگے دستِ سوال دراز نہ کریں، نیز بہن بھائی یا کسی کو بھی زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس کی صراحت کرنا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے، بلکہ دل میں ارادہ، نیت کر لینا کافی ہے کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں۔

ولو كان بعضهم في عياله ولم يفرض القاضي النفقة له عليه فدفعها اليه ينوي الزكاة جاز عن الزكوٰة ۔ (۱)

اگر ان میں سے بعض اس کے خاندان میں ہوں اور قاضی نے اس پر ان کا نفقہ واجب نہ کیا ہو اور اس نے زکوٰۃ کی نیت سے ان کو مال دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

ہدیہ تحفہ وغیرہ کے عنوان سے بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، مگر دل میں زکوٰۃ کی نیت ہونی چاہئے اور دوسرے اس بات کی تحقیق کر لینی چاہئے کہ جس شخص کو آپ زکوٰۃ کی رقم دے رہے ہیں وہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں۔

زکوٰۃ لے کر مصرف میں تقسیم

سوال: الحمدللہ میں اس وقت صاحبِ نصاب ہوں اور مجھ پر زکوٰۃ واجب ہے، لیکن یہاں ملازمت کے سلسلے میں قیام ہے اور کفیل کی طرف سے ہر سال رمضان میں کچھ رقم زکوٰۃ کی مد میں ملتی ہے، کیا میں وہ رقم لے سکتا ہوں اور لے کر اپنے وطن میں مستحق لوگوں میں تقسیم کر سکتا ہوں؟ (سید شکیل احمد، ریاض)

---

(۱) هداية مع الفتح ۲/ ۲۷۰

جواب　جی ہاں! آپ خود تو صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے وہ رقم ذاتی استعمال میں نہیں لا سکتے، لیکن اسے لے کر زکوٰۃ کے مستحقین میں تقسیم کر دیں تو جائز ہے، زکوٰۃ کے اصل مستحقین فقراء مساکین، غرباء، مقروض اور پریشان حال لوگ ہیں، جو خود صاحبِ نصاب ہوں ان کے لئے زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا جائز نہیں۔

عزیز و اقارب کو زکوٰۃ دینا

سوال　کیا زکوٰۃ کی رقم اپنے کسی عزیز ضرورت مند کو دے سکتے ہیں؟

(محمد ادریس انصاری، دمام)

جواب　زکوٰۃ کے زیادہ حق دار اپنے قریبی اعزہ ہی ہیں، بشرطیکہ وہ مستحق اور ضرورت مند ہوں، جیسے بھائی بہن، بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے، بھانجیاں وغیرہ، کیوں کہ اس طرح انشاء اللہ صلہ رحمی کا بھی ثواب ملے گا، البتہ رشتہ داروں میں ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، اسی طرح بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی اور نواسہ، نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

ویجوز دفع الزکوٰۃ الی من سوی الوالدین و المولودین من الأقارب ومن الاخوۃ والا خوات وغیرھم لانقطاع منافع الأملاك بینھم. (۱)

ماں باپ اور اولاد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں مثلاً بھائی بہن وغیرہ کو زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے، اس لئے کہ ان کی ملکیتیں اور منفعتیں جدا جدا ہیں۔

کیا بدعتی کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

سوال　مشرک آدمی کو زکوٰۃ کی رقم دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ مشرک سے میری مراد وہ لوگ ہیں جو قبروں کا طواف کرتے ہیں یا تعویذ گنڈا کرتے اور غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔　(نواب شیر آفریدی، نجران)

جواب　زکوٰۃ کی رقم کے مصارف کے بارے میں سورہ التوبہ کی آیت ۶۰ میں ہماری رہنمائی موجود ہے کہ یہ رقم کن کن لوگوں کو دی جا سکتی ہے؟ اس رقم کا مصرف مسلمان غرباء مساکین

---

(۱) بدائع ۲/۶۳-۱۶۲ محقق ط: بیروت

ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

تؤخذ من اغنیاء هم وترد فی فقراء هم. (۱)

ان کے مالدار لوگوں سے لے کر ان کے فقیروں میں تقسیم کیا جائے۔

حالات کی وجہ سے اگر چہ غیر مسلم کو بھی یہ رقم دی جاسکتی ہے، لیکن یہ بہتر اور اچھا عمل نہیں ہے، وہ لوگ جو مسلمان ہو کر بھی شرکیہ اعمال انجام دیتے ہیں ان کو یہ رقم اس نیت سے دی جائے کہ شاید اس اچھے عمل اور خدمت سے وہ آپ کی بات سن لیں اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کرلیں، اگر یہ نیت ہو تو اس قسم کے لوگوں کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز بلکہ مستحسن ہے اور اگر اس قسم کے لوگوں کے بارے میں ہدایت کی توقع نہ ہو تو ان کی مدد نہ کی جائے۔

پانی کے انتظام پر زکوٰۃ کی رقم لگانا جائز نہیں

سوال کیا زکوٰۃ کی رقم پانی کی فراہمی پر لگانا جائز ہے؟ مثلاً ایک علاقہ میں پانی کی قلت ہے، تو وہاں پانی کی فراہمی کے اسباب پر زکوٰۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ (چودھری عبدالرشید، طائف)

جواب زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنا دیا جائے، لہٰذا جہاں ملکیت نہ پائی جائے وہاں زکوٰۃ کی ادائیگی صحیح نہ ہوگی، چنانچہ رفاہِ عام کے کاموں میں جیسے کنواں و نہر کی کھدائی، مساجد و سڑک وغیرہ کی تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم استعمال نہیں کی جاسکتی، ہندیہ میں ہے:

ولا یجوز أن یبنی بالزکاة المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا فیه تملیك. (۲)

زکوٰۃ کی رقم سے مسجد بنانا جائز نہیں، اسی طرح پل، آبدار خانے، سڑکوں کی

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب دعاء النبی صلی الله علیه وسلم اُمته الی توحید الله تبارك وتعالیٰ، حدیث ۷۳۷۱

(۲) الفتاویٰ الهندیه ۱/۱۸۸، الباب السابع فی المصارف، کتاب الزکاة

مرمت، نہر کھودنے، حج، جہاد اور اس مد میں خرچ کرنا جائز نہیں جس کی تملیک نہ پائی جاتی ہو۔

گو کہ پانی کا فائدہ مستحقین زکوٰۃ کو بھی پہنچتا ہے، مگر ان کا مالکانہ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اسی طرح کسی علاقے میں پانی کی کمی ہو تو پانی کی فراہمی میں زکوٰۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں، ہاں اگر کسی ضرورت مند کو رقم کا مالک بنا دیا جائے، پھر وہ اپنی خوشی سے اس مد میں خرچ کرے تو یہ صورت جائز ہے۔

زکوٰۃ سے مظلوم مسلمانوں کی مدد

سوال اپنے مال کی زکوٰۃ بوسنیا، ہرزیگووینا، کشمیر اور دوسرے دُور دراز کے مسلمان مستحقین کو دی جائے یا اپنے رشتہ داروں میں (جو مستحق ہوں) خرچ کی جائے؟ (یار محمد قلندرانی، مکہ مکرمہ)

جواب آپ اپنے مال کی زکوٰۃ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں، ایک حصہ دور دراز کے ملکوں میں مستحق، غریب اور مسکین مسلمانوں کے لئے دے دیں، دوسرا حصہ اپنے رشتہ داروں پر تقسیم کر دیں۔(۱)

زکوٰۃ سے والدین کی مدد

سوال اگر باپ غریب ہو تو کیا اولاد صدقہ یا فطرہ دے کر مدد کر سکتی ہے جب کہ باپ اولاد سے زیادہ سے زیادہ پیسے کی اُمید رکھتا ہو اور اولاد اپنے بال بچوں کے اخراجات بھر ہی کماتی ہو، تو ایسی صورت میں اولاد کو کیا کرنا چاہئے، بال بچوں کو بھوکا رکھ کر باپ کو دینا چاہئے یا بال بچوں کو؟ وضاحت سے جواب مرحمت فرمائیں۔ (فیاض احمد اعظمی، عنیزہ)

جواب والدین کے جملہ اخراجات برداشت کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ اولاد یہ اخراجات برداشت کرنے کے قابل ہو، اگر اولاد خود بیوی بچے والے ہیں اور ان کی مالی حالت زیادہ اچھی نہیں ہے تو اس صورت میں بھی اولاد کو چاہئے کہ والدین کی کچھ نہ کچھ

---

(۱) انما الصدقات للفقراء الخ، توبة ٦٠

خدمت ومدد ضرور کریں، البتہ اگر والدین کی فرمائشیں حد سے زیادہ ہوں، یا زیادہ قیمتی ومہنگی اشیاء کا مطالبہ ہو تو اولاد پر ایسی فرمائشیں پوری کرنا ضروری نہیں ہے، چوں کہ والدین کی دیکھ بھال کرنا اور ان کا خرچہ وغیرہ برداشت کرنا اولاد کی ذمہ داری ہے، اس لئے والدین کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ (۱)

سیاسی جماعتوں کو زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال یہ علم ہونے کے باوجود کہ کوئی سیاسی یا لسانی جماعت دہشت گردی اور قتل وغارت گری میں ملوث ہے، اس کی مالی اعانت کرنا اور زکوٰۃ وصدقات یا قربانی کی کھالیں دینا جائز ہے؟ (نصرت جمال، وہران)

جواب زکوٰۃ فقراء ومساکین کی اعانت کے لئے ہے نہ کہ دہشت گردی اور قتل وغارت گری کرنے، کروانے کے لئے، شریعت نے زکوٰۃ کے مصارف متعین کردیئے ہیں، اس کے علاوہ کسی دوسری جگہ زکوٰۃ کی رقم خرچ نہیں کی جاسکتی، اگر کوئی جماعت چاہے وہ سیاسی ہو یا مذہبی، زکوٰۃ کی رقم کو زکوٰۃ کے مصارف ہی میں خرچ کرتی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کو اس بات کا مکمل اطمینان ہے تو پھر ایسی جماعت کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں۔

سید کو زکوٰۃ دینا

سوال اگر ہمارا کوئی پڑوسی فقیر ومسکین ہے، کھانے پینے کے لئے مجبور ہے، مگر وہ سید ہے تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی ہے؟

جواب صدقاتِ نافلہ کے بارے میں فقہاء کا خیال ہے کہ یہ صدقات ان کو دیئے جاسکتے ہیں، لیکن صدقاتِ واجبہ اور زکوٰۃ دینا دُرست ہے یا نہیں، روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اہل بیت کے لئے صدقہ حرام فرمایا ہے، ایک مرتبہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کی کھجور منہ میں رکھ لی تو آپ ﷺ نے اسے اُگلوادیا اور فرمایا کہ ہم لوگوں کے لئے صدقہ کی اشیاء دُرست نہیں ہیں، جمہور فقہاء امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ سادات

---

(۱) لایجوز الدفع الی أبیه وجده وان علا ولا الی ولده وولده ولده وان سفل (البحر الرائق ۲/۲۴۱ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان)

کے لئے زکوٰۃ کی رقم لینا بالکل جائز نہیں (۱) ـــــ امام طحاویؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ سادات کو ہر طرح کے صدقات دینے میں کوئی حرج نہیں اور امام طحاویؒ کے بقول امام ابوحنیفہؒ نے اس رائے کو اس لئے اختیار کیا کہ خمس میں ذوی القربیٰ کا حصہ رکھا گیا تھا، جب یہ اس حصہ سے محروم ہو گئے اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد یہ حصہ بھی دوسروں کی طرف منتقل ہو گیا تو جو زکوٰۃ و صدقات ان پر حرام تھیں، حلال ہو گئیں (۲) گویا سادات کے لئے زکوٰۃ اس لئے حرام تھی کہ ان کو خمس مل رہا تھا، اب یہ مخصوص مد باقی نہیں رہی، اس لئے اب اس مد سے محروم رکھنا مناسب نہیں۔

ممتاز عالم و محقق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے ہے کہ گرچہ مجوزین کی دلیل پر کلام کی گنجائش ہے، لیکن اس زمانہ میں دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کی ذلت سے بچانے کے لئے زکوٰۃ کی اجازت اب ایک ضرورت بن گئی ہے اور ضرورت کی بنا پر قول ضعیف پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فقہاء کی صراحتیں اس سلسلہ میں موجود ہیں۔ (۳)

پاگل کو زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال کیا کسی پاگل شخص کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے؟ (رشید، جدہ)

جواب چوں کہ پاگل شخص اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہوتا، لہٰذا اسے زکوٰۃ نہ دی جائے، البتہ زکوٰۃ کی رقم سے اسے کھانا اور کپڑا وغیرہ خرید اجا سکتا ہے۔ (اگر وہ محتاج و مسکین ہو)

زکوٰۃ بتا کر دینا ضروری نہیں

سوال غسل کرنے کے بعد ہم اکثر عورتیں بالوں کا جوڑا بنا کر ماتھے کے آگے یا پیچھے کی طرف تولیہ سے لپیٹ لیتی ہیں، تا کہ بال جلد خشک ہو جائیں، کیا جوڑے سمیت نماز ہو سکتی ہے؟ نیز یہ بتائیں کہ کسی کو صدقہ خیرات یا زکوٰۃ کی رقم دی جائے تو کیا انھیں بتا کر دینا چاہیے یا بغیر بتائے بھی ان کی مدد کی

(۱) فتح الباری ۳۵۴/۳، الجامع لاحکام القرآن ۱۹۱/۸

(۲) طحاوی ۳۰۱/۱

(۳) دیکھئے: اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ ۱۳۰

جاسکتی ہے؟ (آسیہ، بحرین)

جواب نماز دُرست ہے، البتہ نماز کی حالت میں بال کھلے نہیں رہنے چاہئیں، اسی طرح صدقہ، خیرات یا زکوٰۃ کی رقم سے کسی مستحق اور ضرورت مند کی مدد کی جاسکتی ہے، اس کو یہ بتانا ضروری نہیں کہ یہ صدقہ یا زکوٰۃ کی رقم ہے، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

لم يحتج إلى أعلامه انها زكوٰة . (۱)

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے۔

صدقہ کے مستحق لوگ

سوال کچھ لوگ اللہ کے نام پر صدقہ و خیرات کرتے ہیں، پھر اس کو چاہے وہ کھانے کی شکل میں ہو یا نقد کی شکل میں ہو، سب امیر غریب اپنے استعمال میں لاتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟ (عزیز خاں، ریاض)

جواب اگر کوئی شخص کھانا پکاتا اور تقسیم کرتا ہے، یا نقد رقم بانٹتا ہے، یا کوئی جانور ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کرتا ہے اور وہ صدقہ واجبہ ہو، تو یہ صرف غرباء و مساکین، نادار، یتیم اور بیوہ وغیرہ کا حق ہے اور یہی لوگ اس کے مستحق ہیں، کوئی بھی صاحبِ حیثیت یعنی وہ شخص جو خود کماتا اور کھاتا پیتا ہو اور اس کی معاشی حالت اچھی ہو، اسے ایسی چیز کے لینے یا کھانے پینے کا حق نہیں (۲) —— شرعاً اس کے لئے یہ ناجائز ہے، البتہ اگر یہ کھانا وغیرہ صدقہ واجب نہیں بلکہ ہدیہ ہو یا کسی خوشی و مسرت کے اظہار کے لئے بطورِ صدقہ نافلہ ہو تو اس میں غریب و مالدار دونوں شرکت کر سکتے ہیں۔

حرام مال سے زکوٰۃ اور فلاحی کام

سوال اگر کسی مسلمان کے پاس ناجائز طریقے سے حاصل کی ہوئی دولت ہے، مثلاً لاٹری اور جوے کے ذریعہ یا پھر کسی اور طریقہ سے، کیا ایسی رقم سے فلاحی کام کئے جاسکتے ہیں؟ جیسے کسی بیمار غریب آدمی کا علاج و معالجہ، بے سہارا

---

(۱) المغنی ۹۸/۴ ، فصل و اذا دفع الزكاة إلى من يظنه ، مسئله ۴۲۳ ، كتاب الزكاة

(۲) فتح القدير ۲۰۱/۲ ، إنما الصدقات للفقراء الخ توبة ۶۰

لڑکیوں کی شادی یا مسجد بنوانا اور کیا ان ناجائز روپوں سے زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟ اسی طرح پاکستانی بینکوں کا سودی اکاؤنٹ جس کو (PLS) پی-ایل-ایس اکاؤنٹ کہتے ہیں، جس میں سالانہ ۵۰-۹ فیصد یا ۵۰-۷ فیصد سود اصل زر میں شامل کر کے پھر اس سے ڈھائی فیصد زکوٰۃ کی رقم کاٹی جاتی ہے، کیا یہ از روئے شریعت جائز ہے اور کیا اس طرح زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(بشیر احمد، جدہ)

جواب ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت چاہے وہ سود کی رقم ہو یا لاٹری اور جوے کی، سب حرام ہے اور ہر طرح کے مالِ حرام کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو ثواب و صدقہ کی نیت کے بغیر کسی ضرورت مند، غریب و محتاج شخص کو دے دیا جائے، اس کو مسجد کی تعمیر میں استعمال کرنا یا ذاتی استعمال میں لانا یا اس رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی و حج وغیرہ درست نہیں، کیوں کہ شرعاً مالِ حرام کا آدمی مالک ہی نہیں ہوتا اور اس پوری رقم کو بلا نیتِ ثواب کسی محتاج کو دے دینا ضروری ہے۔ اس رقم میں صدقہ و ثواب کی نیت بھی اس لئے درست نہیں کہ یہ ایک طرح سے صدقہ اور کارِ ثواب کی توہین ہے، احادیث میں رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ :

إنّ الله طيب ويقبل الطيب . (۱)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزہ چیز ہی قبول فرماتا ہے۔

غریب و نادار لڑکیوں کی شادی بیاہ یا ان کے علاج و معالجہ کے لئے یہ رقم انہیں بلا نیتِ ثواب دی جاسکتی ہے۔

مالِ حرام اگر مخلوط ہو یعنی حلال مال کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مال کا غالب حصہ حلال ہو اور کچھ حرام، تو اگر حرام مال کی مقدار معلوم و متعین ہو تو اتنی مقدار ورنہ اندازاً مالِ حرام بلا نیت ثواب کسی مستحق کو دے دینا ضروری ہے۔

اگر مالِ حلال اور مالِ حرام مل جائے اور امتیاز دشوار ہو تو دونوں کے مجموعہ پر زکوٰۃ

---

(۱) مسند احمد ۳۲۸/۲

واجب ہوگی، کیوں کہ مخلوط مال پر اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

پس بینک اصل زر میں جتنے فیصد سود کا اضافہ کرتا ہے، اتنے فیصد یعنی مکمل سود کی رقم بلا نیتِ ثواب کسی غریب کو دے دینا ضروری ہے، بینک اگر خالصتاً سود کی رقم سے زکوٰۃ منہا کرے تو یقیناً زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، لیکن اگر صاحبِ نصاب کے اصل مال سے زکوٰۃ کاٹی جائے اور پھر متعین شرحِ سود ۵۰-۹ فیصد کا اصل زر میں اضافہ کردیا جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی دُرست سمجھی جائے گی، تاہم ۵۰-۹ فیصد سود اس کے مجموعہ مال میں مالِ حرام ہی رہے گا، جس کو کسی ضرورت مند مستحق شخص پر خرچ کردینا ضروری ہوگا۔

پی-ایل-ایس کے بارے میں ہماری معلومات کے مطابق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ نفع، نقصان میں شراکت کی بنیاد پر ہے، اگر ایسا ہے تو یہ مضاربہ کی قسم ہے، اگر منافع متعین نہ ہو اور نقصان میں بھی شراکت ہو تو یہ جائز ہے۔

مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم

سوال کیا زکوٰۃ کی رقم عیدگاہ یا مسجد کی تعمیر میں دی جاسکتی ہے؟

جواب زکوٰۃ کی رقم عیدگاہ یا مسجد کی تعمیر میں نہیں لگائی جاسکتی۔(۱)

صدقۂ فطر

سوال ''صدقۂ فطر'' کسے کہتے ہیں اور یہ کن لوگوں پر فرض ہے؟ اور اس کی فرضیت میں شرعاً کیا حکمت و مصلحت پوشیدہ ہے؟

جواب فطر کے معنی روزہ توڑنے اور ختم کرنے کے آتے ہیں، ماہِ رمضان کے اختتام یعنی روزوں کے ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ نے ایک صدقہ فرض کیا ہے، جس کو اصطلاحِ شریعت میں ''صدقۂ فطر'' کہا جاتا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ روزہ کی حالت میں روزہ دار سے جو لغو اور نامناسب باتیں اور غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں، ان کا کفارہ بھی اس صدقہ سے ہو جاتا ہے(۲) گویا روزہ دار کو پاک کرنے کے لئے یہ صدقۂ فطر فرض کیا گیا ہے، اس کی

---

(۱) لا یبنی بھا مسجدا (ھدایہ ۱۸۴/۱)

(۲) ترمذی ، باب ماجاء فی تقدم الصدقۃ قبل الصلوٰۃ

ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ غریبوں کی مدد کی جاتی ہے اور عید الفطر کی خوشیوں میں وہ لوگ بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

صدقۂ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بالغ ہو یا نابالغ، نابالغ کی طرف سے اس کے سرپرست والد وغیرہ کو صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے (۱) —— حتیٰ کہ وہ اپنے اس بچہ کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کرے جو عید کے دن صبح صادق سے چند لمحے قبل ہی پیدا ہوا ہو، البتہ ایسے شخص پر جو محتاج اور غریب ہو، صدقۂ فطر واجب نہیں ہے، یہ صرف مالداروں پر واجب ہے، ان لوگوں کو بھی ازراہِ احتیاط صدقۂ فطر ادا کرنا چاہئے جو شریعت کی اصطلاح میں مالدار یعنی صاحبِ نصاب تو نہیں لیکن کھاتے پیتے ہیں، محتاج اور ضرورت مند نہیں ہیں، صدقۂ فطر کے لئے روزہ رکھنا بھی شرط نہیں ہے، اس شخص پر بھی واجب ہے جو کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکا ہو۔

صدقۂ فطر کے مستحق

سوال صدقۂ فطر کے مستحق لوگ کون ہیں؟ نیز کیا کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی شخص کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب صدقۂ فطر ان تمام لوگوں کو دیا جا سکتا ہے جن پر صدقۂ فطر واجب نہیں یا جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے (۲) —— ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک آدمی کو دیا جائے یا کئی آدمیوں کو؟ دونوں صورتیں جائز ہیں، اسی طرح کئی آدمیوں کا صدقۂ فطر ایک ہی غریب کو دینا بھی جائز ہے، زیادہ بہتر ہے کہ ایک آدمی کو اتنا دیا جائے کہ وہ اپنی کوئی چھوٹی موٹی ضرورت اس سے پوری کر سکے، یا دو تین وقت بال بچوں سمیت کھا پی سکے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی میں تاخیر

سوال گذشتہ ماہِ رمضان میں ہم کمرہ والوں نے فطرہ کی رقم جمع کی تھی جو کہ مبلغ ۶۰/ ریال ہوئی، جو مجھے بطورِ امانت دی گئی کہ عید الفطر کے بعد یہ پیسے یتیم

---

(۱) ویخرج عن أولاده الصغار إذا كانوا فقراء (بدائع ۷۱/۲)

(۲) مصرف هذه الصدقة ماهو مصرف الزكاة (هندية ۱۹٤/۱)

بچوں کو پاکستان بھیج دیں گے، عید کے بعد میں نے کہا یہ ۶۰/ریال لیں اور جن کے لئے اکٹھے کئے گئے ہیں، ان کو بھیج دیں، لیکن کسی نے بھی یہ ذمہ داری قبول نہ کی اور ایک دوسرے پر ٹالتے رہے، اب اس رقم کو کیا کیا جائے، جب کہ اس پر دس ماہ کا عرصہ گذر چکا ہے، نیز جن کے لئے رقم جمع کی گئی تھی، ان میں سے ایک لڑکا اپنے رشتہ داروں کی مدد سے یہاں سعودیہ پہنچ چکا ہے، کیا میں براہِ راست اسے یہ ۶۰/ریال دے دوں؟ اس کی بھی وضاحت فرمائیں کہ میری جیب میں دس ماہ سے ۶۰/ریال رہے اور میری جیب میں ظاہر ہے اپنی رقم بھی رہتی تھی، اس طرح یہ سب پیسے اکٹھے ہو چکے ہیں اور میں انھیں استعمال کرتا رہا ہوں، کیا مجھے اس کا کوئی کفارہ بھی دینا ہوگا، یا صرف ۶۰/ریال دینے کافی ہوں گے؟ (محمد یوسف۔جیزان)

جواب صدقۂ فطر کی رقم ماہِ رمضان میں عید الفطر سے چند دن پہلے یا زیادہ سے زیادہ عید کے دن نماز سے پہلے کسی مستحق کو ادا کرنا چاہئے، اس سے زیادہ تاخیر مناسب نہیں، اگر کوئی شخص نمازِ عید تک بھی ادا نہ کرے تو اس کے ذمہ سے اس کی ادائیگی ساقط نہیں ہوگی بلکہ اسے ادا کرنا بہرحال ضروری ہوگا، لیکن اس کا وہ ثواب نہیں ملے گا جو نمازِ عید سے پہلے تک ادا کر دینے میں ملتا ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :

فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوٰة الفطر طهرة للصائم من اللغو والرفث وطعمة للمساكين فمن اداها قبل الصلاة فهي زكوٰة مقبولة ومن اداها بعد الصلوٰة فهي صدقة من الصدقات . (۱)

رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا ہے، جو روزہ میں سرزد ہونے والی لغویات اور بے ہودہ باتوں سے پاک کرنے والا اور مسکین کے لئے

---

(۱) ابن ماجه، باب صدقة الفطر، كتاب الزكاة، ابوداؤد، باب زكوٰة الفطر، كتاب الزكاة، حديث ۱۶۰۹

فراہمی غذا کا ذریعہ ہے۔ جس نے نماز سے قبل اس کو ادا کر دیا تو وہ مقبول ہے اور جو نماز کے بعد ادا کرے تو وہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔

صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت

سوال صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت کیا ہے؟ کیا اسے عید کے دن ادا کرنا چاہئے؟ عید سے پہلے بھی ادا کیا جا سکتا ہے؟

جواب نمازِ عید سے قبل صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وقت ہے، نمازِ عید کے لئے عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دینا چاہئے، البتہ غرباء کی آسانی کے لئے رمضان میں کبھی بھی یا عید سے دو چار دن قبل بھی صدقۂ فطر دیا جا سکتا ہے، تاکہ وہ لوگ آسانی سے اپنی ضروریات پوری کر سکیں۔ صحابہ کرام ﷺ کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ وہ عید سے ایک دو دن قبل ہی صدقۂ فطر دیا کرتے تھے، صحیح بخاری کی روایت ہے، نافع ﷺ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما گھر کے چھوٹے بڑے تمام افراد کی طرف سے صدقۂ فطر دیتے تھے اور عمر ﷺ ان لوگوں کو دیتے جو قبول کرتے اور لوگ عید الفطر سے ایک دو دن پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیتے تھے۔(۱)

اگر کوئی شخص نمازِ عید سے قبل صدقۂ فطر ادا نہ کر سکا ہو تو اس سے یہ صدقہ ساقط نہیں ہوگا، بلکہ بعد میں اس کو ادا کرنا ضروری ہوگا، البتہ یہ ثواب کے لحاظ سے عام صدقہ شمار ہوگا۔ ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا، جو روزہ کی لغویات اور بے ہودہ باتوں سے پاک کرنے والا اور مسکین کے لئے فراہمیٔ غذا کا ذریعہ ہے، جس نے نماز سے قبل اسے ادا کر دیا تو وہ مقبول ہے اور جو نماز کے بعد ادا کرے تو وہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔(۲)

---

(۱) صحیح البخاری / کتاب الزکاۃ / باب صدقۃ الفطر علی الحر والمملوك

(۲) ابوداؤد / کتاب الزکاۃ / باب زکاۃ الفطر، حدیث ۱۶۰۹، ابن ماجہ، باب صدقۃ الفطر، کتاب الزکاۃ

اگر غیر مستحق کو صدقۂ فطر دیا جائے

سوال ہم لوگ جس کفیل کے پاس کام کرتے ہیں، وہ ہر سال عید الفطر کے موقع پر زکوۃ، فطرہ ہمیں دے دیتا ہے، کیا وہ فطرانہ ہم استعمال کر سکتے ہیں یا کسی دوسرے حاجت مند کو دیں؟ (محمد صدیق، بحرین)

جواب جس شخص کو زکوۃ یا صدقۂ فطر کی رقم دی جائے گی، اگر وہ شخص اس کا مستحق نہیں تو اسے چاہئے کہ یا تو قبول نہ کرے، یا پھر کسی دوسرے مستحق شخص کو دے دے، خود استعمال نہ کرے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

سوال صدقۂ فطر میں کون سی چیز دی جائے اور اس کی مقدار کیا ہے؟ نیز کیا اس کی قیمت یعنی روپوں کی شکل میں صدقہ کی ادائیگی درست ہے یا نہیں؟

جواب صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور ہے، صحیح بخاری اور بعض دیگر کتبِ حدیث میں یہ روایت موجود ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والأنثى والصغير والكبير من المسلمين وأمر بها أن تؤدى قبل خروج الناس الى الصلاة . (۱)

رسول اللہ ﷺ نے ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو صدقۂ فطر کو فرض قرار دیا ہے، ہر مسلمان پر چاہے وہ غلام ہو یا آزاد، مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا اور لوگوں کو نمازِ عید کے لئے جانے سے پہلے اسے ادا کرنے کا حکم دیا۔

اسی طرح ایک متفق علیہ روایت میں سیدنا ابو سعید خدری ؓ فرماتے ہیں :

كنا نخرج زكوة الفطر صاعا من طعام او صاعا من شعير او صاعا من تمر او صاعا من أقط او صاعا من زبيب . (۲)

---

(۱) صحيح البخارى ۲۰۴/۱ ، باب فرض صدقة الفطر ، كتاب الزكاة ، صحيح مسلم ۳۱۷/۱ باب زكوة الفطر ، كتاب الزكاة ، ترمذى باب ماجاء فى صدقة الفطر

(۲) صحيح البخارى ۲۰۴/۱ ، باب فرض صدقة الفطر ، صحيح مسلم ۳۱۷/۱ ....

ہم صدقۂ فطر ایک صاع غلہ یا ایک صاع جَــو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقیٰ (کشمش) دیا کرتے تھے۔ گیہوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصف صاع سے بھی صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا۔(۱)

جب کہ دوسرے فقہاء کے نزدیک اس میں بھی صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع ہی ہے (۲) — ایک صاع موجودہ پیمائش کے لحاظ سے تقریباً ساڑھے تین کیلوگرام کے برابر ہوتا ہے (۳) گیہوں، جَــو، کھجور، منقیٰ (کشمش) یا پنیر وغیرہ کے بجائے اس کی بازار میں موجودہ قیمت بھی یعنی نقد روپوں کی شکل میں دی جا سکتی ہے، اس طرح بھی صدقۂ فطر ادا ہو جائے گا، نیز اتنی قیمت کا کوئی اور غلہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دیا جا سکتا ہے۔

صدقۃ الفطر اپنے ملک کو بھیجنا

سوال کیا فطرانہ کی رقم ہم یہاں سے اپنے ملک میں بھیج سکتے ہیں؟ یا فون پر اپنے گھر والوں کو بتا سکتے ہیں کہ وہ ہماری طرف سے بھی وہاں فطرانہ ادا کر دیں؟

جواب صدقۂ فطر کی رقم اپنے یا کسی دوسرے ملک کے مستحقین تک بھی پہنچائی جا سکتی ہے، اسی طرح فون وغیرہ کے ذریعہ آپ گھر والوں کو بتا سکتے ہیں کہ وہاں آپ کی طرف سے بھی صدقۂ فطر ادا کر دیں، لیکن زیادہ بہتر و افضل بات یہ ہے کہ آپ اپنا صدقۂ فطر یہیں ادا کریں اور آپ کے گھر والے اپنا فطرہ اپنے ملک میں ادا کر دیں۔

◆◆◆

...... باب زكوة الفطر ، ترمذى ، باب ما جاء فى صدقة الفطر ، كتاب الزكاة

(۱) بدائع الصنائع ۷۲/۲

(۲) قال مالك والشافعي رحمهما الله لايجزى منه أقل من صاع وقال أبو حنيفة واصحابه يجزى من البر نصف الصاع . (بداية المجتهد مع الهداية ۱۱۵/۵)

(۳) جواهر الفقه ۴۲۸/۱ ، رساله " اوزان شرعيه "

پانچواں باب

روزہ

روزہ کب سے فرض ہوا؟

سوال روزہ کی فرضیت کا حکم کب نازل ہوا؟ صحیح رہنمائی فرمائیں۔

جواب ہجرت کے دوسرے سال ۲ھ میں ماہِ رمضان کے روزے فرض کئے گئے، اس سے قبل کسی دن کا روزہ فرض تھا یا نہیں؟ اس میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل کوئی روزہ فرض نہ تھا، جب کہ بعض کا رجحان یہ ہے کہ اس سے قبل یوم عاشورہ کا روزہ، اسی طرح بعض کے نزدیک ایامِ بیض کے روزے فرض تھے، رمضان کے روزوں کی فرضیت کے بعد گزشتہ روزوں کی فرضیت منسوخ ہوگئی اور وہ اب صرف مستحب ونفل باقی رہے، تاہم روایات سے اس کا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ماہِ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے قبل بھی مخصوص ایام جیسے یومِ عاشورہ وایامِ بیض وغیرہ میں روزے رکھا کرتے تھے۔(۱)

روزہ کی حکمت

سوال روزہ کیوں فرض کیا گیا ہے؟ روزہ رکھنے کی حکمت اور اس کا مقصد کیا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

جواب یہ نہایت اہم سوال ہے، ہر روزہ دار کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آخر روزہ کا حقیقی مقصد اور ہدف کیا ہے؟ کیا روزے سے بندے کو صرف بھوکا پیاسا رکھنا مقصود ہے، یا اس کی کوئی حکومت اور مصلحت بھی ہے؟ روزے کا حکم دیتے ہوئے قرآن پاک میں ارشادِ باری ہے "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے، جیسا کہ پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے،

---

(۱) فتح القدير ۳۰۵/۲ ط: مکہ مکرمہ

شاید تم متقی بن جاؤ'' (۱) ـــــ اس آیت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کا حقیقی مقصد اور ہدف ''حصولِ تقویٰ'' ہے اور تقویٰ کے معنی ہیں: ''ہر حال میں اللہ سے ڈرنا اور نیک کام کرتے رہنا'' امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ: ''روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے آپ کو گناہوں سے دُور رکھنے کی مشق کی جائے''۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیضاوی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ روزہ رکھنے کا مقصد مجرد کھانے پینے سے پرہیز نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ شہواتِ نفسانی کا توڑ اور نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بناتا ہے، اگر روزہ رکھنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسے روزے مقبول نہیں (۲) تقویٰ کا حصول اس وقت ہوسکتا ہے جب انسان اپنے آپ کو ہر قسم کے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے دُور رکھے، تقویٰ کے حصول کے لئے روزہ دار کو نہ صرف کھانے پینے سے ایک وقت تک دُور رکھا گیا ہے، بلکہ اسے ہر قسم کے گناہوں سے بھی دُور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روزہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں، بلکہ ہر قسم کے لغو، فضول اور غلط کاموں سے دُور رہنے کا نام ہے'' (۳) ـــــ روزہ دار روزے کی حالت میں اپنے بدن کے تمام اعضاء کی حفاظت کرتا ہے اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے، اپنی نگاہوں کو ہر قسم کی حرام اور ناجائز چیزوں کے دیکھنے سے دُور رکھتا ہے، اپنے کانوں کی حفاظت کرتا ہے، اپنی زبان کو بھی قابو میں رکھتا ہے، اپنے ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاءِ بدن کو صحیح طور پر استعمال کرتا ہے۔ بخاری کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

إذا كان يوم صوم احدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه احد او قاتله فليقل انى امرؤ صائم. (۴)

تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہئے کہ گناہ اور جہالت کے کاموں سے

---

(۱) البقرة ۱۸۳

(۲) فتح البارى ۱۳۲/٤، فضل الصوم، كتاب الصيام ط: قاهره

(۳) صحيح ابن خزيمه، حديث ۱۹۹۷، ابن حبان حديث ۳٤۷۰

(۴) بخارى عن ابن جريج، باب هل يقول إنى صائم إذا شتم؟

دور رہے، اگر کوئی شخص گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو اسے کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔

جو لوگ رمضان المبارک کے مقدس و مبارک مہینے میں بھی روزہ رکھ کر گناہوں سے باز نہیں آتے اور اپنے اعضاء بدن کی حفاظت نہیں کرتے، ان کے بارے میں یہ شدید تنبیہ اور وعید آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه و شرابه. (۱)

جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو محض کسی کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں۔

بلکہ ایک دوسری حدیث میں اس قسم کے روزوں کو ایک طرح کی بھوک ہڑتال قرار دے کر اسے ناقابلِ قبول قرار دیا گیا ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

ربّ صائم ليس له من صيامه الا الجوع. (۲)

بہت سارے روزہ دار ایسے ہیں جن کو ان کے روزوں سے صرف بھوک اور پیاس ہی ملتی ہے۔

یعنی ان کے حصے میں روزہ کا اجر و ثواب نہیں آتا اور وہ اس کے مستحق قرار نہیں پاتے، لہٰذا ہر روزہ دار کو روزہ کی حالت میں خصوصاً گناہوں سے بچنے کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے اور حصولِ تقویٰ کی زیادہ سے زیادہ فکر کرنی چاہئے، تاکہ اس کے روزے اللہ کے یہاں شرف و قبولیت سے نوازے جائیں اور رمضان کے بعد بھی وہ تقویٰ کے راستہ پر قائم رہ سکیں۔

ختم قرآن مجید پر روزہ کی فرضیت

سوال میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ جو آدمی قرآن مجید ایک بار ختم کرے تو

---

(۱) بخاری عن ابی هریرة، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم

(۲) ابن ماجه، عن ابی هریرة، باب ماجاء في الغيبة و الرفث للصائم

اس پر روزہ فرض ہو جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نہیں، تو روزہ کس عمر میں فرض ہے؟ (عبدالصمد، وقار ملک خمیس مشیط)

جواب قرآن پاک کے پڑھنے یا ختم کرنے کا روزہ کی فرضیت سے کوئی تعلق نہیں ہے، روزہ رکھنا ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے، سوائے بیمار و مسافر کے، کہ وہ دوسرے ایام میں ان روزوں کی قضا کرے گا۔ ومن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر (۱) مسلمان پر رمضان کے روزے بالغ ہونے کے بعد فرض ہو جاتے ہیں۔

ماہِ رمضان میں وقت کا بہتر استعمال

سوال بعض روزہ دار رمضان المبارک کے مبارک ایام میں دن بھر سوتے رہتے ہیں اور رات جاگ کر گزارتے ہیں، یہ عمل کیسا ہے؟

جواب رمضان المبارک کا ایک ایک لمحہ دوسرے شب و روز کے گھنٹوں پر بھاری ہے، یہ تو عبادت و اطاعت اور نیکیوں کا مہینہ ہے، روزہ دار اس مبارک ماہ میں جہاں کھانے پینے اور دوسرے گناہوں سے دور رہتا ہے، وہیں اپنے نفس کا تزکیہ و اصلاح بھی کرتا ہے، بعض لوگ اس مہینے کو نیند کا مہینہ سمجھ لیتے ہیں، بعض روزہ دار روزہ کی حالت میں عام دنوں سے زیادہ سستی اور کاہلی اور کام چوری کے عادی ہو جاتے ہیں، بعض لوگ اپنے اوقات کو اِدھر اُدھر فضول ضائع کرتے پھرتے ہیں۔ صحابہ کرام ؓ نے اسی ماہِ مبارک میں جہاد بھی کیا ہے، راتوں کی عبادت بھی کی ہے اور ایک دوسرے کے دُکھ دَرد کو بانٹ کر صلہ رحمی و اخوت کو عام کیا ہے، روزہ دار کو اپنے اوقات تلاوت، ذکر، استغفار اور دوسری عبادت میں صرف کرنے چاہئیں اور اپنے رشتہ داروں، دوست احباب کے یہاں ملاقات اور غریبوں و ناداروں کی خبر گیری کر کے اپنے اوقات کو قیمتی بنانا چاہئے، دن ہو کہ رات زیادہ سو کر یا فضول کاموں میں لگ کر اپنا قیمتی وقت اور رمضان کے قیمتی لمحات ضائع کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

روزہ کا حکم

سوال روزہ کس پر فرض ہے اور اس کی فرضیت کا حکم کب نازل ہوا؟

---

(۱) البقرة ۱۸۵

جواب رمضان کا روزہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے، جو کہ عاقل و بالغ ہوں (۱) —— نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، لیکن وہ سن شعور تک پہنچیں تو عادت کے لئے ان سے روزے رکھوانا چاہئے۔ روزوں کی فرضیت کا حکم ۲/ ہجری میں ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ارشادِ باری ہے :

فمن شهد منكم الشهر فليصمه . (۲)

جو کوئی شخص بھی رمضان کا مہینہ پائے اس کو چاہئے کہ وہ روزہ رکھے۔

رمضان کی افضل عبادت

سوال رمضان المبارک میں سب سے افضل کون سی عبادت ہے؟

جواب یوں تو ماہِ رمضان میں ہر عبادت کا ثواب غیر رمضان سے کئی گنا زائد ملتا ہے، لیکن چوں کہ رمضان روزہ کا مہینہ ہے، جس کی بنا پر اسے ماہِ صیام بھی کہا جاتا ہے اور یہ روزے مسلمانوں پر فرض بھی ہیں، لہٰذا رمضان کی سب سے افضل عبادت یہی ہے کہ اہتمام سے تمام آداب و شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے رمضان کے روزے رکھے جائیں، اس کے علاوہ یہ مہینہ ''قرآن کا مہینہ'' بھی ہے، اسی مہینے میں قرآن پاک نازل کیا گیا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں صراحتاً مذکور ہے : شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (۳) اس لئے اس مہینے میں تلاوتِ قرآن بھی اہم عبادت ہے، نیز احادیث میں رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں اس ماہِ مبارک میں کثرت سے جود و سخا کرنے کا ذکر بھی آتا ہے (۴) —— لہٰذا اس مہینے میں اپنی استطاعت کے مطابق کثرت سے صدقہ و خیرات بھی کرنا چاہئے، اس کے علاوہ جو بھی نیک کام آدمی کر سکتا ہے، اس کو ضرور کرے، مثلاً نوافل کی کثرت، ذکر اللہ اور استغفار کی کثرت یا ضرورت مندوں اور محتاجوں کی مدد و اعانت وغیرہ۔

---

(۱) الفتاوى الهندية ۱/۱۹۵ ، فتاوى غياثيه ۴۹

(۲) البقره ۱۷۵ (۳) البقرة ۱۸۵

(۴) بخاری عن ابن عباس، باب اجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، نسائي عن ابن عباس، باب الفضل و الجود في شهر رمضان

رمضان کے معنی

سوال رمضان کس زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی کیا ہیں؟ نیز ماہِ رمضان کو رمضان کیوں کہتے ہیں؟

جواب رمضان عربی زبان کا لفظ ہے، جو الرمضاء سے نکلا ہے، جس کے معنی گرمی کی تیزی، شدت اور تپش کے ہیں، شدید گرمی والے دن کو علماءِ لغت ''رمض الیوم'' کہتے ہیں، اسی طرح جب کوئی پرندہ پیاس سے بے چین ہو جائے تو اسے بھی ''رمض الطائر'' کہتے ہیں (۱) — ماہِ رمضان میں روزہ رکھنے اور اس کی وجہ سے طویل وقت تک کھانے پینے سے پرہیز کی وجہ سے روزہ دار کے منہ اور پیٹ میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے، اس بناء پر اس کو ماہِ رمضان کہتے ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ رمضان کو رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ انسان گناہوں کی کثرت کی وجہ سے اپنی زندگی کو تباہ و برباد کر لیتا اور جہنم کی سختی اور تپش کا مستحق ہو جاتا ہے، پھر اس عالم میں جب رمضان کا مہینہ آتا ہے اور وہ شخص اس مبارک مہینے میں عبادات اطاعات کی کثرت اور توبہ واستغفار کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ معاف فرما کر دوزخ سے آزادی دے دیتے ہیں، گویا اس کے حق میں اس کے گناہوں اور نارِ جہنم کی تپش ختم ہو جاتی ہے اور یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے، اس لئے اسے رمضان کہا گیا۔

روزہ کی نیت

سوال کیا روزہ رکھنے کے لئے فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے یا بعد میں بھی کی جا سکتی ہے؟

جواب جمہور فقہاء کے نزدیک رمضان المبارک کے روزوں کی ادائیگی کے درست ہونے کے لئے رات ہی میں یا صبح صادق سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے، ورنہ روزہ صحیح نہ ہوگا، مثلاً اگر کسی شخص کا بیماری یا سفر یا کسی اور وجہ سے روزہ کا کوئی ارادہ نہ تھا، لیکن صبح اس نے ارادہ کر لیا اور روزہ رکھ لیا تو اس کا یہ روزہ نفل تو ہو سکتا ہے، فرض شمار نہ ہوگا، کیوں کہ نفل روزہ

---

(۱) المعجم الوسیط ۳۷۳/۱

کی نیت زوال سے قبل تک بھی کی جا سکتی ہے اور فرض روزہ کی ادائیگی کے لئے رات میں یا صبح صادق سے پہلے نیت کر لینا ضروری ہے۔ یہ رائے امام احمدؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نصف نہار شرعی تک نیت کر سکتا ہے۔(۱)

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے زبان سے چند الفاظ کا کہنا ضروری نہیں، بلکہ نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، اگر رات سوتے وقت دل میں ارادہ تھا کہ کل روزہ رکھوں گا تو یہ بھی کافی ہے، یا رات کو کوئی ارادہ نہ تھا لیکن صبح صادق سے پہلے ارادہ کر لیا تو بھی درست ہے، زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

قضا روزہ

سوال رمضان المبارک میں عورت سے ایامِ مخصوصہ کے روزے جو چھوٹ جاتے ہیں، بعد میں اگر وہ عورت روزہ رکھنا چاہے اور رات کو تقریباً گیارہ بجے کھا پی کر روزہ کی نیت کر کے سو جائے، تو کیا اس کا یہ روزہ درست ہوگا یا نہیں؟ نیز نفل روزوں میں بھی رات کو سونے سے قبل کھا پی کر روزہ کی نیت کر کے سو جائیں تو روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ (ایک سائل، مکہ مکرمہ)

جواب رمضان کے قضا روزوں کی نیت رات میں یا صبح صادق سے پہلے کر لینا ضروری ہے(۲)— اور نیت کے لئے زبان سے کسی قسم کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، صرف دل کا ارادہ ہی کافی ہے، بلکہ درحقیقت دل کے ارادہ کا نام ہی نیت ہے۔ اگر سونے سے قبل کسی شخص نے یہ نیت کر لی کہ کل رمضان کا قضا روزہ رکھوں گا تو اس کا یہ روزہ درست ہے، رات میں یا صبح صادق سے پہلے تک روزہ رکھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا، پھر دن کے کسی حصے میں خیال آیا کہ چوں کہ کچھ کھایا پیا نہیں اس لئے آج رمضان کا قضا روزہ رکھ لوں گا، تو اس کی یہ نیت معتبر نہیں اور قضا روزہ درست نہ ہوگا، البتہ نفل ہو جائے گا، اس لئے کہ نفل روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری نہیں، زوال سے پہلے تک بھی نفل روزے کی نیت کی جا سکتی ہے۔

---

(۱) المغنی ۷/۳، الفتاویٰ الهندیه ۱۹۵/۱، الباب الاول، کتاب الصوم

(۲) المغنی ۷/۳، الهندیه ۱۹۶/۱، الباب الاول، کتاب الصوم

ایامِ بیض کے روزے

سوال ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنے کی اصل کیا ہے؟ کچھ ہمارے جاننے والے اس کا بہت اہتمام کرتے ہیں، کہیں یہ بدعت تو نہیں؟

جواب ہر ماہ تین دن کے روزے رکھنا مستحب اور بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے، بلکہ اگر کوئی شخص ہر ماہ تین روزے رکھے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے اس نے ساری زندگی روزہ رکھا ہو۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من صام ثلثة ایام من کل شھر فذلک صوم الدھر . (۱)

جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے اس نے گویا ساری زندگی کے روزے رکھے۔

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی اللہ تعالیٰ کے یہاں دس نیکیوں کے برابر ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا گیا، اب اگر کوئی شخص مہینہ میں تین روزے رکھے تو اجر وثواب کے لحاظ سے تیس دن یعنی پورا مہینہ روزے رکھنے کی طرح ہے، اس طرح جو ہر ماہ پابندی سے تین روزے رکھے، اس کو ساری زندگی روزہ رکھنے کا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ سنن ترمذی کی روایت ہے کہ سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو ہر مہینے تین روزے رکھے تو گویا اس نے سال بھر روزے رکھے (۲) — اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سچ فرمایا کہ جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اسے دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا، چنانچہ آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر ماہ تین دن روزے رکھنے کی تاکید فرمائی (۳) جن میں سیدنا ابو ہریرہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ متفق علیہ روایت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اوصانی خلیلی بثلاث صیام ثلثة ایام من کل شھر و رکعتی

---

(۱) ابن ماجہ عن ابی ذر ، باب ماجاء فی الصیام ثلاثة ایام من کل شھر

(۲) ترمذی عن ابی ذر ، باب ما جاء فی صوم ثلاثة من کل شھر

(۳) ترمذی عن ابی ھریرة باب ما جاء فی صوم ثلاثة من کل شھر

الضحیٰ وان اوتر قبل ان انام . (۱)

مجھے میر خلیل ﷺ نے تین چیزوں کی نصیحت کی، ہر ماہ تین دن روزے رکھنے اور چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھنے کی اور اس بات کی کہ میں سونے سے پہلے ضرور وتر پڑھ لوں۔

یہ تین روزے ہر ماہ کسی بھی دنوں میں رکھے جا سکتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے بارے میں بیان کرتی ہیں :

کان لایبالی من ایه صام . (۲)

آپ ﷺ اس بات کی فکر نہیں فرماتے تھے کہ مہینہ کے کس حصہ میں روزے رکھیں۔

یعنی ہر ماہ کوئی بھی تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ ﷺ ہفتہ، اتوار، پیر اور کبھی منگل، بدھ، جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ ترمذی کی روایت ہے کہ امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

کان رسول ﷺ یصوم من الشهر السبت والأحدو والاثنين ومن الشهر الآخر الثلاثاء والأربعاء والخميس . (۳)

رسول اللہ ﷺ ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار، پیر کو روزے رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ منگل، بدھ اور جمعرات کو روزے رکھا کرتے تھے۔

کسی مہینہ میں ایسا بھی ہوتا کہ ایک ہفتہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھ لیتے اور اگلے ہفتہ صرف پیر کے دن کا روزہ رکھتے۔ اس طرح مہینہ میں تین کی گنتی پوری فرما لیا کرتے تھے،

---

(۱) صحیح البخاری، عن ابی ہریرہ ۱ /٦٦٦، باب صیام البیض الخ کتاب الصوم، ترمذی عن ابی ہریرۃ، باب ما جاء فی صوم ثلاثة من کل شهر

(۲) ترمذی عن ابی یزید الرشک، باب ماجاء فی صوم ثلاثة من کل شهر

(۳) ترمذی عن عائشة باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس

جیسا کہ نسائی کی روایت ہے سیدہ امّ سلمہ فرماتی ہیں : ''رسول اللہ ﷺ ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے، ایک ہفتہ میں پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے اور اگلے ہفتہ صرف پیر کے دن کا روزہ رکھتے تھے''۔(۱)

ان احادیث کے علاوہ بعض اور روایات سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر ماہ متعین تاریخوں میں تین دن روزہ رکھنا رسول اللہ ﷺ کا مستقل اور دائمی معمول نہیں تھا، جو یقیناً حکمت و مصلحت پر مبنی ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص ماہ کے تین روزے کسی بھی تاریخ میں رکھ لے کوئی حرج نہیں، لیکن صحابہ کرام ﷺ کو آپ مہینہ کے تین دن کے روزوں کے سلسلے میں اکثر ایامِ بیض کی ترغیب دیا کرتے تھے، اس لئے ان ایام میں روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

ہر قمری مہینہ میں ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے دنوں کو ''ایامِ بیض'' کہتے ہیں۔ ترمذی اور نسائی کی روایت ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری ﷺ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

إذا صحبت شيئًا من الشهر فصم ثلث عشرة و اربع عشرة وخمس عشرة . (۲)

اے ابوذر ! جب تم مہینہ کے تین روزے رکھو تو تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخوں کے روزے رکھو۔

ابوداؤد کی روایت ہے کہ قتادہ بن طحان ﷺ راوی ہیں، فرماتے ہیں : رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کو حکم فرماتے تھے کہ ہم ایامِ بیض یعنی مہینہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا کریں اور فرماتے تھے کہ یہ روزے اجر وثواب کے لحاظ سے ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہیں۔(۳)

کفارۂ قسم اور ایامِ بیض کے روزے

سوال میں نے ایک برے کام کے نہ کرنے کے لئے اللہ کی قسم کھائی، مگر دوبارہ وہ

---

(۱) نسائی عن امّ سلمة ، باب كيف يصوم ثلثة ايام من كل شهر الخ

(۲) نسائی عن ابی ذر ، باب ذكر الاختلاف على موسىٰ بن طلحة في الخبر في صيام ثلثة ايام من شهر

(۳) ابوداؤد عن قتادة ، باب في صوم الدهر تطوعا

کام کر بیٹھا، پھر قرآن مجید کی قسم کھائی کہ اب یہ کام نہیں کروں گا، مگر اس کے بعد وہ کام سرزد ہو گیا، جس کی وجہ سے بڑی بے چینی ہے، ایک دوست نے کہا کہ آپ ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ رکھا کریں، میری رہنمائی فرمائیں اور ان تاریخوں میں روزوں کی حیثیت سے آگاہ کریں۔

(صابر بن ابرار، ریاض)

جواب بار بار قسم کھانا کوئی پسندیدہ بات نہیں، آپ بغیر قسم کھائے اس کام کو ترک کرنے کی کوشش کیجیے اور مضبوط ارادہ کیجیے، انشاء اللہ وہ برا کام آپ سے چھوٹ جائے گا، نیز اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت اور توفیق کی بھی دعا کرتے رہیے، کیوں کہ اللہ کی مدد و توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنا آسان ہے اور نہ برائی کو ترک کرنا، نیز قسم جب بھی بدرجہ مجبوری کھائی جائے، اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی جائے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ قرآن پاک یا کسی اور چیز کی قسم کھانا صحیح نہیں۔

آپ نے چوں کہ قسم کھا کر اسے توڑ دیا ہے، لہٰذا اس قسم کے توڑنے کا کفارہ ادا کریں۔ ایک مرتبہ قسم کے توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دو وقت اپنی استطاعت کے مطابق کھانا کھلائے یا انھیں کپڑا پہنائے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو مسلسل تین دن کے روزے رکھے، یہ روزے کبھی بھی رکھے جا سکتے ہیں، مخصوص دن یا تاریخوں میں ان کا رکھنا ضروری نہیں۔

ہر قمری مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخوں کو ''ایامِ بیض'' کہا جاتا ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ صحیح احادیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ آپ ان دنوں میں روزہ رکھا کریں تو بڑی اچھی بات ہے۔ رسولِ کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام ؓ کو بھی اس کا حکم فرمایا تھا(۱) —— اور خود آپ ﷺ کا معمول بھی تھا، البتہ یہ روزے نفل ہیں، فرض و واجب نہیں، نیز آپ کے قسم کھانے اور توڑنے کے معاملے سے اس کا کوئی تعلق نہیں، فی نفسہٖ ان دنوں میں روزہ رکھنا افضل ہے اور بڑے ثواب کی بات ہے۔

---

(۱) نسائی عن ابی ذر، باب ذکر الاختلاف ..... فی الخبر فی صیام ثلاثۃ ایام

شوال کے روزے

سوال شوال کے چھ روزے مسنون ہیں کہ واجب؟ نیز یہ روزے تسلسل سے عید کے بعد فوراً رکھے جائیں یا پورے مہینے میں کسی بھی وقت رکھے جاسکتے ہیں؟

جواب رمضان المبارک کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا سنت ہے اور یہ نفل روزے ہیں، فرض وواجب نہیں، احادیث میں ان روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

من صام رمضان ثم اتبعه بست من شوال فكأنما صام الدهر .(١)

جس کسی نے رمضان کے تمام روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے بھی رکھے، گویا کہ وہ سال بھر روزے سے رہا اور اس نے پورے سال روزے رکھے۔

یہ اس طرح کہ ایک نیکی دس کے برابر ہے، جیسا کہ خود قرآن میں ہے(٢) ——— پس رمضان کے تیس دن، تین سو دن کے برابر اور شوال کے چھ دن، ساٹھ دنوں کے برابر ہوئے تو مجموعی طور پر یہ تین سو ساٹھ دن بنے، جو کہ پورا ایک سال ہے۔

شوال کے روزے عید کے بعد فوراً اور تسلسل سے رکھنا ضروری نہیں ہے، پورے مہینے میں کبھی بھی اپنی سہولت سے یہ روزے رکھے جاسکتے ہیں(٣) ——— اگر کسی کے رمضان کے روزے باقی ہوں تو اسے چاہئے کہ پہلے اپنے قضا روزے رکھے، کیوں کہ وہ فرض ہیں اور پھر بعد میں شوال کے روزے رکھے۔

یومِ عرفہ کا روزہ

سوال کیا یومِ عرفہ یعنی ٩ ذوالحجہ کا روزہ رکھنا ہر شخص کے لئے مسنون عمل ہے؟ نیز اس کی فضیلت کیا ہے؟

جواب ٩/ذوالحجہ (یوم عرفہ) کا روزہ ہر شخص کے لئے سنت ہے سوائے حاجیوں کے، کیوں

---

(١) ابو داؤد عن ابی ایوب ، باب فی صوم ستة ایام من شوال

(٢) الانعام ١٦١ (٣) المغنی ٥٦/٣ ، الهندیه ٢٠١/١

کہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقع پر اس دن روزہ نہیں رکھا، اس لئے حاجیوں کو اس دن روزہ نہ رکھنا ہی بہتر ہے۔ اس روزے کی فضیلت کے بارے میں صحیح مسلم کی ایک حدیث میں جناب رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے سے گذشتہ اور آئندہ دونوں سالوں کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (۱)

نذر کا روزہ

سوال میں نے کسی کام کے لئے روزہ رکھنے کی منت مانی تھی کہ اگر میرا وہ کام ہو گیا تو میں روزہ رکھوں گا، میرا وہ کام نہیں ہوا، اس لئے میں نے روزہ بھی نہیں رکھا، کیا روزہ رکھنا ضروری ہے؟ (فیاض احمد اعظمی، عنیزہ)

جواب اگر آپ کا وہ کام ہو جائے تو نذر پوری کرنا یعنی روزہ رکھنا ضروری ہے، ورنہ نہیں:

من نذر نذراً مطلقاً أو معلقاً بشرط ...... و وجد الشرط لزم الناذر (۲)

کسی نے مطلق نذر مانی یا کسی شرط پر معلق کر کے...... اور وہ شرط پائی گئی تو نذر ماننے والے پر اس کا پورا کرنا لازم ہو گا۔

ہوائی جہاز پر افطار کا وقت

سوال ایک آدمی روزہ سے ہے اور جہاز میں سوار ہے، مقامی وقت کے لحاظ سے مغرب ہونے کو ہے، لیکن جیسے جیسے جہاز چلتا جاتا ہے، وقت بڑھتا جاتا ہے، ایسے شخص کے لئے روزہ افطار کرنے کا شرعی حکم کیا ہو گا؟

(غ-ر-عباسی، جدہ)

جواب قرآن و حدیث میں یہ صاف اور صریح حکم موجود ہے کہ روزہ کا وقت طلوعِ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے، اگر کوئی شخص روزہ رکھ کر غروبِ آفتاب سے قبل سفر شروع

---

(۱) ترمذی عن ابی قتادة، باب ما جاء فی فضل صوم یوم عرفة۔ صحیح مسلم / کتاب الصیام / باب استحباب صیام ثلاثة ایام من کل شهر وصوم یوم عرفة، وعاشوراء والاثنین و الخمیس حدیث ۱۱۷۵

(۲) در مع الرد ۳۹/٤

کرے، پھر وہ جیسے جیسے آگے بڑھتا جائے غروب کا وقت بھی بڑھتا جائے تو اس کے لئے اپنے وطن کے وقت کا اعتبار کر کے روزہ افطار کر لینا جائز نہیں، بلکہ جس وقت بھی سورج غروب ہو اور اس کے سامنے رات کی تاریکی شروع ہو جائے اسی وقت روزہ افطار کرنا ہوگا، البتہ اگر کوئی شخص مشقت کی وجہ سے روزہ افطار کر لے تو چوں کہ وہ مسافر ہے، اس لئے اس کے ذمہ صرف روزہ توڑنے کی قضا ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا، نیز سفر کی وجہ سے اس کے لئے روزہ توڑنے کی گنجائش نہ ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْعَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌمِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ . (۱)

جو بیمار یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کر لینی چاہئے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

إن الله عزوجل وضع عن المسافر الصوم . (۲)

اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ کی تخفیف فرمادی ہے۔

افطار پارٹیوں میں شرکت

سوال   ایسی افطاری پارٹیوں میں شرکت کرنا کیسا ہے جو حرام کمائی سے دی جاتی ہوں یا جن پارٹیوں میں افطار کم، گناہ زیادہ ہوتے ہوں؟

جواب   صحیح احادیث میں کسی روزہ دار کو افطار کرانے کی بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

من فطر صائما أو جهز غازيا فله مثل اجره . (۳)

جو کسی روزہ دار کو افطار کرادے یا کسی غازی کا سامان مہیا کرادے تو اس کو اس کے برابر ثواب ملے گا۔

من فطر صائما كان له مغفرة لذنوبه و عتق رقبته من النار و كان له

---

(۱) بقرة ۱۷۵

(۲) ابوداؤد ، باب اختيار الفطر ، كتاب الصوم

(۳) بيهقى ۲٤۰/٤

مثل أجره من غير أن ينقص من أجره شيئ . (۱)

جو کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور وہ دوزخ سے آزاد ہو جائے گا اور روزہ دار کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا اور خود روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

من فطر صائما على طعام و شراب من حلال صلت عليه الملائكة في ساعات شهر رمضان وصلى عليه جبرئيل ليلة القدر . (۲)

جو حلال کمائی سے کسی مسلمان کو کھلا پلا کر روزہ افطار کرائے تو رمضان بھر فرشتے اس کے لئے دُعاءِ رحمت کرتے ہیں اور شبِ قدر میں جبرئیل علیہ السلام اس کے حق میں دُعا کرتے ہیں۔

لیکن آج کل بہت سارے لوگوں نے افطار کی دعوت کو بھی سیاسی مقاصد اور دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے، بعض جگہوں پر تو کھلم کھلا کبائر کا ارتکاب بھی ہوتا ہے، بعض جگہ میزبان اپنی ناجائز آمدنی اور حرام ذرائع سے حاصل شدہ رقم سے یہ بڑی پارٹیاں ترتیب دیتا ہے، اس قسم کے اجتماعات و مجالس چوں کہ خالصتاً گناہ، شہرت، نام و نمود اور بعض دوسرے ناجائز مقاصد کے لئے مرتب کی جاتی ہیں، لہٰذا ان پارٹیوں میں شرکت نہ کرنا ہی زیادہ بہتر اور اچھی بات ہے، کہ کم از کم گناہ اور جرم میں تعاون تو نہ ہو۔

انواع و اقسام کے کھانے اور افطاری

سوال　رمضان المبارک میں عموماً افطاری کے وقت ایک سے زیادہ چیزیں بنائی جاتی ہیں اور انواع و اقسام کے کھانے تیار کئے جاتے ہیں، کیا یہ عمل اسراف میں داخل ہے یا جائز ہے؟　　(خشندہ ظفر یاب قدوسی، ریاض)

جواب　حلال اور مباح اشیا کھانا اور کھلانا جائز، بلکہ پسندیدہ ہے، لیکن اس سے بھی بدرجہا

---

(۱) بیهقی فی شعب الایمان : مشکاة ۱/۶۱۳

(۲) مجمع الزوائد ۳/۱۵۶-۱۵۷ ، ترغیب ۲/۱٤٤

بہتر عمل یہ ہے کہ دوسروں کو کھانا کھلایا جائے، خصوصاً روزہ داروں کو افطاری کرائی جائے اور نادار مفلس غریب لوگوں کو کھانا کھلایا جائے کہ روزہ دار کو افطار کرانا، خواہ وہ معمولی افطاری ہی کیوں نہ ہو اس کے ثواب میں برابر کی شرکت کرنا ہے، البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کھانے پینے کی ان اشیا میں فضول خرچی اور اسراف وتبذیر نہ ہو، حسبِ ضرورت چیزیں بنائی جائیں، تاکہ اسراف جیسے گناہ سے بچا جاسکے، روزہ کا مقصد حصولِ تقویٰ کے ساتھ کم خوری بھی ہے۔ افسوس ہے کہ آج ہمارا رمضان کم خوری کے بجائے ماکولات ومشروبات کا مہینہ بن گیا ہے، یہ کوئی اچھی اور مناسب بات نہیں ہے۔ خواتین کو چاہئے کہ وہ اس بات کا خاص خیال رکھیں، فضول خرچی سے دینی ودنیاوی دونوں نقصان ہیں، جب کہ صدقہ وخیرات سے دینی ودنیاوی دونوں قسم کے فائدے ہیں۔

جمعہ کے دن کا روزہ

سوال کیا جمعہ کے دن روزہ رکھا جاسکتا ہے؟ ایک صاحب نے کہا کہ یہ حرام ہے، صحیح بات کیا ہے؟ (معراج احمد خاں، ریاض)

جواب فی نفسہٖ جمعہ کے دن روزہ رکھنا حرام تو نہیں، لیکن بعض حکمت ومصلحت کی بناء پر رسولِ کریم ﷺ نے تنہا جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، اس لئے صرف جمعہ کے دن نفل روزہ رکھنا درست نہیں، البتہ جمعہ کے دن کے ساتھ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا بھی روزہ رکھ لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، اسی طرح اس دن فرض وواجب روزہ، جیسے قضاءِ رمضان یا نذر کا روزہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم کی ایک روایت میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہمیں ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

لاتختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالي ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الأيام. (۱)

راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام (نماز وعبادت) کے لئے اور دنوں میں

---

(۱) صحيح البخاري حديث ۱۹۸۵، صحيح مسلم حديث ۱۱۴۴، باب كراهة افراد يوم الجمعة بصوم الخ

سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص نہ کرلو۔

ایک متفق علیہ روایت میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے :

لا یصومن احدکم یوم الجمعة الا یوما قبله او بعده ۔ (۱)

تم میں سے کوئی (صرف) جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے، ہاں ان سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا ملا کر رکھ لے۔

اسی طرح ایک روایت ہمیں ملتی ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین جویریہ بنت الحارث کے یہاں تشریف لے گئے، وہ اس دن روزہ سے تھیں، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا تم کل بھی روزہ سے تھیں؟ جواب دیا نہیں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ ام المؤمنین نے جواب دیا نہیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اگر ایسا ہے تو آج بھی افطار کرلو، یعنی روزہ توڑ دو۔ (۲)

پیر اور جمعرات کا روزہ

سوال پیر اور جمعرات کو نفل روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ (محمد طیب حسین، طائف)

جواب پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھنا مستحب یعنی بہتر اور پسندیدہ بات ہے۔ سنن ترمذی کی روایت میں رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہمیں ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : '' پیر اور جمعرات کو اعمال نامے پیش کئے جاتے ہیں، میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میرا اعمال نامہ پیش ہو تو میں روزہ کی حالت میں رہوں''۔ (۳)

لہٰذا ان دنوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حرام روزے

سوال سال میں کتنے دن روزہ رکھنا حرام ہے؟ (غلام محمد، جدہ)

جواب سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے، کسی صورت میں جائز نہیں : عیدالفطر،

---

(۱) صحیح البخاری ۲٦٦/۱ ، عن ابی هریره ، باب صوم یوم الجمعة کتاب الصوم

(۲) صحیح البخاری حدیث ۱۹۸٦ ، ابوداؤد حدیث ۲٤۷۷

(۳) الترمذی عن ابی هریرة ، باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین و الخمیس

عیدالاضحی اور اس کے بعد کے تین دن یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ (۱) اس کے علاوہ بعض صورتوں میں دیگر ایام میں بھی روزہ رکھنے سے شریعت میں منع کیا گیا ہے، مثلاً صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا اور اس دن کو روزہ کے لئے خاص کر لینا اگر اس کے ساتھ جمعرات یا ہفتہ کے دن بھی روزہ رکھ لیا جائے تو جائز ہے، اسی طرح رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو یوم الشک (۳۰ شعبان) کو روزہ رکھنا بھی ممنوع ہے، ہاں اگر کسی شخص کا کسی دن روزہ رکھنے کا معمول ہے اور یومِ شک اسی دن آجائے تو اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہے (۲) —— ایسے ہی صرف دسویں محرم کو روزہ رکھے تو یہ مکروہ ہے، اگر ایک اور روزہ اس کے ساتھ ۹ محرم یا ۱۱ محرم کو رکھ لے تو مکروہ نہیں۔ (۳)

غروبِ آفتاب سے پہلے افطار

سوال ہمارے محلے میں ایک دن غلطی سے پانچ سات منٹ قبل ہی ایک مسجد کی اذانِ مغرب ہوگئی، جب ہم افطار کر چکے تو دوسری مسجدوں سے اذان کی آواز آنے لگی، کیا ہمارا روزہ درست ہوگیا یا قضا واجب ہے؟

جواب غروبِ آفتاب سے قبل افطار درست نہیں، اگر کوئی شخص غلطی سے غروبِ آفتاب سے قبل ہی افطار کر لے تو اس کا روزہ صحیح نہیں، بعد میں اس روزہ کی قضا ضروری ہے۔ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں اسی طرح کا ایک واقعہ پیش آیا تو آپ ﷺ نے روزہ کی قضا کو ضروری قرار دیا، چنانچہ حضرت اسماء بنت ابی بکر ؓ فرماتی ہیں :

افطرنا يوماً في رمضان في غيم في عهد رسول الله ﷺ ثم طلعت الشمس قال اسامة قلت لهشام : امروا بالقضاء ؟ قال : لابُدَّ من القضاء . (۴)

---

(۱) المغنی ۵۱/۳ ، الهندیه ۲۰۱/۱ ، قاضی خان علی هامش الهندیه ۱۰۶/۱

(۲) المغنی ۵۲/۳ ، قاضی خان علی هامش الهندیة ۲۰۶/۱

(۳) هندیه ۲۰۲/۱

(۴) البخاری کتاب الصوم ، باب اذا افطر فی رمضان ثم طلعت الشمس حدیث ۱۵۵۹ ، ابن ماجة حدیث ۱۷۷۴

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے میں بادل کے دن میں ہم لوگوں نے افطار کر لیا، پھر دن نکل آیا، ابو اسامہ کہتے ہیں کہ میں نے ہشام سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کو قضا کرنے کا حکم دیا گیا تھا؟ تو فرمایا قضا تو ضروری ہے۔

یہاں عام طور پر وقت شروع ہوتے ہی یعنی غروبِ آفتاب کے بعد اذان ہوتی ہے، لہٰذا جن لوگوں نے وقت سے قبل دی گئی اذان پر افطار کر لیا، انھیں چاہئے کہ بعدِ رمضان اس روزہ کی قضا کر لیں۔

افطار کی مسنون دُعا

سوال رمضان المبارک میں روزہ افطار کرتے وقت کی مسنون دُعا کیا ہے؟

(زردوست خاں، حائل)

جواب رمضان ہو یا غیر رمضان روزہ افطار کرنے کی مسنون دُعا یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ . (۱)

اے اللہ! میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

پھر افطار کر چکنے کے بعد یہ دُعا پڑھنا بھی مسنون ہے :

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ . (۲)

پیاس دور ہو گئی، رگیں تر ہو گئیں اور روزہ کا ثواب انشاء اللہ ثابت ہو گیا۔

سنن ابو داؤد کی روایت سے ان دونوں دُعاؤں کا پڑھنا نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

روزہ میں تھوک نگلنا

سوال عام حالت میں بھی میرے منہ میں پانی جمع ہوتا ہے، جو زبان کے نیچے رہتا ہے، روزہ میں کیا اس کو نگل سکتے ہیں؟ کیوں کہ روزہ کی حالت میں زیادہ تھوکنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (سمیع الدین، مدینہ منورہ)

---

(۱) ابو داؤد عن معاذ بن زهرة باب القول عند الافطار

(۲) ابو داؤد عن ابن عمر، باب القول عند الافطار

جواب منہ میں پیدا ہونے والے لعاب کو روزہ کی حالت میں نگلنا جائز ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اس کو منہ میں جمع کر کے نگلنا مکروہ ہے، اسی طرح بار بار تھوکنا بھی کراہت سے خالی نہیں، لیکن اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

وما لایمکن التحرز منه کابتلاع الریق لا یفطره . (۱)

اور جس چیز میں رکنا ممکن نہ ہو، مثلاً تھوک نگلنا، تو وہ روزہ کو نہیں توڑتا۔

ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں :

إذا بقی بعد المضمضة ماء فابتلعه بالبزاق لم یفطر لتعذر الاحتراز. (۲)

اگر کلی کرنے کے بعد کچھ پانی رہ جائے اور تھوک کے ساتھ نگل جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کہ اس سے بچنا مشکل ہے۔

روزہ میں سرمہ اور تیل کا استعمال

سوال بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سرمہ لگانا، بالوں میں تیل لگانا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا وغیرہ ان کاموں سے روزہ خراب ہو جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

(عابدسین، الباحہ)

جواب روزہ کی حالت میں مسواک کرنا، سرمہ لگانا، تیل وخوشبو لگانا یہ سب کام جائز ہیں، ان سے روزہ خراب نہیں ہوتا (۳) روزہ کی حالت میں آپ ﷺ نے خود بھی سرمہ استعمال فرمایا۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے :

قالت اکتحل رسول الله ﷺ وهو صائم . (۴)

فرماتی ہیں کہ روزہ کی حالت میں رسول اللہ ﷺ نے سرمہ استعمال کیا۔

---

(۱) المغنی ۳۵٤/٤ ، ط : ریاض

(۲) ردالمحتار ۹۸/۲ ، ط : انڈیا نیز ملاحظہ ہو : الھندیہ ۲۰۳/۱

(۳) الفتاوی الھندیہ ۲۰۳/۱

(۴) ابن ماجه عن عائشة باب ما جاء فی السواك و الکحل للصائم

روزہ میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

سوال ماہِ رمضان میں روزہ رکھ کر مسواک یا ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا کیسا ہے؟ ہمارے کچھ ساتھی دن میں دو مرتبہ ٹوتھ پیسٹ استعمال کرتے ہیں، منع کرنے پر بھی باز نہیں آتے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

(محمد اکرم چودھری، ریاض۔ نعیم اللہ، مکہ مکرمہ)

جواب مسواک کے سلسلے میں اس سے قبل ہم نے جواب دیا تھا کہ روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں مسواک استعمال فرمایا(۱)— البتہ امامِ احمد بن حنبلؒ نے شام کے وقت مسواک استعمال کرنے کو ناپسند کیا ہے۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

واستحب احمدو اسحاق ترک السواک بالعشی . (۲)

امام احمد اور اسحاق نے شام میں مسواک استعمال نہ کرنے کو مستحب کہا ہے۔

اس لئے اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، لیکن ٹوتھ پیسٹ اور ٹوتھ پاؤڈر کا حال اس سے مختلف ہے کہ اس میں ذائقہ بھی محسوس ہوتا ہے، نہ اس کو مسواک کہہ سکتے ہیں اور نہ سنتِ مسواک کی ادائیگی کے لئے اس کی ضرورت ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں پیسٹ یا پاؤڈر کا استعمال کراہت سے خالی نہیں، ہاں عذر کی بنا پر کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ فقہاء کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے :

وکرہ ذوق شیئی و مضغه بلاعذر . (۳)

بلا عذر کسی چیز کا چبانا اور چکھنا مکروہ ہے۔

اور المغنی میں ہے :

ولاباس به مع الحاجة . (۴)

---

(۱) ترمذی ، باب ما جاء فی السواک للصائم من أبواب الصیام

(۲) المغنی ۳۵۹/۴ ، محقق ط : ریاض

(۳) الفتاویٰ الھندیة ۱۹۹/۱ (۴) المغنی ۳۵۹/۴ ، محقق ط : ریاض

بوقتِ حاجت کوئی حرج نہیں۔

یہ سب تفصیلات اس وقت ہیں جب کہ حلق تک پیسٹ کا اثر نہ پہنچے، اگر پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

فإن فعل فوجد طعمه في حلقه أفطر وإلا لم يفطر . (۱)

اگر استعمال کیا اور اس کا مزہ حلق میں پہنچا تو روزہ ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں۔

لہٰذا بہتر یہی ہے کہ روزہ میں اس سے احتیاط برتی جائے۔

روزہ میں مسواک

سوال روزے کی حالت میں اور ویسے بھی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مسواک کرتے ہوئے مسوڑھوں سے خون آنا شروع ہو جاتا ہے، کیا یہ وضو اور روزے کو متاثر کرتا ہے؟ (حبیب الدین خواجہ)

جواب غیر ارادی طور پر بدن کے کسی حصے سے خون کے نکلنے سے روزہ متاثر نہیں ہوتا، چوں کہ مسواک کی وجہ سے آپ کے مسوڑھوں سے خون نکلتا ہے، لہٰذا آپ کوشش کریں کہ مسواک وضو کے دَوران ہی استعمال کریں اور ہلکا استعمال کریں، خون نکلے تو اس کے رُکنے اور بند ہونے کے بعد وضو مکمل کریں۔ روزے کی حالت میں مسواک کا استعمال جائز ہے، اس سے روزہ متاثر نہیں ہوتا، البتہ بہنے کی حد تک خون نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔(۲)

پودینہ وغیرہ کی عرق ملائی ہوئی مسواک

سوال کیا روزہ کی حالت میں مسواک کرنا جائز ہے؟

جواب روزہ دار پورے دن کسی بھی وقت مسواک کر سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا عامر بن ربیعہ ﷺ فرماتے ہیں کہ:

رأيتُ النبي صلى الله عليه وسلم مالا احصي يتسوك وهو صائم (۳)

---

(۱) حواله سابق

(۲) قاضي خان على هامش الهنديه ۱/ ۲۰۴

(۳) ترمذي باب ماجاء في السواك للصائم ، ابواب الصيام

میں نے بے شمار بار نبی کریم ﷺ کو روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

البتہ اس کا خیال رہے کہ یہاں بعض مسواک ایسی ملتی ہیں جن میں مصنوعی طریقہ پر پودینہ یا لیموں وغیرہ کا عرق ملایا جاتا ہے، روزہ کی حالت میں ایسی مسواک نہ کی جائے ورنہ لعاب کے ذریعہ اس کا اثر حلق کے نیچے پہنچ سکتا ہے، اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں :

واختلفت الرواية عنه في التسوك بالعود الرطب فرويت عنه الكراهة ... لانه مغرور بصومه ، لاحتمال أن يتحلل منه أجزاء إلى حلقه فيفطره ، وروى عنه انه لايكره . (۱)

تر مسواک کرنے کے سلسلہ میں امام احمد سے مختلف روایتیں مروی ہیں، ایک روایت کے مطابق مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں روزہ کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے، کہ ممکن ہے اس کے کچھ اجزاء حلق تک پہنچ جائیں اور روزہ ٹوٹ جائے اور دوسری روایت کے مطابق مکروہ نہیں ہے۔

لہٰذا روزہ کی حالت میں پیلو یا نیم کی سادہ مسواک استعمال کی جائے، یہ جائز ہے، اس سے روزہ متاثر نہیں ہوتا۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک خشک اور تر ہر طرح کی مسواک کی جاسکتی ہے، اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بدائع میں ہے :

ولا بأس للصائم أن يستاك سواء كان السواك يابساً أو رطبا ، مبلولاً أوغير مبلول . (۲)

روزہ دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ مسواک سوکھی ہو یا تازہ ہو، بھیگی ہو یا خشک ہو۔

---

(۱) المغني ۳۵۹/٤ ، ط : رياض ، ردالمحتار ۳۷۲/۳ ، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسد ، كتاب الصوم ، ط : ديوبند (۲) بدائع ۲۶۸/۲ ، ط : بيروت

روزہ میں احتلام

سوال احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے، لیکن کیا اس سے روزہ بھی فاسد ہو جاتا ہے؟ (زرین گل، محمد خان خشک، جدہ)

جواب غیر ارادی طور پر یا نیند میں احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ غسل واجب ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو سعید الخدری ﷺ سے مروی ہے :

قال رسول الله ﷺ ثلاث لا یفطرن الصائم الحجامة والقیٔ والاحتلام. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں روزہ دار کے روزہ کو نہیں توڑتیں، حجامت، قئی اور احتلام۔

روزہ میں ہم بستری

سوال آدمی کیا روزے کی حالت میں بیوی کے ساتھ صحبت کر سکتا ہے؟

(اشرف علی، الجمعہ)

جواب روزے کی حالت میں بیوی کے ساتھ صحبت جائز نہیں، اس سے روزہ تو ٹوٹ ہی جائے گا، ساتھ ساتھ روزہ کی قضا اور کفارہ دونوں ادا کرنے ہوں گے، رمضان کے روزوں کو اس طرح عمداً توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کیا جائے یا ساٹھ دن تک مسلسل روزے رکھے جائیں اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلایا جائے، ان ساٹھ روزوں کے تسلسل کے ساتھ ختم ہونے تک بیوی سے صحبت بھی جائز نہیں ہوگی۔ (۲)

مخصوص ایام کے روزے اور نماز

سوال ناپاکی کے ایام میں عورتیں نہ نماز پڑھ سکتی ہیں، نہ روزے رکھ سکتی ہیں، لیکن پاک ہونے کے بعد کیا ان کی قضا ضروری ہے یا وہ معاف ہیں؟

(عارف نور، مکہ مکرمہ)

---

(۱) مشکاۃ عن ابی سعید الخدری ، باب تنزیہ الصوم الفصل الثالث

(۲) مجادلہ ٤

جواب ناپاکی کے ایام میں عورتوں کے لئے نماز تو معاف ہے، پاک ہونے کے بعد ان کی قضا ضروری نہیں، لیکن روزوں کی قضا ضروری ہے۔(۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک عورت نے سوال کیا کہ ایامِ حیض کی نمازیں ہم پر ضروری ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا تو حروریہ ہے؟ ہم میں سے جب کسی کو حیض آتا تو ہم کو قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ امامِ ترمذی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ حائضہ روزہ کی قضا کرے گی، نماز کی قضا نہیں کرے گی۔(۲)

جنابت کی حالت میں روزہ

سوال ہمارے ایک دوست نے رمضان کی ایک رات بیوی سے مجامعت کی، پھر سحری کھا کر روزہ کی نیت کر لی، لیکن غسل انھوں نے صبح دس بجے کیا، کیا ان کا روزہ صحیح ہے؟

جواب جی! روزہ تو صحیح ہے، لیکن نماز ترک کرنے کا گناہ ان کے سر پر ہے، کسی فرض نماز کا چھوڑنا ویسے بھی گناہِ کبیرہ ہے، لیکن رمضان جیسے مقدس اور بابرکت مہینہ میں اور روزہ کی حالت میں نماز چھوڑنے سے یقیناً یہ گناہ اور بھی بڑھ جاتا ہے، اسی طرح اجر و ثواب کے لحاظ سے روزہ بھی ناقص رہے گا، لیکن روزہ کے صحیح ہونے کے لئے پاک ہونا یا نمازوں کا پڑھنا شرط نہیں، اس لئے اس صورت میں روزہ کی فرضیت تو ادا ہو جائے گی مگر ثواب کم ملے گا اور زیادہ دیر تک ناپاک رہنے اور نمازوں کے ترک کرنے کا گناہ زیادہ ہوگا۔(۳)

ماہِ رمضان میں غسل

سوال کیا رمضان المبارک کے دنوں میں غسل کرنے سے روزے پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ (زر دوست خاں خمیس مشیط)

جواب دن میں کسی بھی وقت روزے کی حالت میں غسل کرنے سے روزے پر کوئی اثر

---

(۱) ویسقط عن الحائض الصلاۃ ویحرم علیہا الصوم وتقضی الصوم (ھدایہ ۱/۴۶)

(۲) ترمذی، باب ماجاء فی الحائض انہا لاتقضی الصلوۃ، ابواب الطھارۃ

(۳) المغنی ۳/۳۸

نہیں پڑتا۔ (۱)

روزہ میں سر دھونا

سوال روزہ کی حالت میں گرمی کی وجہ سے سر کو بار بار دھونا یا سر میں تیل لگانا و کنگھی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب گرمی کی شدت کی وجہ سے کئی بار نہانا یا سر کو پانی سے دھونا جائز ہے۔ رسول کریم ﷺ کے بارے میں ایک صحابی ؓ کہتے ہیں :

لقد رأیت رسول اللہ ﷺ بالعرج یصب علی راسه الماء وهو صائم من العطش او من الحرّ . (۲)

میں نے رسول کریم ﷺ کو مقامِ عرج میں دیکھا کہ آپ روزہ سے تھے اور پیاس یا گرمی کی شدت کی وجہ سے سرِ مبارک پر پانی بہا رہے تھے۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں سر میں تیل لگانا اور کنگھی کرنا بھی جائز ہے۔ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں :

کلا من الکحل و الدهن غیر مکروہ . (۳)

سرمہ اور تیل میں سے کوئی بھی مکروہ نہیں۔

روزہ کی حالت میں انجکشن

سوال کیا روزہ کی حالت میں آدمی انجکشن لے سکتا ہے؟ مثلاً کوئی شخص روزہ رکھے پھر دن میں کسی وقت اس کی حالت بگڑ جائے تو وہ بطورِ دوا کے انجکشن لے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز ایسی صورت میں اس کے لئے روزہ توڑنے کی بھی اجازت ہے یا نہیں؟ اگر وہ روزہ توڑ دے یا انجکشن لے لے تو بعد میں اس

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) ابو داؤد ، باب الصائم یصب علیه الماء من العطش ، کتاب الصیام ، مسند احمد ۱۴۳،۹۶/۶

(۳) ردالمحتار ۹۸/۲ ، باب ما یفسد الصوم وما لایفسدہ ، نیز دیکھئے : المغنی ۳۵۴/۴ ، ط : ریاض

پر کیا کفارہ واجب ہے؟ (اجمل حسین، ریاض)

جواب روزہ کی حالت میں حلق کے ذریعہ کوئی دوا پیٹ میں پہنچائی جائے تو اس سے روزہ بہر حال ٹوٹ جائے گا، البتہ بطورِ دوا کے انجکشن لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (۱) —— جو انجکشن طاقت وقوت کے ہوتے ہیں، جیسے گلوکوز وغیرہ، اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟ اس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض کی رائے ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، جب کہ بعض دوسرے علماء کے نزدیک اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، چوں کہ یہ "روح صیام" کے خلاف ہے، اس لئے اس سے احتیاط ہی بہتر ہے، روزہ کی حالت میں طبیعت خراب ہو جائے، فوری دوا لینی پڑے یا روزہ توڑنا پڑے تو ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے، اس سے کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا، صرف توڑے ہوئے روزہ کی قضاء ضروری ہے۔ المغنی میں ہے:

وللمريض أن يفطر إذا كان الصوم يزيد في مرضه فإن تحمل وصام كره له ذالك و اجزاه . (۲)

اگر روزہ مرض میں اضافہ کا سبب بن جائے تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اگر روزہ برداشت کر سکتا ہو اور روزہ رکھ سکتا ہو تو افطار کرنا مکروہ ہے، تاہم اس کے لئے یہ کافی ہوگا۔

جنھیں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے

سوال وہ کون سے اعذار ہیں جن کی بناء پر رمضان کے مہینے میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟

جواب رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض ہیں، بغیر کسی شرعی عذر کے روزہ نہ رکھنا حرام و گناہِ کبیرہ ہے، نابالغ لڑکے اور لڑکیوں پر اگرچہ روزہ فرض نہیں، لیکن اگر وہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں تو والدین کو چاہئے کہ ان سے روزہ

---

(۱) ملاحظہ ہو : جدید فقہی مسائل ۱۸۲ ، ط : دیوبند ، انڈیا

(۲) المغنی ۴۰۳/۴ ، مسئلة ۵۰۷ ، كتاب الصيام نيز ملاحظہ ہو : ہندیہ ۲۰۷/۱

رکھوائیں، تا کہ وہ بالغ ہونے کے بعد اس اہم عبادت و فریضہ کے انجام دینے سے عادی ہوسکیں۔ المغنی میں ہے : إذا كان الغلام عشر سنين و اطاق الصيام أخذبه (۱) ــــــ اگر کوئی شخص بیمار ہو کہ اس بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کی قدرت نہیں، یا روزہ رکھنے کی صورت میں بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا اور صحت یاب ہونے کے بعد قضا رکھنا جائز ہے، اگر ایسا مرض دائمی ہو کہ اس سے صحت کی کوئی توقع نہ ہو یا کوئی اتنا ضعیف العمر و بوڑھا ہو کہ روزہ کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر روزہ کے بدلے صدقۂ فطر کی مقدار فدیہ کسی مسکین کو دیدے یا صبح و شام ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے، ارشادِ باری ہے :

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَه فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْن . (۲)

جن کو روزہ کی طاقت نہیں ہے، ان کے ذمہ فدیہ ہے، اور وہ ایک غریب کو کھانا کھلانا ہے۔

اگر مرض ایسا ہو کہ روزہ میں رکاوٹ نہ بنتا ہو تو پھر روزہ رکھنا ضروری ہے لايؤذيه الصوم ، فلزمه كالصحيح (۳) ــــ اسی طرح روزہ میں رکاوٹ بننے والے وقتی امراض میں اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھ کر روزہ کا فدیہ ادا کرے تو اس کا یہ فدیہ معتبر نہیں، اسے عام صدقہ و خیرات کا ثواب انشاء اللہ ضرور ملے گا، لیکن بیماری سے شفا کے بعد روزوں کی قضا ضروری ہوگی۔ اسی طرح حالتِ سفر میں مسافر کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، چاہے سفر آرام دہ ہو یا تکلیف دہ، البتہ سفر میں مشقت لاحق نہ ہو تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اگرچہ روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کر لینے کی بھی اجازت ہے۔ سیدنا عمرو بن اسلمی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میں سفر میں روزہ رکھ سکتا ہوں، کیا اس میں میرے لئے کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا :

هي رخصة الله فمن أخذ بها فحسن و من أحب ان يصوم فلا جناح عليه . (۴)

---

(۱) المغنی ۴۱۲/۴　　　(۲) بقرة ۱۸۴

(۳) المغنی ۴۰۴/۴ ، ط : ریاض ، محقق　　　(۴) نسائی ، باب الصيام فی السفر

یہ اللہ کی طرف سے رخصت ہے، جو اس کو اختیار کرے بہت اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح عورتوں کو ناپاکی کے ایام میں روزہ رکھنا جائز نہیں، البتہ رمضان کے بعد اتنے دنوں کی قضا ضروری ہے۔ عذر کی بناء پر روزہ چھوٹ جائے تو عذر ختم ہونے کے بعد کبھی بھی روزوں کی قضا کی جاسکتی ہے، لیکن اس کے فرض وضروری ہونے کی بناء پر اس میں تاخیر یا سستی و کاہلی مناسب نہیں، بلکہ جتنا جلد ہو سکے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرلینی چاہئے۔

شوگر کے مریض کے لئے روزہ کا حکم

سوال مجھے شوگر کی تکلیف ہے، شوگر جب کم ہو جائے تو طبیعت زیادہ خراب ہو جاتی ہے، ڈاکٹروں کی ہدایت ہے کہ فوراً کچھ کھا پی لینا چاہئے، اگر روزہ میں ایسی حالت ہو جائے اور کھا پی لیا جائے تو اس صورت میں کیا صرف روزہ رکھنا پڑے گا یا کسی کو کھانا کھلایا جاسکتا ہے یا کوئی اور کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

(آرکے، جدہ)

جواب روزہ کی حالت میں بھوک و پیاس کی ایسی شدت ہو جائے کہ اس سے جان کو خطرہ لاحق ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے روزہ دار روزہ توڑنے پر مجبور ہو جائے تو شرعاً روزہ توڑنے کی اجازت ہے(۱) —— اس سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں، اگر کوئی بیماری ایسی ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے آدمی روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے کی صورت میں بیماری بڑھ سکتی ہو تو رمضان میں روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، صحت یاب ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا کرنا ہوگی، فدیہ ادا کرنا کافی نہیں، ہاں اگر مرض دائمی ہو جس سے صحت کی کوئی توقع نہ ہو تو ایسے مریض پر رمضان کے روزے فرض نہیں، بلکہ ہر روزہ کے بدلہ صدقۂ فطر کی مقدار، فدیہ ادا کرنا یا ہر روز ایک مسکین کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ضروری ہے، لہٰذا اگر کوئی شوگر کا مریض ایسا ہو کہ صبح سے شام تک بغیر کچھ کھائے پئے نہ رہ سکتا ہو اور قابل اعتماد مسلمان ڈاکٹر

---

(۱) ملاحظہ ہو : الہندیہ ۲۰۷/۱

اس کو روزہ رکھنے سے منع کرے تو اس کو روزہ نہ رکھنا اور ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرنا جائز ہے، اگر روزہ رکھ لے اور پھر مجبوراً توڑنا پڑے تب بھی اس روزے کا فدیہ ادا کردینا کافی ہے، کفارہ یا قضا کی ضرورت نہیں۔

بیماری میں روزہ کا فدیہ

سوال ہماری والدہ کو گردے کی بیماری کی شکایت ہے، جس کی وجہ سے وہ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتیں، کیا بیمار کے لئے روزے معاف ہیں یا اس کا کفارہ دینا ہوگا؟ نیز کفارے میں روزہ داروں کو کھانا کھلانا ہوگا یا پیسے دینا کافی ہوگا؟ ہم لوگ والدہ کی طرف سے روزہ داروں کو تین سو روپے دیتے ہیں، کیا یہ عمل جائز ہے؟ (عائشہ صادق، جدہ)

جواب اگر بیماری ایسی ہو کہ اب اس کے دُور ہونے کی توقع نہ ہو، تو ایسے بیمار کے لئے رمضان کے روزے معاف تو نہیں، لیکن ہر روزے کے بدلے فدیہ ادا کرنا ہوگا اور فدیہ یہ ہے کہ ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو دو وقت کھانا کھلائے یا اس کے برابر قیمت دے دی جائے، فدیہ کے لئے روزہ دار ہونا ضروری نہیں، بلکہ مسکین و محتاج اور ضرورت مند کو فدیہ کی رقم دی جائے، البتہ اگر بیماری عارضی ہے تو تندرستی کے بعد روزوں کی قضا رکھنا ضروری ہے۔(۱)

روزہ توڑنے کی سزا

سوال جو شخص جان بوجھ کر بلا عذرِ شرعی روزہ نہیں رکھتا یا جو شخص روزہ رکھ کر بلا عذرِ شرعی روزہ توڑ دیتا ہے، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب روزہ اسلام کے پانچ اہم بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے، ہر عاقل، بالغ، صحت مند مسلمان پر رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہے، جیسا کہ قرآن وسنت نے بیان کیا ہے، روزہ نہ رکھنا یا رکھ کر توڑ دینا سنگین جرم ہے اور کبیرہ گناہوں میں ایک بہت بڑا گناہ ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں نے خواب میں کچھ لوگ دیکھے جو اُلٹے لٹکے

---

(۱) بقرة ١٨٤

ہوئے تھے، ان کے منہ کو چیر دیا گیا تھا، جن سے خون بہہ رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ مجھے بتایا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے روزہ افطار کرلیا کرتے تھے، یعنی افطاری سے پہلے ہی بلا عذرِ شرعی روزہ توڑلیا کرتے تھے۔(۱)

روزہ کی حالت میں ضیافت

سوال کیا مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ ماہِ رمضان میں روزہ کی حالت میں غیر مسلم مہمان کی ضیافت کرے اور کھلائے پلائے؟

جواب میزبان کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنے مہمان کی ضیافت اور اس کے اکرام میں نفل روزے کو توڑ دے اور بعد میں اس کی قضا کرلے، رمضان کے مہینے میں فرض روزہ تو توڑا نہیں جاسکتا، لیکن ایسی حالت میں کسی غیر مسلم کی ضیافت کرنے اور اسے کھلانے پلانے میں کوئی قباحت نہیں۔(۲)

سفر میں روزہ

سوال میں رمضان کی ستائیسویں شب حرم شریف میں گزارنا چاہتا ہوں، میری ملازمت ریاض میں ہے، میں یہاں سے ۲۶ ویں روزے کو نکلوں گا، تو کیا مجھے روزہ چھوڑنا پڑے گا، کیوں کہ سفر میں کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوگی، اس لئے میں روزہ چھوڑنا نہیں چاہتا، میری رہنمائی فرمائیں؟

(عبدالرؤف شیخ، ریاض)

جواب سفر اگر آرام دہ ہے اور روزہ رکھنا کسی مشقت و تکلیف کا باعث نہیں ہے تو آپ حالتِ سفر میں بھی روزہ رکھ سکتے ہیں، مشقت ہو تو حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھنا ہی افضل اور بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو آسانیاں دی ہیں وہ پسند کرتا ہے، کہ بندے ان آسانیوں سے مستفید ہوں۔(۳)

---

(۱) صحیح ابن خزیمہ ۲۳۷/۳، حدیث ۱۹۸۶

(۲) ہندیہ ۲۰۸/۱

(۳) ہندیہ ۲۰۵

دو اہم دعائیں

سوال رمضان المبارک کے ان مبارک شب و روز میں یقیناً دعائیں قبول ہوتی ہیں، میں ایک عمر رسیدہ عورت ہوں، اس وقت تقریباً ۸۰ سال کے قریب میری عمر ہوگئی ہے، اسی مناسبت سے عرض ہے کہ کچھ اچھی سی اہم دُعائیں بتادیجئے جو مجھ جیسی بڑھیا پڑھتی رہے، شاید رب کریم ان دعاؤں ہی کی وجہ سے رحم فرماکر نجات و مغفرت کا فیصلہ فرمادے۔ (ایک خاتون، جدہ)

جواب آپ کے پڑھنے کے لئے دو دُعائیں لکھ رہا ہوں، ان دعاؤں کو دوسری دُعاؤں کے ساتھ ملاکر پڑھتی رہیں۔ امام البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی مشہور کتاب ''الادب المفرد'' میں ان دُعاؤں کو نقل کیا ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ عِنْدَ كِبَرِ سِنِّيْ وَانْقِطَاعِ عُمْرِيْ. (۱)

اے اللہ! مجھ پر تو اپنی رزق کا سب وسیع حصہ میرے بڑھاپے اور عمر کے انقطاع کے وقت عطا فرما۔

دوسری دُعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اَطِلْ حَيَاتِيْ عَلٰى طَاعَتِكَ وَاَحْسِنْ عَمَلِيْ وَاغْفِرْلِيْ. (۲)

اے اللہ! میری زندگی کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے دراز فرما، میرے عمل کو اچھا بنا اور میری مغفرت فرما۔

سحری کا وقت

سوال ایک دن سحری کے لئے جب اٹھے تو نماز ہورہی تھی، میرے ساتھی نے کہا کہ چلو جلدی سے ایک دو نوالے کھالیتے ہیں، میں نے اس سے کہا کہ وقت ختم ہوگیا ہے، تو اس نے کہا سورج کی کرنیں نکلنے تک کھا پی سکتے ہیں، پھر

---

(۱) الترغيب والترهيب ۵۸٦ ، باب الادعية الصالحة

(۲) الادب المفرد ۱۰٦/۲ ، باب من دعا بطول العمر

میں نے بھی ایک دو نوالے جلدی سے لئے، مگر دل نہیں مانتا کہ ہم نے صحیح کیا، اس بارے میں ہماری رہنمائی فرمائیں۔ (فضل حبیب شاہ، جدہ)

جواب روزہ کا وقت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے، سحری صبح صادق سے پہلے تک کھائی جاسکتی ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ، ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ .(۱)

کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ تم کو سفید خط صبح روشنی کا متمیز ہو جائے سیاہ خط سے، پھر رات (آنے) تک روزہ پورا کیا کرو۔

آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

لایمنعکم من سحور کم أذان بلال و لا الفجر المستطیل ولکن الفجر المستطیر فی الافق .(۲)

تم کو بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سحری سے نہ باز رکھے اور نہ لمبی سفیدی، لیکن اس سفید روشنی پر رُک جاؤ جو اُفق پر چوڑائی میں پھیلتی ہے۔

اس لئے صبح صادق کے بعد سحری کی نیت سے ایک دو لقمہ کھانا بھی جائز نہیں، اگر کوئی صبح صادق کے بعد کچھ کھا پی لے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا۔ یہاں عام طور پر صبح صادق ہوتے ہی اذانِ فجر ہوتی ہے، لہٰذا احتیاطاً اذان سے دو چار منٹ قبل ہی سحری کھا کر فارغ ہو جانا چاہئے، اذان کے بعد کھانا درست نہیں، آپ دونوں ساتھی اپنے روزہ کی قضا کریں۔

سحری کے بعد صحبت

سوال کوئی شوہر و بیوی اگر سحر کے بعد صحبت کریں تو کیا ان کا روزہ مکروہ ہوگا یا ٹوٹ جائے گا؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔ (محمد حسن، طائف)

جواب روزہ کا وقت صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے، غروب آفتاب کے بعد سے صبح

---

(۱) البقرة ۱۸۷

(۲) ترمذی ، باب ماجاء فی بیان الفجر من أبواب الصوم

صادق تک صحبت و تعلق اور کھانا پینا سب جائز ہے، اگر کوئی شخص روزہ کی نیت سے صبح صادق سے بہت پہلے ہی کھا پی چکا ہو اور صبح صادق میں بھی ابھی کافی وقت ہو تو اس سحری کے بعد صحبت جائز ہے، کیوں کہ شرعاً روزہ شروع ہی ہوتا ہے صبح صادق کے بعد، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ . (۱)

واضح رہے کہ صبح صادق کے بعد اگر عمداً یہ فعل پایا جائے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا، بلکہ روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہوگا اور کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ تک مسلسل روزے رکھے جائیں، اگر تسلسل ٹوٹ جائے تو دوبارہ نئے سرے سے ۶۰ روزے رکھنے ہوں گے، سحری کے بعد صبح صادق سے پہلے صحبت میں شرعاً کوئی کراہت نہیں۔

غسل کئے بغیر سحری

سوال رمضان کے مہینہ میں شوہر بیوی سے صحبت کرے تو کیا عورت صبح غسل کے بغیر سحری کرسکتی ہے، نیز سحری کے بعد کتنی دیر میں غسل کرلینا چاہئے؟ اور سحری کے بعد سو جائے اور صبح چھ سات بجے غسل کرلیا تو اس طرح کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ یا گناہ ہوگا؟ (آسیہ، بحرین)

جواب غسل کئے بغیر سحری کھانا درست ہے، سحری کے بعد جتنا جلد ہو سکے مرد و عورت کو غسل کرلینا چاہئے، تاکہ وقت پر نمازِ فجر باجماعت ادا کی جاسکے، زیادہ سے زیادہ طلوعِ شمس سے قبل غسل کرکے فجر کی نماز ادا کرلینا ضروری ہے، اگر کوئی شخص اسی حالت میں سحری کے بعد سو جائے پھر سورج نکلنے کے بعد اُٹھ کر غسل کرے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، خود نبی کریم ﷺ کے بارے میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

نشهد على رسول الله ﷺ ان كان ليصبح جنبا من غير احتلام ثم يغتسل ثم يصوم . (۲)

---

(۱) بقرة ۱۸۷

(۲) مسلم ، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب ، كتاب الصيام

ہم دیکھتے تھے کہ آپ ﷺ بہ حالتِ جنابت ہوتے اور صبح صادق طلوع ہوجاتی، پھر آپ ﷺ غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

معلوم ہوا کہ بہ حالتِ جنابت سحری درست ہے اور روزہ شروع کرنا بھی صحیح ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی بہ حالتِ جنابت اتنی دیر تک رہے کہ طلوعِ شمس بھی ہوجائے، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ فجر کی نماز چھوٹ جائے گی، جو بہت بڑا گناہ ہے، بالخصوص رمضان شریف کے مبارک مہینے میں تو نماز چھوڑنے کا گناہ اور بھی شدید ہے، اس لئے سورج نکلنے سے پہلے ہی غسل سے فارغ ہوجانا چاہئے، تاکہ فجر کی نماز قضا نہ ہو اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہے، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

سحری کے بغیر روزہ

سوال میں بحمد اللہ تمام روزے مکمل پابندی سے رکھتا ہوں، اب اسی سال کچھ دوستوں نے میرے ذہن میں ایک شک وشبہ ڈال دیا ہے، میں اپنی طبیعت وعادت کے مطابق رات ایک بجے کھانا وغیرہ کھا کر سوجاتا ہوں، سحری کے وقت صرف ایک کپ دودھ یا پانی پی کر روزہ کی نیت کرلیتا ہوں، دوستوں کا کہنا ہے کہ سحری کے بغیر روزہ نہیں ہوتا، کیا میرا یہ عمل درست ہے؟

(ارشاد احمد چغتائی، طائف)

جواب روزہ رکھنے کی خاطر سحری کرنا مستقل سنت ہے، رسولِ کریم ﷺ نے سحری کھانے کی تاکید فرمائی ہے، مثلاً ارشاد ہے: جو روزہ رکھنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ سحری کسی نہ کسی چیز سے ضرور کرلے (۱) — بلکہ رسول اللہ ﷺ نے تو سحری کو غذاءِ مبارک یعنی مبارک کھانا کہا ہے (۲) سحری کو برکت بھی کہا گیا ہے (۳) اس لئے سحری کھانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ۱۲۱/۱ ، عن انس بن مالك ، باب ماجاء فی السحور ، ابواب ماجاء فی الصيام

(۲) سنن النسائی ۲۳۵/۱ ، تسمية السحور غذاء

(۳) سنن النسائی ۱۳۵/۱ دعوة السحور

آپ سحری کے وقت کچھ نہ کچھ کھاپی لیتے ہیں، یہ سحری ہی ہے۔ سحری کا یہ معنیٰ قطعاً نہیں ہے کہ آدمی سحری میں اتنا کھاپی لے کہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ ہو سکے، ہلکی پھلکی غذا بھی کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

السحور كله بركة فلا تدعوه ولو ان يجرع احدكم بساعة من ماء فان الله عزوجل و ملائكته لصيلون على المسحرين . (۱)

سحری میں برکت ہے، اسے ہرگز نہ چھوڑنا، اگر کچھ نہ ہوتو پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا کرو، کیوں کہ سحری کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دُعا کرتے ہیں۔

سحری کی اس فضیلت کے باوجود روزہ کے صحیح ہونے کے لئے سحری ضروری نہیں ہے، اگر کوئی شخص کسی وجہ سے بالکل سحری نہ کھائے اور سحری کے بغیر ہی روزہ کی نیت کر لے تو اس کا روزہ بالکل صحیح اور درست ہے، البتہ وہ سحری کی برکت اور اجر و ثواب سے محروم رہے گا۔

سحری کے لئے بیدار ہونا

سوال سحری کے لئے لوگوں کو اٹھانے یعنی نیند سے بیدار کرنے کے لئے ہمارے یہاں مختلف ٹولیاں سحری کے وقت لوگوں کو نیند سے اُٹھاتی ہیں، کیا یہ کام باعثِ اجر و ثواب ہے؟

جواب کسی بھی نیک کام اور خیر و بھلائی والے عمل کے لئے لوگوں کو دعوت دینا، رغبت دلانا اور کوشش کرنا بڑی نیکی ہے، بلکہ رسولِ کریم ﷺ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا ہے :

ان الدال على الخير كفاعله . (۲)

نیکی کی طرف دعوت دینے والا ایسا ہے جیسے اس نے خود یہ نیکی انجام دی ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے :

---

(۱) مجمع الزوائد عن ابی سعید الخدری ۱۵۰/۳ ، باب ماجاء فی السحور

(۲) ترمذی عن انس ، باب ماجاء ان الدال علی الخیر کفاعلہ ، ابواب العلم

وایماداع دعا الی الھدیٰ فاتبع فان لہ مثل اجر من اتبعہ . (۱)

جس کسی نے ہدایت کی طرف دعوت دی، اس کے لئے ویسا ہی اجر ہے جیسا کہ ان کے لئے ہے جو اس کی دعوت کی وجہ سے ہدایت اختیار کرے۔

سحری کے لئے لوگوں کو نیند سے بیدار کرنا یقیناً ایک بڑی نیکی ہے۔ یہ نیک کام کرنے والے لوگ اگر دو باتوں کا خیال رکھیں تو ان کو تمام لوگوں کے اجر وثواب کے برابر اجر وثواب ملے گا۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ کام پیسہ کمانے، ریاکاری اور دوسری کسی دنیاوی غرض کی خاطر نہ ہو، ورنہ تمام اجر وثواب ضائع ہو جائے گا، البتہ اگر لوگ اپنی طرف سے کچھ دینا چاہیں تو الگ بات ہے، دوسری اہم بات یہ ہے کہ لوگوں کو نیند سے بیدار کرنے کی خاطر ڈھولک وغیرہ کا استعمال نہ ہو، کہ یہ آلاتِ غناء ہیں اور حرام ہیں، اگر ان دونوں باتوں کا خیال رکھا جائے اور اخلاص کے ساتھ یہ کام کیا جائے تو یہ ایک بڑی نیکی ہے۔

خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال　روزہ کی حالت میں ہاتھ پیر زخمی ہو کر خون بہہ جائے یا دانت سے خون نکلے، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ اسی طرح کسی مریض کو خون کی ضرورت پڑے اور روزہ دار اپنا خون دینا چاہے یا خون کے معائنہ کے لئے روزہ دار کو خون دینا پڑے تو کیا ان صورتوں میں روزہ برقرار رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

جواب　جسم سے خون کے بہنے یا کسی کو خون کا عطیہ کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح دانت سے خون نکلے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ حلق کی راہ سے خون پیٹ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ہندیہ میں ہے:

الدم إذا خرج من الأسنان و دخل حلقه إن كانت الغلبة للبزاق لايضره وإن كانت الغلبة للدم يفسد صومه . (۲)

دانت سے اگر خون نکلے اور حلق میں داخل ہو جائے، تو اگر تھوک غالب ہو تو

---

(۱) ابن ماجہ ۱۹/۱ ، عن انس بن مالك باب من سن سنة حسنة أو سيئة

(۲) هندية ۲۰۳/۱

یہ روزہ کے لئے مضر نہیں اور اگر خون غالب ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

خود رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں پچھنا لگانا یعنی خون نکلوانا ثابت ہے۔

چنانچہ سیدنا ابن عباس سے مروی ہے:

احتجم رسول للہ ﷺ وھو صائم محرم. (۱)

رسول اللہ ﷺ نے پچھنا لگوایا ہے اس حال میں آپ روزہ سے تھے اور احرام کی حالت میں تھے۔

کیا فلم دیکھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال کیا روزہ کی حالت میں ویڈیو فلم وغیرہ دیکھنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ ویڈیو دیکھنے سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ موسیقی سننے سے، ان چیزوں سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟ (مقبول الٰہی، ابہا)

جواب یہ اگرچہ مفسداتِ صوم میں سے نہیں ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن ایسے روزے سے کوئی فائدہ بھی نہیں، فلم اور موسیقی وغیرہ حرام کاموں کا ارتکاب عام دنوں میں بھی گناہ اور باعثِ عذاب ہے، لیکن رمضان جیسے مقدس اور مبارک مہینے میں اور روزے کی حالت میں ان کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے، لہٰذا خصوصیت کے ساتھ رمضان المبارک میں اور روزہ رکھ کر ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں روزہ فرض کئے جانے کا مقصد ہی یہ قرار دیا ہے تاکہ اس سے تمہارے اندر تقویٰ اور اللہ سے ڈرنے کی صفت پیدا ہو (۲) ——— اگر کسی درجہ میں بھی یہ مقصد حاصل نہ ہو اور اس کے حصول کی کوشش نہ کی جائے تو روزے کی نیت سے بھوکے پیاسے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں، نہ اس سے روزے کا ثواب مل سکے گا اور نہ روزہ داروں والا مقام ومرتبہ۔

حدیثِ رسول ﷺ میں روزے کے اس پہلو کی طرف بھی کافی توجہ دی گئی ہے۔ صحیح بخاری، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم وغیرہ کی روایت ہے کہ

---

(۱) ابن ماجه عن ابن عباس ، باب ماجاء فى الحجامة للصائم ، ابواب الصوم

(۲) البقرة ۱۸۳

سیدنا ابو ہریرہ ﷺ رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا : ''روزہ صرف کھانے پینے سے رُکنے کا نام نہیں ہے، بلکہ روزہ میں جھگڑا اور لغو کاموں اور باتوں سے بھی رُکنا ہے، اگر تمہیں کوئی گالی دے یا تمہارے ساتھ نادانی سے پیش آئے تو تم یہ کہو کہ میں روزہ سے ہوں، میں روزہ سے ہوں''۔(۱)

اسی طرح نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ کی روایت میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہمیں ملتا ہے کہ :

رب صائم ليس له من صيامه الا الجوع . (۲)

بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کے حصے میں روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ نہیں آتا۔

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

من لم يدع الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه . (۳)

جو شخص جھوٹ بات یا ناجائز کام نہ چھوڑے تو اللہ کو ایسے شخص کے کھانا پانی چھوڑنے کی یعنی روزہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

لہٰذا روزے رکھ کر نہ صرف حرام کاموں سے بچنا چاہئے، بلکہ لغو کاموں اور ناپسندیدہ باتوں سے بھی بچتے رہنا چاہئے، تاکہ روزے کا ثواب اور اس سے مکمل فائدہ حاصل ہو سکے۔

کلی کے وقت پانی حلق میں چلا جائے

سوال روزے کے دوران اگر کلی کرتے ہوئے یا دانت صاف کرتے ہوئے، کچھ پانی حلق سے نیچے چلا جائے تو کیا روزہ پر اس کا کوئی اثر پڑے گا؟

(محمد اکرم چودھری، ریاض)

---

(۱) بخاری عن ابن جریج، باب هل يقول إني صائم إذا شتم

(۲) ابن ماجه ۱۲۱/۱ ، باب ماجاء في الغيبة والرفث للصائم ابواب الصيام

(۳) بخاری ۲۵۵/۱ ، عن ابی هريرة ، باب من لم يدع قول الزور

جواب وضو، غسل یا کلی کرتے ہوئے کچھ پانی حلق سے نیچے چلا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور روزہ کی قضا واجب ہوگی۔ یہ اس صورت میں کہ جب کلی کرتے وقت روزہ یاد رہا ہو، اگر روزہ یاد نہ رہا ہو تو روزہ کی قضا واجب نہیں ہوگی۔ ہندیہ میں ہے :

وان تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه إن كان ذاكراً لصومه فسد صومه وعليه القضاء وإن لم يكن ذاكراً لايفسد صومه ، كذا في الخلاصة وعليه الاعتماد . (۱)

کسی شخص نے کلی کی یا ناک میں پانی ڈالا اور پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا، اگر اس کو اپنا روزہ یاد ہے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا واجب ہوگی اور اگر روزہ یاد نہیں تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور یہی معتمد علیہ مسئلہ ہے۔

روزوں میں قے کا حکم

سوال روزہ کی حالت میں اگر کسی کو قے آجائے تو کیا روزہ باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

جواب بغیر قصد وارادہ کے اگر خود سے کسی کو قے آجائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چاہے یہ تھوڑی ہو یا بہت، اسی طرح بلا قصد کے دوبارہ پیٹ میں لوٹ جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، ہاں اگر قصداً ایسا کیا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

من ذرعه القيء فليس عليه قضاء ومن استقاء عمداً فعليه القضاء . (۲)

جس کو خود بخود قے آئے تو اس پر قضا نہیں اور جو قے طلب کرے یعنی جان بوجھ کر قے کرلے تو اس پر قضا ہے۔

اسی طرح قصداً قے آنے کی صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، بشرطیکہ وہ منہ بھر کر

---

(۱) هندیه ۱/۲۰۲

(۲) ابوداؤد عن أبي هريرة ، باب الصائم يستقي عامداً ، كتاب الصوم ترمذی ، باب ماجاء في من استقاء عمداً ، ابواب الصوم

ہو، اس سے کم میں روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن روزہ کی حالت میں ایسا کرنا بہتر نہیں۔

نفل روزہ میں کفارہ

سوال اگر کوئی شخص یوم عرفہ، عاشورہ یا کسی اور دن نفل روزہ رکھے پھر کسی عذر شرعی کے بغیر ہی عمداً روزہ توڑ دے تو کیا اس پر بھی روزہ توڑنے کا کفارہ (مسلسل ساٹھ دن روزے رکھنا) واجب ہے؟

جواب اگر کوئی شخص نفل روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر صرف اس روزہ کی قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں، عمداً روزہ توڑنے کا کفارہ یعنی ساٹھ روزے مسلسل رکھنا صرف اس شخص پر واجب ہے جو رمضان کے مہینے میں روزہ رکھ کر بغیر عذر کے توڑ دے، پھر بعض ائمہ کے نزدیک یہ کفارہ صرف جماع کے ذریعہ روزہ توڑنے پر واجب ہے، جب کہ احناف کے یہاں بغیر عذر کے عمداً کھا پی کر روزہ توڑنے والے شخص پر بھی یہی کفارہ واجب ہے، بدائع میں ہے:

ولو أكل أو شرب ما يصلح به البدن اما على وجه التغذى أو التداوى متعمداً فعليه القضاء و الكفارة عندنا ، قال الشافعي لا كفارة عليه . (۱)

اگر بدن کی اصلاح والی چیز کھایا یا پیا غذا کے طور پر یا علاج کے طور پر تو ہم احناف کے نزدیک قضا اور کفارہ دونوں اس پر واجب ہے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس پر کفارہ نہیں ہوگا۔

اگر کوئی ماہ رمضان کے علاوہ کسی اور دن رمضان کا قضا روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس پر بھی کفارہ واجب نہیں، صرف دوبارہ روزہ کی قضا ضروری ہوگی، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

ولا تجب الكفارة بالفطر فى غير رمضان فى قول أهل العلم و جمهور العلماء . (۲)

---

(۱) بدائع ۲/ ۲۴۵ حكم فساد الصوم ، نیز دیکھئے : الام ۲/ ۹۶

(۲) المغنى ۴/ ۳۸۷ ، ط : رياض ، نیز ملاحظہ ہو : رد المحتار ۳/ ۳۷۹ ، باب مايفسد الصوم وما لايفسده ، كتاب الصوم ، ط : ديوبند

غیر رمضان میں روزہ توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا، یہ رائے تمام اہلِ علم اور جمہور علماء کی ہے۔

اسی طرح ماہِ رمضان میں بیماری کی شدت یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا جائے تب بھی صرف روزہ کی قضا ضروری ہے، کفارہ واجب نہیں، قرآنِ کریم میں ارشادِ خداوندی ہے: ''وَمَنْ كَانَ مِنكُمْ مَرِيضاً أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ''. (۱)

پہلے فرض روزوں کی قضا یا نفل روزے

سوال ماہِ رمضان میں آپ کا مضمون پڑھا، جس میں لکھا تھا کہ امّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رمضان کے قضا روزے آنے والے شعبان میں رکھتی تھیں، پھر حال ہی میں ایک جواب میں آپ نے لکھا کہ ماہِ شوال میں پہلے قضا روزے رکھے جائیں، پھر شوال کے روزے، تو کیا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ شوال کے روزے نہ رکھتی تھیں؟ اگر ہم ماہِ شوال میں شوال کے چھ روزے رکھ لیں، پھر آئندہ کبھی بھی رمضان کے قضا روزے رکھ لیں، تو کیا حرج ہے؟ کیوں کہ رمضان کے قضا روزے کبھی بھی رکھے جاسکتے ہیں اور شوال کے روزے ظاہر ہے شوال ہی میں رکھے جاسکتے ہیں، جواب دے کر امید ہے کہ الجھن دُور فرمائیں گے۔ (م-م، جدہ)

جواب اگر کوئی شخص شوال کے مہینے میں چھ نفل روزے رکھ لے، پھر کسی اور مہینے میں رمضان میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کرلے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن چوں کہ رمضان کے روزے فرض ہیں اور ان کی قضا بھی فرض ہے اور شوال کے روزے نفل ہیں اور فرض کی ادائیگی نفل پر ہر حال میں مقدم ہے۔ اس لئے ہم نے لکھا کہ پہلے قضا روزے رکھ لئے جائیں، تاکہ فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے، کیوں کہ نفل روزے اگر کوئی شخص نہ رکھے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی فرض روزے چھوڑ دے تو اس پر گناہ اور مواخذہ ہوگا، اس لئے اس کی ادائیگی کی زیادہ فکر ہونی چاہیے۔

---

(۱) بقرة ۱۸٤

قضا روزے رکھنے میں شریعت نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا ہے، اس میں تاخیر بھی جائز ہے، اگر بلا وجہ تاخیر کرے اور ادائیگی سے پہلے ہی انتقال کر جائے تو گناہ گار ہوگا اور اگر تاخیر ہی سے سہی روزہ رکھ لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، تاخیر کے جائز ہونے کے سلسلے میں وہ روایت ذکر کی گئی، جس میں امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے شعبان میں رمضان کے قضا روزے رکھے، اس روایت کا یہ مطلب نہیں کہ امّ المؤمنینؓ ہر سال رمضان کے قضا روزے شعبان میں رکھا کرتی تھیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ شوال کے روزے بالکل نہ رکھتی تھیں، پھر شوال کے روزے تو نفل ہیں، فرض و واجب تو نہیں، اگر بالفرض کسی سال امّ المؤمنینؓ نے شوال کے روزے نہ رکھے ہوں، تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

روزہ کی قضا

سوال مجھے دمے کی شکایت ہے، رمضان المبارک میں ہلکی سی کھانسی سے سانس پھول گئی، میں نے روزہ کی حالت میں فوری طور پر دوائی لی، مجھے کفارے کے طور پر کیا کرنا چاہئے؟ (شہلا گل)

جواب آپ صرف روزہ کی قضا کرلیں، احناف کے یہاں عمداً کھا پی کر روزہ توڑنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے، بدرجہ مجبوری روزہ توڑنے کی صورت میں صرف قضا کافی ہے، دیگر ائمہ کے یہاں تو صرف بیوی سے عمداً صحبت کرنے کی صورت میں ہی قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہے، دوسری صورت میں کفارہ واجب نہیں۔(۱)

فرض قضا روزے نفل پر مقدم ہیں

سوال اگر کسی وجہ سے رمضان کے روزے چھوٹ جائیں تو شوال کے مہینے میں پہلے رمضان کے قضا روزے رکھیں یا شوال کے چھ روزے؟ (صفیہ۔ جدہ)

جواب رمضان کے روزے چوں کہ فرض ہیں، اس لئے اگر یہ چھوٹ جائیں تو عذر کے ختم ہونے کے بعد جتنا جلد ہو رکھ لینا چاہئے، شوال کے چھ روزے نفل ہیں، اس لئے پہلے

(۱) المغنی ۳/۲۲

رمضان کے قضا روزے رکھیں، پھر شوال کے روزے، تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

مسنون و مستحب روزہ کے دن قضا روزہ

سوال ایام بیض یعنی ہر قمری ماہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ، یوم عرفہ، یوم عاشورہ اور پیر و جمعرات وغیرہ ایام میں روزہ رکھنا مسنون و مستحب اور باعثِ اجر وثواب ہے، کیا ان دنوں میں رمضان کے قضا روزے رکھے جا سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب سال بھر میں صرف پانچ دن روزے رکھنا حرام و ناجائز ہیں : عید الفطر، عید الاضحی اور اس کے بعد کے تین دن یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ (۱) — اس کے علاوہ کسی بھی دن رمضان کے قضا روزے رکھے جا سکتے ہیں، اگر کوئی شخص مشہور نفل روزوں کے دن جیسے یومِ عاشورہ، یومِ عرفہ وغیرہ کو بھی قضا رمضان کی نیت سے روزہ رکھے تو یہ درست ہے، البتہ یہ قضا روزوں کا بدلہ شمار ہوگا۔ قاضی خان میں ہے :

لو نویٰ قضاء رمضان و التطوع کان عن القضاء . (۲)

اگر قضاءِ رمضان اور نفل دونوں کی نیت کر لے تو وہ قضا کا روزہ شمار ہوگا۔

بارہ ربیع الاوّل کا روزہ

سوال ہمارے یہاں ۱۲/ ربیع الاول کو جشن میلاد النبی ﷺ بڑے جوش وخروش کے ساتھ منایا جاتا ہے، مساجد میں اجتماعات ہوتے ہیں اور دن کو روزہ رکھا جاتا ہے، کیا یہ عمل جائز ہے؟ (محمد شہباز کمبوہ، جدہ)

جواب ربیع الاوّل کا مہینہ دوسرے مہینوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایک مہینہ ہے، کسی بھی صحیح حدیث سے اس مہینے کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہے، ۱۲/ ربیع الاول کو نہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا، نہ صحابہ کرام ﷺ میں سے کسی نے روزہ رکھا اور نہ ہی تابعین وسلف صالحین

---

(۱) بخاری عن ابی ہریرۃ باب الصوم یوم النحر ، کتاب الصوم ، مسلم عن نبیشۃ الهذلی ، باب تحریم صوم أیام التشریق ، کتاب الصیام

(۲) قاضی خان علی هامش الهندیة ۲۰۱/۱

نے اس دن نفل روزہ رکھا، اس دن کو جشن عید کہہ کر لکھنا بھی ثابت نہیں ہے، یہ تمام بدعتیں ۶۰۰ ھ کے بعد پیدا ہوئی ہیں، قرونِ اولیٰ کے بہترین زمانوں میں اس قسم کی کوئی بھی بدعت ہمیں نظر نہیں آتی، بارہ ربیع الاوّل کو جشن عید میلاد کہہ کر منانا اگر باعثِ ثواب ہوتا تو صحابہ و تابعین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمان ضرور یہ اہم نیکی انجام دیتے، ہمارے لئے بحیثیت مسلمان قرآن وسنت اور صحابہ کرام ﷺ نمونہ واسوہ ہیں، جو کچھ ان سے ثابت ہو وہ دین ہے، جو ان سے ثابت نہ ہو وہ بدعت اور گمراہی ہے۔ البتہ پیر کے دن کے نفل روزے کی فضیلت کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

فيه وُلدتُ وفيه أنزل علي . (۱)

میں پیر کے دن پیدا ہوا اور مجھ پر وحی بھی اسی دن نازل کی گئی۔

روزہ میں سگریٹ نوشی

سوال کیا سگریٹ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب سگریٹ نوشی، تمباکو نوشی، بیڑی، حقہ، نسوار وغیرہ یہ سب روزے کو توڑنے اور فاسد کرنے والے کام ہیں، ان سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزوں کی قضا کب تک؟

سوال اگر رمضان سے چند دن پہلے کسی عورت کو ولادت ہو اور وہ رمضان میں روزہ رکھنے سے قاصر ہو تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر کتنا کفارہ واجب ہوگا؟ اگر وہ بعد میں روزے رکھنا چاہے تو کیا ایک سال کے اندر رکھنے ہوں گے، یا دو تین برسوں میں وہ تیس روزے مکمل کر سکتی ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں؟ (الطاف حسین ہاشمی، مکہ مکرمہ)

جواب رمضان میں اگر کوئی عورت حمل سے ہو یا بچہ کو دودھ پلا رہی ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں اس کی یا بچہ کی صحت پر اثر پڑ سکتا ہو اور نقصان ہو سکتا ہے تو ایسی عورت کے لئے رمضان کے روزے چھوڑ دینا جائز ہے، اس عذر کی وجہ سے اس پر نہ روزے ترک کرنے کا

---

(۱) صحیح مسلم / کتاب الصوم حدیث ۱۱۷۵

گناہ ہوگا اور نہ اس پر کوئی کفارہ واجب ہے، البتہ یہ روزے اس سے معاف نہیں ہوجاتے، بلکہ بچہ کے دودھ چھوڑ دینے کے بعد ان روزوں کی قضا اس عورت پر واجب ہے، صحت و تندرستی کے بعد جتنا جلد ہو سکے قضا روزے رکھ لینا چاہئے، بلا وجہ دیر کرنا مناسب نہیں، دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کرلینا چاہئے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

یکون علی الصوم من رمضان فما استطیع ان اقضی إلا فی شعبان . (۱)

میرے ذمہ رمضان کے روزے ہوتے تھے، تو میں ان کو شعبان میں ادا کرلیتی تھی۔

تاہم اس کے لئے کوئی زمانہ متعین نہیں، ایک سال کے اندر کبھی بھی قضا روزے مکمل کئے جاسکتے ہیں، یا دو تین سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ میں ان کی تکمیل کی جاسکتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

قضاء رمضان إن شاء فرق وإن شاء تابع . (۲)

رمضان کے روزوں کی قضا اگر چاہے تو فاصلہ کرکے رکھے اور چاہے تو مسلسل رکھے۔

روزہ کے دوران شیو

سوال کیا روزہ کی حالت میں ہم شیو کرسکتے ہیں؟ اور کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (محمد اکرم چودھری، ریاض)

جواب اگر اس سے آپ کی مراد مکمل داڑھی صاف کرنا اور مونڈنا ہو تو ظاہر ہے یہ روزہ کی حالت میں جائز ہے اور نہ روزہ کے علاوہ عام حالت میں، تاہم اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، یہ الگ بات ہے کہ شرعاً داڑھی مونڈنا سنتِ رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے اور یہود و ہنود کی مشابہت ہے۔

---

(۱) بخاری ، باب متی یقضی قضاء رمضان ؟ أبوداؤد ، باب تاخیر قضاء رمضان

(۲) دارقطنی باب القبلة للصائم ، حدیث ۷٤

روزہ کے دوران ایام کی ابتداء

سوال اگر روزہ کی حالت میں عورت کے ایام شروع ہوجائیں تو روزہ اسی وقت توڑ دینا چاہئے یا مغرب تک انتظار کرنا چاہئے؟ اگر افطار کیا تو یہ روزہ گنتی میں شامل ہوگا یا نہیں؟ اگر بوجہ مجبوری وتکلیف روزہ وقت سے پہلے کھول لیا تو اس کا کفارہ دینا ہوگا یا قضا کے لئے ایک ہی روزہ رکھنا ہوگا؟

(خالد محمود، مکہ مکرمہ)

جواب روزہ کی حالت میں اگر عورت کے ایام شروع ہوجائیں تو خود بخود روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کے لئے روزہ کھولنا یا افطار تک انتظار کرنا ضروری نہیں، اگر وہ افطار یعنی مغرب تک کھانے پینے سے رُکی رہے تب بھی اس کا یہ روزہ گنتی میں شامل نہیں ہوگا، رمضان کے بعد اس دن کے روزہ کی بھی قضا کرنی ہوگی، تاہم احترامِ رمضان میں ایسی عورت کو چاہئے کہ وہ افطار تک کھانے پینے سے رکی رہے، یا کم از کم دوسروں کے سامنے کھانے پینے سے احتراز کرے، اسی طرح کسی عذر شرعی کی بنا پر روزہ توڑ دیا جائے تو ایسے شخص پر کفارہ واجب نہیں صرف قضا رکھنا ضروری ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے :

وَإذا حاضت المرأة أونفست أفطرت و قضيت ...... وإذا قدم المسافر أو طهر الحائض في بعض النهار امسكابقية يومهما . (۱)

اگر عورت کو حیض یا نفاس آنے لگے تو وہ روزہ توڑ دے گی، اب اس کی قضا کرے......اور اگر مسافر سفر سے لوٹے یا حائضہ حیض سے پاک ہوجائے تو دن کے باقی حصہ میں اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکے رکھے۔

روزہ کی حالت میں انزال

سوال رمضان میں روزہ کی حالت میں اگر فون پر بات چیت کرتے ہوئے شہوت پیدا ہوجائے اور کپڑے ناپاک ہوجائیں تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا لازم ہوگی؟ (سلیم خان، دمام)

---

(۱) هدايه ۱/۲۰۵-۲۰۴

جواب امامِ مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، آئندہ اس روزے کی قضا رکھنی ہوگی، جب کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ابن قدامہؒ نے آراء کے اس اختلاف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

إذا كرر النظر فانزل و تكرار النظر أيضاً ثلاثة أحوال : احدها : أن لايقترن به إنزال فلا يفسد الصوم بغير اختلاف ، الثاني : أن يقترن به إنزال المني ، فيفسد الصوم في قول إمامناؒ وعطاءؒ والحسن البصري و مالك و الحسن بن صالحؒ، و قال جابر بن زيدؒ و الثوريؒ و أبو حنيفةؒ و الشافعيؒ و ابن المنذرؒ لايفسد. لأنه إنزال عن غير مباشرة . (۱)

اگر بار بار بدنگاہی کی اور اس سے انزال ہو جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ بدنظری کے ساتھ فوراً انزال نہ ہو، اس صورت میں بلا اختلاف روزہ نہیں ٹوٹے گا، دوسرے یہ کہ بدنظری کے ساتھ ساتھ انزال بھی ہو جائے تو اس صورت میں امام احمدؒ، عطاءؒ، حسن بصریؒ، مالکؒ اور حسن بن صالح کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا، جابر بن زیدؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ابن المنذر کی رائے میں روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیوں کہ یہ بغیر مباشرت کا انزال ہے۔

روزوں کا فدیہ

سوال اگر بیماری کے باعث دس سال کے روزے کسی شخص کے چھوٹ جائیں اور آئندہ آرام کی صورت نظر نہ آئے تو کیا یہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کوئی دوسرا شخص کرسکتا ہے یا فدیہ ادا کرنا ہوگا؟ (عبدالقیوم، ہفرا)

جواب روزہ، نماز میں نیابت جائز نہیں، کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نہ روزہ رکھ سکتا

---

(۱) المغني ۳۶۳/٤ ، ط : رياض محقق ، نيز ملاحظه هو : ردالمحتار ۳۷۲/۳ ، باب ما يفسد الصوم وما لايفسده ، كتاب الصوم ، ط : ديوبند

ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے، اگر کسی شخص کے روزے چھوٹ جائیں تو چاہے وہ ایک رمضان کے ہوں یا کئی رمضان کے، خود اس شخص کو روزے کی قضا رکھنی ہوگی، اگر کوئی دائمی عذر ایسا ہو کہ روزہ کی استطاعت باقی نہ رہے اور نہ آئندہ اس کی اُمید ہو تو ہر روزہ کے بدلے فدیہ ادا کرنا ہوگا، ایک روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو صبح و شام کھانا کھلا دیا جائے یا صدقۂ فطر کے بقدر غلہ دیا جائے۔ المغنی میں ہے :

والمريض الذى لا يرجى برؤه يفطر ويطعم لكل يوم مسكينا . (۱)

ایسا مریض جس کو صحت کی امید بھی باقی نہ رہی ہوں اس کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

نذر کے روزے

سوال میں نے ایک کام کے سلسلے میں نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو سترہ نفل روزے رہوں گی، اللہ کے فضل سے میرا کام ہو گیا، لیکن ادھر چھ سات ماہ سے بعض نسوانی امراض میں مبتلا ہوں، جس کی وجہ سے روزے رکھنا مشکل ہے، علاج بھی جاری ہے، زبردستی روزے رکھوں تو شاید گھر والے کچھ اور خیال نہ کریں، کیا مجھے روزہ رکھنا ہی ضروری ہے یا اس کا کوئی بدل صدقہ وغیرہ ہے، نیز روزے تسلسل سے رکھنا ہوگا یا وقفہ وقفہ سے بھی رکھ سکتے ہیں، نذر کے وقت اس سلسلے میں میری کوئی خاص سوچ نہ تھی، شرعی طور پر میری رہنمائی فرمائیں۔ (ایک سائلہ، ابہا)

جواب آپ کے لئے نذر کے سترہ روزے رکھنا ضروری ہے، البتہ چوں کہ آپ نے تسلسل سے روزے رکھنے یا متعین دنوں میں روزہ رکھنے کی نیت نہیں کی تھی، لہٰذا آپ کبھی بھی روزہ رکھ سکتی ہیں تسلسل سے روزے رکھنا ضروری نہیں، آپ ہفتہ میں ایک دو یا مہینہ میں چار پانچ روزے رکھ کر اپنی نذر پوری کریں، یا پھر صحت یاب ہونے کے بعد پورے روزے رکھ لیں، صدقہ وغیرہ اس کا بدل نہیں، البتہ مرض لا علاج ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت واپس آنا ناممکن

---

(۱)

ہو، جیسے بڑھاپا وغیرہ، تو ایسی صورت میں روزہ کے بدلے روزہ کا فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے، عام حالات میں نہیں۔ یہ رائے جمہورِ فقہاء کی ہے، لیکن امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک آپ کے اولیاء پر لازم ہے کہ آپ کی جانب سے نذر کے روزے رکھیں۔ علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں :

فاما صوم النذر فيفعله الولي عنه ، وهذا قول ابن عباسؓ و الليثؒ وابى عبيدؒ و ابى ثور، وقال سائر ما ذكر من الفقهاء : يطعم عنه لما ذكرنا في صوم رمضان . (۱)

نذر کا روزہ اس کی طرف سے ولی رکھے گا، یہ قول ابن عباس ؓ، لیثؒ، ابوعبیدؒ اور ابوثورؒ کا ہے، دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ اس کی طرف سے فدیہ ادا کرے، جیسا کہ رمضان کے روزہ کے بارے میں ہم نے ذکر کیا ہے۔

شبِ قدر کی دُعا

سوال　کیا شبِ قدر کی کوئی خاص دُعا ہے جسے اس رات اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہئے؟

جواب　شبِ قدر میں یوں تو ہر اچھی اور ہر ماثور دُعا مانگی جاسکتی ہے، لیکن سرکارِ دو عالم ﷺ نے شبِ قدر کے بارے میں امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو دُعا سکھلائی اور بتلائی وہ یہ ہے :

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي . (۲)

اے اللہ! بے شک آپ بہت زیادہ معاف فرمانے والے اور کرم فرمانے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں، پس مجھے معاف فرما دیجئے۔

کیا ستائیسویں ہی کو شبِ قدر ہوتی ہے؟

سوال　شبِ قدر آخر عشر کی طاق راتوں میں تلاش کی جائے یا صرف ستائیسویں

---

(۱) المغني ۳۹۸/٤ ، ط : رياض نيز ملاحظه هو : درمختار مع رد المحتار ۳/۳۰۶-۳۰۷ ، باب ما يفسد الصوم ومالا يفسده ، كتاب الصوم ، ديوبند

(۲) ترمذى ابواب الدعوات ، باب ۸۹ ، حديث نمبر ۳۵۸۰

شب ہی کو شب قدر سمجھا جائے؟

جواب　کئی احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اور طاق راتوں میں سے کسی ایک رات میں ہے، بعض علماء نے ستائیسویں شب کو شب قدر قرار دیا ہے، لیکن یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی کہ ہر سال ستائیسویں شب ہی کو شب قدر ہوتی ہے، بلکہ یہ رات طاق راتوں میں کوئی ایک رات ہوتی ہے، لہٰذا آخری عشرہ کی تمام طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرنے کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔(۱)

عید کس حساب سے کریں؟

سوال　میں رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ۱۷یوم کے لئے پاکستان جا رہا ہوں، وہاں پہلا روزہ ہفتہ کو شروع ہوا جب کہ یہاں اس سے ایک دن قبل، اس طرح ایک روزہ کا فرق ہے، کیا میں ایک روزہ سفر میں چھوڑ سکتا ہوں؟ نیز عید یہاں کے حساب سے منائیں گے یا پاکستان کے حساب سے؟ اور کیا ۱۷دن نمازِ قصر پڑھ سکتے ہیں؟ رہنمائی فرمائیں۔　　(عبدالوحید بٹ، ابہا)

جواب　جس ملک میں آپ رہیں وہیں کے حساب سے عید منائیں، لہٰذا آپ کے لئے ضروری ہے کہ جب تک پاکستان میں عید کا چاند نظر نہ آئے تمام لوگوں کے ساتھ روزہ رکھیں اور انھیں کے ساتھ عید کی نماز پڑھیں، پاکستان پہنچ کر سعودی عرب کے حساب سے عید کرنا اور اس دن روزہ نہ رکھنا جائز نہیں، اگر اور لوگوں کے مقابلہ میں آپ کا ایک روزہ بڑھ جائے تو یہ آپ کے حق میں نفل ہوگا، جہاں تک سفر میں روزہ چھوڑنے کی بات ہے تو چوں کہ سفر میں روزہ رکھنا، نہ رکھنا، دونوں جائز ہے، لہٰذا آپ روزہ چھوڑ سکتے ہیں، لیکن بعد میں آپ کو اس روزے کی قضا کرنی ہوگی۔

عام طور پر دو صورتیں پیش آتی ہیں : جو لوگ یہاں سعودی عرب میں رمضان شروع کر کے عید سے قبل ہندوستان، پاکستان چلے جاتے ہیں تو وہاں ۲۹ویں یا ۳۰ویں روزے کے دن سعودی عرب میں عید ہوتی ہے، ایسے لوگوں کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ پاکستان یا

---

(۱) ترمذی عن عبدۃ بن ابی لبابۃ، تفسیر سورۃ القدر، ابواب التفسیر حدیث ۳۳۵۱

ہندوستان پہنچ کر وہیں کے رمضان کی گنتی پوری کریں، جب تک وہاں چاند نظر نہ آجائے روزہ رکھیں، ان کا زائد روزہ نفل ہوگا، پاکستان یا ہندوستان میں رہ کر سعودی عرب کے حساب سے ان کے لئے عید منانا جائز نہیں، اسی طرح اس کے برعکس ایک صورت یہ پیش آسکتی ہے کہ ہندوستان، پاکستان میں رمضان شروع کر کے کوئی سعودی عرب آجائے، ایسے شخص کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ یہاں کے چاند کے لحاظ سے تمام لوگوں کے ساتھ عید منائے اور اس دن روزہ نہ رکھے، پھر جو روزہ اس کا رہ گیا ہو بعد میں اس کی قضا کر لے، کیوں کہ اس صورت میں دوسرے لوگوں کے مقابلے میں اس کے ایک یا دو روزے کم ہوں گے، اس شخص کو بعد میں اس کی قضا کر لینی چاہئے۔

جہاں تک نماز قصر کرنے کا تعلق ہے تو حالتِ سفر میں قصر ضروری ہے، لہٰذا پاکستان پہنچنے تک آپ مسافر رہیں گے اور اس درمیان نماز قصر کریں گے، لیکن آدمی اپنے وطن اور گھر پہنچ کر مسافر نہیں رہتا، لہٰذا وہاں قیام کے دوران آپ کے لئے نمازِ قصر جائز نہیں، الا یہ کہ آپ اپنے گھر سے پھر مسافتِ شرعی (۴۸ میل) کے بقدر سفر اختیار کریں اور کہیں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو، اس لئے کہ کسی ایک جگہ پندرہ دن اقامت کی نیت سے بھی آدمی مسافر نہیں رہتا بلکہ اس کا حکم مقیم کا ہو جاتا ہے۔

اعتکاف کے کچھ اہم مسائل

سوال ہمارے یہاں یہ بات مشہور ہے کہ اعتکاف کے دوران کسی سے بات نہیں کرنی چاہئے، کیا یہ بات درست ہے؟ نیز اعتکاف میں کس جگہ بیٹھنا زیادہ افضل ہے؟ عام طور پر دیہات کی مسجد میں پانی کا انتظام نہیں ہوتا، اس لئے وضو یا غسل کے لئے کچھ دور جانا پڑتا ہے، کیا اس کی اجازت ہے؟ گھر سے کھانا لانے والا کوئی مرد نہ ہو، تو کیا بیوی کھانا لا سکتی ہے؟ اور اگر اس سے کوئی ضروری بات کرنا ہو تو کیا معتکف اپنی بیوی سے بات کر سکتا ہے؟ اگر کوئی مسجد ایسی ہے جہاں پانچ وقت کی باجماعت نماز نہیں ہوتی تو کیا ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے؟ اگر گاؤں میں کوئی خاص یا عام آدمی انتقال

کر جائے تو کیا معتکف اس کے جنازے میں شرکت کرسکتا ہے؟

جواب یہ تصور غلط ہے کہ اعتکاف کی حالت میں بات نہیں کرنی چاہئے، فقہاء نے اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنے کو مکروہ لکھا ہے، اگر عبادت کا تصور نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، ہندیہ میں ہے:

منها الصمت الذی يعتقد عبادة ، فإنه يكره و أما إذا لم يعتقده قربة فلا يكره . (۱)

ممنوعاتِ اعتکاف میں سے ایک خاموش رہنا ہے، اگر عبادت سمجھ کر ہو تو یہ مکروہ ہے اور اگر عبادت کا تصور نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

معتکف کو چاہئے کہ حالتِ اعتکاف میں زیادہ وقت ذکر و تلاوت، نماز و دعا وغیرہ میں صرف کرے، دنیاوی باتیں زیادہ نہ کرے، البتہ ضرورت پڑنے پر معتکف کے لئے دنیاوی باتیں کرنا بھی جائز ہے، ناجائز و حرام نہیں، مردوں کے اعتکاف کے لئے سب سے افضل جگہ مسجدِ حرام، پھر مسجدِ نبوی، پھر مسجدِ اقصیٰ ہے، اس کے بعد جامع مسجد اور محلہ کی مسجد میں جہاں نمازی زیادہ آتے ہوں اور پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہو، اعتکاف کرنا افضل ہے۔ ہندیہ میں ہے:

و أفضل الاعتكاف ما كان فی المسجد الحرام ثم فی مسجد النبی عليه الصلوٰة و السلام ثم فی بيت المقدس ثم فی الجامع ثم فيما كان اهله اكثر و اوفر . (۲)

کسی مسجد میں پنج وقتہ نماز باجماعت نہ ہوتی ہو تو اہلِ محلہ پر لازم ہے کہ وہ اس کا انتظام کریں، اگر مسجد میں بیت الخلا نہ ہو یا پانی کا انتظام نہ ہو تو قضائے حاجت اور وضو وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، درمختار میں ہے:

(وحرم ...... عليه الخروج إلا لحاجة الانسان) طبيعية كبول

---

(۱) هندية ۲۱۰/۱

(۲) هندية ۲۱۱/۱

وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد كذا في النهر (أو) شرعية كعيد و أذان لو مؤذنا، و باب المنارة خارج المسجد . (۱)

طبعی یا شرعی ضرورت کے بغیر معتکف کے لئے مسجد سے نکلنا حرام ہے، طبعی ضرورت مثلاً بول و براز اور غسل اگر احتلام ہوا ہو اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو، شرعی ضرورت مثلاً عید اور جمعہ میں حاضری کے لئے یا اذان کا دروازہ مسجد کے باہر ہو تو اذان دینے کے لئے نکلنا شرعاً درست ہے۔

البتہ اگر غسل فرض نہ ہو تو صرف گرمی دُور کرنے کی غرض سے صرف غسل کرنے کے لئے مسجد سے نکلنا درست نہیں، ہاں قضائے حاجت کے بعد وضو کے ساتھ جلدی سے دو چار لوٹے پانی بدن پر بہالے تو اس میں کوئی حرج نہیں، دیر بہر حال نہ لگائے، بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ گرمی کی شدت اور پسینے کی بدبو کی وجہ سے غسل کرنا اور غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ مسجد میں غسل کا انتظام نہ ہو۔ کھانا لانے کے لئے کوئی نہ ہو تو کھانے کے لئے معتکف خود بھی مسجد سے باہر گھر یا ہوٹل وغیرہ جا سکتا ہے، کھانا لے کر مسجد آ جائے، بیوی بھی کھانا لا سکتی ہے۔ علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

وفي معناه الحاجة إلى المأكول والمشروب إذا لم يكن له من يأتيه به ، فله الخروج إليه إذا احتاج . (۲)

پاخانہ پیشاب کی طرح کھانا پینا بھی ایک ضرورت ہے، اگر کوئی گھر سے لانے والا نہ ہو تو جب بھی ضرورت ہو وہ کھانے کے لئے گھر سے نکل سکتا ہے۔

معتکف اپنی بیوی سے ضروری بات کر سکتا ہے، جنازہ میں شرکت کے لئے معتکف

---

(۱) درمختار ۱۳۲/۲ مع الرد

(۲) المغني ٤٦٦/٤ ، نیز ملاحظہ ہو : در مختار مع الرد ۳ / ٤٣٦ ، باب الاعتکاف کتاب الصوم ، ط : دیوبند

اپنی مسجد سے نہیں نکل سکتا، البتہ کوئی دوسرا شخص نمازِ جنازہ پڑھانے والا نہ ہوتو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے جانا جائز ہے، لیکن اس سے اعتکاف بہر حال ٹوٹ جائے گا، اسی طرح رمضان کے مسنون اعتکاف یا نذر ماننے کی صورت میں واجب اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا ہونا ضروری ہے جہاں پانچ وقت باجماعت نماز ہوتی ہو، جو مسجد ایسی نہ ہو وہاں اعتکاف درست نہیں، البتہ نفل اعتکاف درست ہے۔

سوال ماہِ رمضان میں میرے چند دوست اور میں مسجدِ حرام میں اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس ضمن میں چند سوالوں کے جوابات مطلوب ہیں :

۱) کیا ہم کھانا ہوٹل جا کر کھا سکتے ہیں؟ کیوں کہ ہمارے ساتھ حرم شریف میں کھانا لا کر دینے والا کوئی نہیں ہے۔

۲) کیا ہم اعتکاف کے دوران حرم شریف میں کہیں بھی بیٹھ سکتے ہیں؟ جب کہ دیگر مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھنے والے ایک کونہ منتخب کر لیتے ہیں اور حرم شریف میں ایسا کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

۳) اعتکاف کی حالت میں عمرہ کی ادائیگی اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا جا سکتا ہے؟

۴) حالتِ اعتکاف میں رضاءِ الٰہی کے حصول کے لئے مقاماتِ مقدسہ : جبل نور، جبل رحمت وغیرہ جا سکتے ہیں یا نہیں؟

۵) جنت المعلیٰ میں میرے والد کی قبر ہے، کیا میں دُعا یا تلاوت کے لئے ان کی قبر پر جا سکتا ہوں؟ (یوسف حسین، الاحساء)

جواب ۱) اعتکاف کی حالت میں اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہوتو آپ ضرورت کے تحت کھانا کھانے باہر جا سکتے ہیں۔(۱)

۲) اعتکاف کے لئے آپ حرم میں کسی بھی جگہ بیٹھ سکتے ہیں۔

---

(۱) المغنی ۸۰/۳ ، وحرم علیہ ای علی المعتکف ...... الخروج إلا لحاجة الانسان طبعة

درمختار مع الرد ۴۳۵/۳ ، باب الاعتکاف ، کتاب الصوم ، ط : دیوبند

۳) اعتکاف کی حالت میں طواف کرنا جائز ہے، البتہ عمرہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔
۴) اعتکاف کی حالت میں جبل نور، جبل رحمت وغیرہ جانا منع ہے۔
۵) حالتِ اعتکاف میں قبرستان جانا بھی صحیح نہیں۔

معتکف کو چاہئے کہ اپنا پورا وقت مسجد ہی میں گذارے، صرف شدید ضرورت اور مجبوری کے تحت مسجد سے باہر نکلے، جیسے کھانا پینا اور قضاءِ حاجت وغیرہ، نیز حالتِ اعتکاف میں زیادہ سے زیادہ وقت تلاوت، ذکر و دُعا اور طوافِ بیت اللہ شریف وغیرہ میں گذارے، غیر ضروری اور دُنیاوی باتوں میں زیادہ مشغول نہ ہو۔

◆◆◆

چھٹا باب

حج

حج کی فضیلت

سوال حاجی کے فضائل کے باب میں اس حدیث کا مفہوم کیا ہے کہ اس کی جزا وبدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں؟

جواب جس حدیث کا آپ نے ذکر کیا ہے، یہ متفق علیہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: الحج المبرور لیس له الا الجنة (۱) ـــــ اس حدیث کا تعلق حج اور حاجی کے فضائل سے ہے کہ اگر کوئی حاجی اپنے حج کو ان تمام آداب وضوابط کے ساتھ ادا کرے جس کا حکم وثبوت کتاب وسنت اور صحابہ کرام ﷺ کے یہاں موجود ہے، تو ایسا حج انشاء اللہ اس حاجی کے جنت میں جانے کا سبب بنے گا۔

عورت پر حج کی فرضیت

سوال اگر عورت کو شادی میں اتنا زیور ملا کہ اس کو فروخت کر کے حج کا فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے تو کیا اس عورت پر حج فرض ہے؟ نیز اگر یہ عورت کے اخراجات کے لئے تو کافی ہو، لیکن محرم کے پاس وسائل نہ ہوں تو کیا زمین یا مکان وغیرہ فروخت کرنا مناسب ہوگا، جب کہ وہ زمین زائد اور گذر بسر کے لئے دوسرے وسائل بھی ہوں؟ (افتخار احمد ظریف، الخبر)

جواب جائیداد چاہے روپے کی شکل میں ہو یا زیور اور زمین ومکان وغیرہ کی صورت میں، اگر وہ اصل ضروریات سے زائد ہو اور اتنی مقدار میں ہو کہ اس کو فروخت کر کے حج کے

---

(۱) صحیح البخاری ، کتاب الحج ، حدیث ۱۷۷۳ ، صحیح مسلم ، کتاب الحج ، حدیث ۱۳۴۹

اخراجات پورے کئے جاسکتے ہوں، تو ایسی عورت پر حج فرض ہوگا، لیکن محرم کے اخراجات اس سے پورے نہ ہوں تو حج کی ادائیگی مؤخر کرے، جب بھی اس کی استطاعت پیدا ہو حج کرے، چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا. (۱)

اور اللہ تعالیٰ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے، جو وہاں تک جانے کی طاقت رکھے۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله قد فرض عليكم الحج فحجوا. (۲)

یقیناً اللہ نے تمہارے اُوپر حج فرض کیا ہے، لہٰذا تم حج کرو۔

ورنہ انتقال سے قبل حج بدل کی وصیت کردے۔

فرائض و واجباتِ حج

سوال: حج میں کون کون سی چیزیں فرض اور واجب ہیں؟ نیز اگر کوئی چیز فرض یا واجب چھوٹ جائے تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

جواب: حج میں تین چیزیں فرض ہیں:

(۱) احرام باندھنا، کہ احرام کے بغیر حج وعمرہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، نیز احرام اصل میں حج یا عمرہ کا ارادہ کرکے تلبیہ پڑھنے کا نام ہے نہ کہ صرف احرام کی دو چادریں اوڑھنے کا۔

(۲) وقوفِ عرفہ یعنی ۹/ ذوالحجہ کو زوالِ آفتاب کے وقت سے ۱۰/ ذوالحجہ کی صبح صادق تک کم از کم ایک لمحہ کے لئے عرفات کے میدان میں وقوف کی نیت سے ٹھہرنا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: الحج عرفة — (۳) عرفہ میں ٹھہرنا حج ہے۔

---

(۱) آل عمران ۹۷

(۲) مسلم کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر ۱۳۳۸

(۳) ترمذی باب ماجاء من أدرك الامام بجمع فقد ادرك الحج ۸۹۰

(۳) طواف زیارت کرنا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ. (۱)
ان تینوں فرائض میں سے ایک فرض بھی چھوٹ گیا تو حج ادا نہ ہوگا اور اس کی تلافی دم وغیرہ سے بھی نہ ہوگی۔ وقوفِ عرفہ حج کا رکن اعظم ہے اور اس کا وقت بھی محدود ہے، اگر کوئی وقوفِ عرفہ کے وقت میں ایک لمحہ کے لئے بھی وقوف نہ کر سکا تو اس شخص کا حج فوت ہوگیا، اس کی کوئی تلافی ممکن نہیں، نجد سے کچھ لوگ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ میدانِ عرفہ میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے ایک صحابی سے میدانِ عرفہ میں یہ اعلانِ عام کروایا کہ:

الحج عرفة من جاء ليلة جمع قبل طلوع الفجر فقد أدرك الحج. (۲)

حج عرفہ کا نام ہے، جو طلوعِ فجر سے پہلے شبِ مزدلفہ میں آگیا، اس نے حج پالیا۔

امام ترمذی اپنی کتاب سنن ترمذی میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والعمل على حديث عبدالرحمن بن يعمر عند أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ وغيرهم أنه من لم يقف بعرفات قبل طلوع الفجر فقد فاته الحج ولا يجزى عنه إن جاء بعد طلوع الفجر ويجعلها عمرة وعليه الحج من قابل. (۳)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ اور بعد کے اہل علم کا عبدالرحمٰن بن یعمر کی حدیث پر عمل ہے کہ جو طلوعِ صبح سے پہلے عرفات میں وقوف نہ کرے، اس کا حج فوت ہوگیا، اگر طلوعِ فجر کے بعد آئے تو کافی نہ ہوگا، وہ اسے عمرہ بنالے اور آئندہ سال حج کرے۔

---

(۱) حج ۲۹

(۲) ترمذی عن عبدالرحمن بن یعمر، باب ماجاء من ادرك الامام بجمع فقد ادرك الحج

(۳) حوالہ سابق

یعنی اسی احرام میں عمرہ کے افعال طواف وسعی اور پھر حلق کر کے احرام کھول دے اور آئندہ سال حج کی قضا کرے، البتہ طوافِ زیارت فوت نہیں ہوتا، اگر کوئی طوافِ زیارت کے اصل وقت ۱۰/ تا ۱۲/ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک طوافِ زیارت نہ کر سکا تو اب زندگی میں کبھی بھی کر سکتا ہے، لیکن تاخیر پر دم لازم ہوگا اور دوسرے یہ کہ جب تک طوافِ زیارت نہ کرے، ازدواجی تعلق حرام رہے گا، طوافِ زیارت کا بھی کوئی بدل نہیں، اگر کوئی یہ طواف چھوڑ کر وطن چلا جائے تو اس کو واپس آ کر بہرحال طواف ہی کرنا ہوگا(۱) — ہاں ایامِ نحر میں یا اس کے بعد نفل طواف بھی کر لے تو وہ طوافِ زیارت کے قائم مقام ہو جائے گا، کیوں کہ طواف کرتے ہوئے خاص طوافِ زیارت کی نیت ضروری نہیں، طوافِ بیت اللہ کی نیت ہونا کافی ہے(۲) — حج میں اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو حج تو صحیح ہوگا، لیکن ترکِ واجب پر دم دینا ہوگا، یعنی حدودِ حرم میں ایک جانور ذبح کرنا ہوگا۔ حج میں یہ چیزیں واجب ہیں :

(۱) وقوفِ مزدلفہ یعنی ۱۰/ ذوالحجہ کو صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک چاہے ایک لمحہ کے لئے ہو وقوف کرنا، اگر کوئی صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ سے منیٰ روانہ ہو گیا اور صبح صادق سے پہلے ہی مزدلفہ کی حدود سے نکل گیا تو وقوفِ مزدلفہ کے ترک کرنے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، ہاں بیمار، کمزور، بوڑھے اور عورتیں ازدحام کے خوف سے صبح صادق سے پہلے ہی منیٰ روانہ ہو جائیں تو ان پر دم لازم نہیں، بلا عذر دوسروں کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔

(۲) صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

(۳) رمی جمار یعنی ۱۰/ ذوالحجہ کو جمرہ عقبہ کی اور ۱۱/، ۱۲/ ذوالحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کرنا۔

(۴) قارن اور متمتع کے لئے قربانی کرنا۔

(۵) حلق یا قصر کرنا۔

(۶) آفاقی (میقات کے باہر سے آنے والے ہر حاجی) کے لئے طوافِ وداع کرنا۔

اس کے علاوہ بھی افعالِ حج کے ضمن میں بعض چیزیں واجب ہیں، لیکن وہ حج کے

---

(۱) هدایہ ۲۵۳/۱ ، ط : دیوبند　　(۲) هدایہ ۲۵۵/۱

براہ راست واجبات میں نہیں ہیں، جیسے احرام فرض ہے اور اس کے ضمن میں میقات سے پہلے احرام باندھنا واجب ہے، ورنہ دم لازم آئے گا، طواف زیارت بھی فرض ہے اور اس طواف کو ایامِ نحر میں کرنا واجب ہے، بعد میں کرے گا تو دم لازم ہوگا، اسی طرح متمتع و قارن کے لئے قربانی واجب ہے، اس کے ساتھ ساتھ ۱۰/ ذوالحجہ کو رمی جمرۂ عقبہ، پھر قربانی، پھر حلق یا قصر، اسی ترتیب سے کرنا احناف کے نزدیک واجب ہے، اس کے خلاف کرنے پر دم لازم ہوگا، جب کہ جمہور ائمہ کے نزدیک یہ ترتیب صرف مسنون ہے واجب نہیں، لہٰذا ان کے یہاں اس کے خلاف کرنے پر کوئی کفارہ نہیں۔ ماضی قریب میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے موجودہ حالات کے تناظر میں فیصلہ کیا ہے کہ احکامِ حج سے ناواقفیت، اژدحام کی کثرت اور قربان گاہ کی دوری کے باعث اگر ان افعال کی ترتیب کی خلاف ورزی ہوجائے تو صاحبین اور جمہور کی رائے پر عمل کرتے ہوئے دم واجب نہیں ہوگا، واقعہ ہے کہ موجودہ حالات کی روشنی میں یہ ایک صحیح فیصلہ ہے۔

حج کی اقسام

سوال حج کی کتنی قسمیں ہیں اور کونسی؟

جواب حج کی تین قسمیں ہیں : حج افراد، حج تمتع اور حج قران۔ حج افراد صرف حج کی نیت سے احرام باندھ کر فریضۂ حج ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ حج تمتع حج کے مہینوں میں عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرنے اور پھر ۸/ ذوالحجہ کو حج کی نیت سے احرام باندھ کر فریضۂ حج ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ حج قران حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی نیت سے ایک ہی احرام باندھ کر پہلے عمرہ پھر حج کے ارکان ادا کرنے کو کہتے ہیں۔ (۱)

افضل حج

سوال حج کی تین قسموں میں سب سے افضل حج کونسا ہے؟

جواب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج قران تمتع اور افراد سے افضل ہے (۲) — اور امام احمد بن

---

(۱) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۱/۶۸۸

(۲) درمختار ۲/۱۹۱

حنبلؒ کے نزدیک حج تمتع سب سے افضل ہے۔(۱)

نابالغ کا حج

سوال میرے تین چھوٹے بھائی ہیں، جن کی عمریں بالترتیب ۱۲، ۱۰، ۷ سال ہے، اگر یہ ہمارے ساتھ حج کریں تو کیا ان کی طرف سے بھی قربانی دینی ہوگی، جب کہ ابھی یہ نابالغ ہیں؟ اُمید ہے کہ رہنمائی فرمائیں گے۔

(ساجدہ نیاز، جدہ)

جواب حج فرض ہونے کے لئے بلوغ بھی شرط ہے، نابالغ پر حج فرض نہیں، لیکن اگر کوئی سرپرست اپنی نابالغ اولاد یا نابالغ بہن بھائی کو بھی اپنے ساتھ حج کرانا چاہے تو کرا سکتا ہے اور انشاء اللہ اس کا ثواب اس کو ملے گا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

فرفعت إليه امرأة صبيا فقالت : ألهذا حج ؟ قال : نعم ولك اجر (۲)

ایک بچے کو اُٹھا کر ایک عورت نے سوال کیا کہ کیا اس کے لئے حج ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ہاں! اور تمہارے لئے ثواب ہے۔

اسی طرح سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعنا النساء والصبيان فلبينا عن الصبيان ورمينا عنهم . (۳)

ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے تھے، بچوں کی طرف سے ہم نے تلبیہ پڑھا اور ان کی طرف سے رمی کی۔

بچے اگر باشعور ہوں تو وہ خود ہی احرام باندھیں اور تلبیہ پڑھیں گے، نیز حج کے تمام مناسک ادا کریں گے، ورنہ سرپرست ان کی طرف سے نیابتاً یہ کام کرسکتا ہے، ہندیہ میں ہے :

الصبي الذي يحج به أبوه يقضي المناسك ويرمي الجمار اذا كان

---

(۱) المغنی ۲۴۳/۳

(۲) مسلم باب حجة الصبی ، كتاب الحج ۱۳۳۶

(۳) مسند احمد ، ابن ماجه عن جابرؓ ، باب الرمی عن الصبيان

صبیا لایعقل الأداء بنفسه . (۱)

وہ بچہ جس کو اس کا باپ حج کرا رہا ہے اگر اتنا چھوٹا ہے کہ وہ خود سے حج کی ادائیگی نہیں کرسکتا تو اس کی طرف سے باپ مناسک حج اور رمی جمار کرے گا۔

البتہ عرفہ ومزدلفہ کے وقوف نیز طواف وسعی میں ان کو اپنے ساتھ رکھنا ہوگا اور وہ ساتھ نہ ہوں تو یہ معتبر نہیں، نابالغ بچوں کی طرف سے قربانی یا ان سے کوئی غلطی ہو جائے تو کفارہ یا دم وغیرہ لازم نہیں، ہندیہ میں ہے :

ولو ترك بعض اعمال الحج نحو الرمی وما أشبه ذالك لم یكن علیه شئی . (۲)

اگر اس نے بعض اعمال مثلاً رمی یا اس جیسا کوئی عمل چھوڑ دیا تو اس پر جرمانہ کے طور پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

بچے اگر بالغ ہو جائیں اور حج کی استطاعت رکھتے ہوں تو دوبارہ انھیں حج ادا کرنا ضروری ہے لو حج الصبی والعبد صح حجهما ولم یجزنهما عن حجة الاسلام (۳) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "جو بچہ بھی حج کرے پھر بلوغ کو پہنچ جائے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ دوسرا حج کرے"۔ (۴)

کیا سفر حج کے اخراجات صدقہ کرنے سے حج ادا ہوگا؟

سوال ہمارا ایک ساتھی حج کرنے کا ارادہ کر چکا ہے اور مکمل تیاری بھی کرلی، لیکن اچانک اس کا بھتیجا بیمار ہوا اور اس کو اسپتال میں داخل کروانا پڑا، جس کی وجہ سے وہ حج پر نہ جاسکا، لیکن اپنی جیب سے ایک غریب آدمی کو آٹھ سو ریال دے دیئے اور اس کا یہ اصرار ہے کہ اس طرح اس کا فریضہ حج ادا ہوگیا، شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں کہ اس کا حج ہوا یا نہیں؟ (خلیل احمد، جوک)

---

(۱) هندية ۲۳۶/۱ (۲) هندية ۲۳۶/۱

(۳) المغنی ۷/۵ ، ط : ریاض محقق (۴) طبرانی

جواب اگر حج فرض ہو چکا ہو تو یہ فریضہ اس وقت تک ذمہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک کہ خود حج نہ کریں، دوسروں کو حج کرانے یا حج کے اخراجات صدقہ خیرات کرنے اور کسی غریب کی مدد کرنے سے صدقہ خیرات کا ثواب تو مل جائے گا لیکن حج کا فریضہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، ہاں زندگی بھر حج کرنے میں کوئی مجبوری یا رُکاوٹ پیش آتی رہے یا آدمی ایسا معذور ہو جائے کہ خود حج نہ کرسکتا ہو تو دوسروں سے حج بدل کرواسکتا ہے یا اخیر وقت میں اس کو اپنے مال سے حج بدل کروانے کی وصیت کرنا ضروری ہے۔ آپ کے ساتھی اس سے قبل اگر حج فرض ادا کر چکے ہوں اور نفلی حج رہا ہو یا ان پر حج ہی فرض نہ ہو تب تو کوئی بات نہیں، ورنہ انھیں چاہئے کہ آئندہ جب بھی موقعہ ملے جلد سے جلد فریضہ حج ادا کریں، کسی غریب کو کچھ رقم دینے سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

نفل حج یا مجاہدین کی امداد

سوال میں دس بارہ حج کر چکا ہوں، اس سال بھی حج کرنے کا ارادہ ہے۔ جو رقم میں اپنے اس نفل حج پر خرچ کر رہا ہوں، اگر یہی رقم میں بوسنیا یا کشمیر کے مجاہدین کے لئے بھیج دوں تو کیا یہ جائز ہے؟ نفل حج کرنے کا ثواب زیادہ ہے یا مجاہدین کی خدمت و مدد کرنے کا؟

جواب افضل اعمال کون سے ہیں؟ احادیث میں مختلف اعمال کو افضل قرار دیا گیا ہے، کبھی آپ ﷺ نے جہاد کو افضل قرار دیا، کبھی ایمان کو، کبھی نماز کو اور کبھی دوسرے عمل کو، سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ:

سئل النبی ﷺ : ای الأعمال افضل ؟ قال : ایمان باللہ ورسولہ . قیل : ثم ماذا ؟ قال : جهاد فی سبیل اللہ ، قیل : ثم ماذا ؟ قال : حج مبرور . (۱)

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: اعمال میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا، پھر پوچھا گیا اور

(۱) بخاری باب فضل الحج المبرور حدیث ۱۵۱۹

کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا : اللہ کی راہ میں جہاد کرنا،
پوچھا گیا : پھر کون سا؟ فرمایا : حج مبرور۔

ایک ہی سوال اور اس کے آپ ﷺ نے مختلف جوابات دیئے ہیں، علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ اصل میں آپ ﷺ نے مختلف جواب مخاطب کی کیفیت کو دیکھ کر دیئے ہیں، جس کے اندر جہاد کا جذبہ غالب محسوس کیا، اس کے سوال کے جواب میں فرمایا : جہاد افضل اعمال ہے، جس کو مالدار اور خرچ کرنے کا جذبہ دیکھا، اس سے فرمایا کہ صدقہ افضل اعمال ہے(۱) اس لئے نفل حج افضل ہے یا جہاد میں خرچ کرنا، یہ مبتلی بہ کی طبعی کیفیت اور قلبی رجحان پر منحصر ہے، جس کا دل حج کی طرف مائل ہو اس کے لئے حج افضل ہے، جس کا دل انفاق فی سبیل اللہ کی طرف مائل ہو اس کے لئے افضل ہے کہ مجاہدین کی امداد کرے، تاہم امام مالکؒ کی رائے ہے کہ حج نفل جہاد سے عام حالات میں افضل ہے، لیکن اگر مسلمانوں پر دشمنوں کا حملہ ہو رہا ہے یا مسلمان مذہبی جنگ لڑ رہے ہوں تو اس کے لئے امداد اور انفاق نفلی حج سے افضل ہے(۲)

بیوی کے کہنے پر حج ادا نہ کر سکے

سوال میری بیوی نفسیاتی مریض ہے اور آج کل اس کی ذہنی کیفیت میرے لئے بڑی پریشان کن ہے، اس کا اصرار ہے کہ میں ستمبر تک مستقل پاکستان آجاؤں، میں خود اس کی پریشانی کے باعث ڈپریشن کے مرض میں مبتلا ہوں، کمپنی کے قوانین کے مطابق پانچ سال سروس مکمل ہونے پر حج کی چھٹیوں کا حقدار بنتا ہوں، جولائی ۱۹۹۶ء میں پانچ سال مکمل کر چکا ہوں اور اگلے سال حج کا ارادہ رکھتا ہوں، آیا مجھے بیوی کی پریشانی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس کا کہنا ماننا چاہئے یا فریضہ حج ادا کرنا چاہئے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ (ہاشم خان شیروانی، ظہران)

جواب صاحبِ استطاعت یعنی حج کی استطاعت و قدرت رکھنے والے پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کی ادائیگی فرض بلکہ اسلام کا اہم رکن ہے، اگر آپ نے اس سے قبل حج کی سعادت

---

(۱) نیل الاوطار ۲۸۲/٤ (۲) الشرح الکبیر ۱۰/۲

حاصل کرلی ہو تب تو آپ کے ذمہ سے یہ فریضہ ادا ہوگیا اور آپ پاکستان جاسکتے ہیں، حج فرض ہونے کے بعد حتی الامکان جلد سے جلد اس فریضہ کو ادا کرلینا چاہئے، چاہے رخصت بلاتنخواہ لے کر ہو، عذر اور مجبوری کی وجہ سے اس میں تاخیر کی بھی گنجائش ہے، لہٰذا اگر آپ حج کی ادائیگی سے پہلے بھی پاکستان چلے جانا چاہیں تو اس میں کوئی حرج یا گناہ نہیں، لیکن اس کی وجہ سے فریضہ حج آپ کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا، اس کی ادائیگی آپ کے ذمہ بہر حال واجب رہے گی، چنانچہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں :

والاصل أن الانسان لایخرج عن عهدة ما علیه إلا بادائه بنفسه إلا إذا حصل المقصود منه باداءِ غیره کالجهاد ونحوه وذلك لایتحقق في الحج . (۱)

قاعدہ یہ ہے کہ کوئی اپنی شرعی ذمہ داری سے نہیں نکل سکتا، تا آنکہ وہ خود اس ذمہ داری کو ادا نہ کرلے، سوائے اس کے کہ دوسرے کے ادا کرنے سے مقصودِ شرعی حاصل ہوجائے، جیسے جہاد وغیرہ اور یہ بات حج میں نہیں پائی جاتی۔

رشوت دے کر حج کے لئے چھٹی لینا

سوال میں ایک شرکہ (کمپنی) میں کام کرتا ہوں اور ہمارے شرکہ کا چھوٹا مدیر جو ہمارا انچارج بھی ہے وہ ہر کام کے لئے رشوت لیتا ہے، خاص کر چھٹی کے لئے اور حج کرنے کے لئے رشوت نہ دیں تو بات نہیں بنتی، تو کیا مجبوری کے عالم میں رشوت دے کر حج بیت اللہ کرنا ٹھیک ہے یا غلط؟ رہنمائی کی درخواست ہے؟ (ظفر اقبال، جیزان)

جواب کسی کا حق مارنے کے لئے اگر کسی کو کوئی رقم دی جائے یا کوئی چیز پیش کی جائے تو اسے رشوت کہتے ہیں، جو بہت بڑا گناہ ہے، رشوت لینے اور دینے والے کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے لعنت اور احادیث میں جہنم کی وعید آئی ہے، لیکن کسی کا حق مارے بغیر

---

(۱) بدائع الصنائع ۲۹۰/۲

اپنا کام نکالنے یا جائز حق وصول کرنے کے لئے اگر کسی کو رقم وغیرہ دے دی جائے تو اگرچہ اس کو بھی عرف میں "رشوت" ہی کہا اور سمجھا جاتا ہے، لیکن یہ حقیقت میں رشوت نہیں، ہاں ناجائز کام میں تعاون ضرور ہے، اس لئے یہ بھی گناہ ہے، شدید ضرورت اور مجبوری کے بغیر اس کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے۔

آپ کوشش تو اس بات کی کریں کہ جائز طریقہ سے آپ کو چھٹی مل جائے، اگر یہ بالکل ممکن نہ ہو اور آپ نے ابھی تک حج نہ کیا ہو، نیز شرکہ کی طرف سے آپ چھٹی حاصل کرنے کا حق رکھتے ہوں تو اس طرح (رشوت دے کر) اپنا جائز حق (چھٹی) لینے کی گنجائش ہے، چنانچہ شامی نے بحر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ :

إن الرشوة في مثل هذا جائزة . (۱)

رشوت اس طرح کے اُمور میں جائز ہے۔

اور ابوالسعود کے حوالہ سے انھوں نے ہی لکھا ہے کہ :

إنه هنا مضطر لاسقاط الفرض عن نفسه . (۲)

وہ یہاں مجبور ہے اپنے ذمہ سے دینی فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے۔

تاہم گناہ کے کام میں تعاون پر توبہ واستغفار کریں، اگر آپ اس سے قبل فرض حج ادا کر چکے ہوں تو بہتر یہی ہے کہ آپ اس غلط کام میں تعاون نہ کریں۔

حج کے لئے والدین کی اجازت

سوال سنا ہے کہ حج سے پہلے والدین کی اجازت حاصل کرنا اور ان کا راضی ہونا بہت ضروری ہے، میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں اس سال حج کرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ حج کے چار پانچ ماہ بعد میرا اقامہ ختم ہو جائے گا، شاید کفیل پھر تجدید نہ کرے یا زیادہ رقم مانگے، والدہ بھی میرے حج کرنے پر راضی ہیں، البتہ والد صاحب اور چھوٹے بھائی کا ارادہ ہے کہ میں آئندہ سال حج کروں،

---

(۱) ردالمحتار ۱۴۵/۲

(۲) حوالہ سابق

مجھے کیا کرنا چاہئے؟ ایک طرف والدہ کا حکم اور میری مجبوری ہے اور دوسری طرف والد صاحب کو بھی ناراض کرنا نہیں چاہتا؟ (شاہد نصیر خاں، جیوان)

جواب حج فرض ہو جائے تو اس کی ادائیگی کے لئے والدین سے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں اور نہ والدین کو اس کا حق ہے کہ وہ اس فریضہ کی ادائیگی میں رکاوٹ بنیں، اخلاقی طور پر والدین کو راضی رکھنے کے لئے ان سے اجازت حاصل کر لینا بہتر ہے، اگر وہ اجازت نہ دیں تب بھی فریضہ حج کی ادائیگی میں تاخیر درست نہیں۔ البتہ والدین بوڑھے ہوں، خدمت کے محتاج ہوں اور دوسرا کوئی ان کی خدمت کرنے کے لئے نہ ہو تو ایسی صورت میں حج کی ادائیگی کے لئے اجازت لینا ضروری ہے، اگر اجازت لئے بغیر حج کو چلا جائے تو فقہا نے اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ علامہ شامیؒ درمختار کی عبارت "وقد يتصف بالكراهة كالحج بلا اذن ممن يجب استئذانه" کہ حج کبھی مکروہ ہوتا ہے، مثلاً ان لوگوں کی اجازت کے بغیر حج کرے جن سے اجازت لینا واجب ہے کے ذیل میں لکھتے ہیں :

كأحد ابويه المحتاج إلى خدمته والاجداد والجدات كالابوين عند فقد هما وظاهره أن الكراهة تحريمية وهذا كله في حج الفرض أما حج النفل فطاعة الوالدين أولى مطلقا . (۱)

مثلاً والدین میں سے کوئی ایک باحیات ہوں اور اس کی خدمت کی ان کو ضرورت ہو، دادا اور دادیاں، والدین نہ ہونے کی صورت میں ماں باپ ہی کے حکم میں ہیں، فقہاء کی اس عبارت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ کراہتِ تحریمی ہے اور اجازت لینے کی یہ تفصیل فرض حج میں ہے، حج نفل کے مقابلہ والدین کی اطاعت ہی بہتر ہے۔

شوہر حج اور عمرے کی اجازت نہ دے تو......

سوال میں شادی شدہ عورت ہوں، شوہر، بچے اور بچیاں ہم سب یہاں اکٹھے رہ رہے ہیں، میرے تین بیٹے اور بیٹیاں ماشاء اللہ جوان ہیں، شادی کے

---

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار ۱٤٠/٢

ابتدائی ایام بلکہ چند سال اچھے گذرے، لیکن بعد میں نہ جانے کیا ہوا کہ شوہر اچانک بدل گئے، اگرچہ وہ اب بھی میرے ساتھ ہی رہتے ہیں، ہم اکٹھے کھاتے پیتے ہیں، لیکن سالہا سال ہوئے کہ وہ ہم لوگوں کو نہ تو خرچ وغیرہ کے لئے کچھ دیتے ہیں اور نہ ہماری مدد و خدمت کرتے ہیں، میں خود سلائی کر کے اور میرے بچے بچیاں ٹیوشن پڑھا کر اور بعض دوسرے گھریلو کام کر کے الحمدللہ اتنی رقم کما لیتے ہیں جو ہمارے لئے کفایت کرتی ہے، بلکہ بحمداللہ بہت زیادہ ہے، مالی حالت الحمدللہ بہت ہی اچھی ہے، لیکن آپ سے سوال اور شکوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے شوہر مجھے حرمین شریفین جانے کی اجازت نہیں دیتے، خود جاتے ہیں لیکن مجھے جانے سے روکتے ہیں، حتیٰ کہ اولاد کو بھی جانے سے روکتے ہیں، میں نے چند سال قبل کہا کہ بچیاں جوان ہیں، اگر اچانک کوئی رشتہ آ گیا اور یہ لوگ پاکستان چلی گئیں تو فرض حج سے محرومی رہے گی، لہٰذا اگر تم اجازت دو تو میں ان کو لے کر مع اپنے جوان بیٹوں کے حج کر لوں اور ان کا حج بھی ادا ہو جائے، لیکن اجازت نہ ملی، میرے بھائی پاکستان سے حج کے لئے آئے ہوئے تھے، انھوں نے رات بھر منت سماجت کی، میں نے ان کے پاؤں پکڑے اور بیٹوں نے بھی رو رو کر اجازت مانگی مگر اس شخص نے کہا کہ اگر بلا اجازت جانا ہے تو جاؤ لیکن میں تم کو اجازت نہیں دوں گا، ہم لوگ چلے گئے اور ہم نے حج کر لیا، اب مجھے دس سال ہو گئے ہیں کہ مدینہ منورہ نہیں گئی، بار بار پوچھنے اور اجازت لینے پر ہر بار انکار کیا، میں گذشتہ دنوں اپنے بیٹوں کو لے کر چلی گئی اور مسجد نبوی ﷺ میں چند نمازیں پڑھ کر واپس آ گئی، کیا شوہر کو شریعت نے اتنا ظلم اور سنگدلی کی اجازت دی ہے؟ (آپ کی ایک بہن، جدہ)

جواب: جن خطوط اور سوالات کو پڑھ کر خوف اور حیرت سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، انہی خطوط میں ایک خط یہ بھی ہے جو آپ نے ارسال کیا ہے، میری دینی بہن!

آپ کے شوہر کے اس ظلم و ستم اور سنگدلی کے بارے میں پڑھ کر مجھے مشہور تابعی سیدنا سعید بن جبیرؒ کا وہ تاریخی جملہ یاد آ رہا ہے جو انھوں نے حجاج بن یوسف کے ظلم و ستم اور سنگدلی کو دیکھ کر فرمایا تھا، حجاج بن یوسف الثقفی نے اپنے دربار میں جب مشہور تابعی سعید بن جبیرؒ کے قتل کا حکم دیا تھا تو سعید بن جبیرؒ نے ایک عجیب تاریخی جملہ کہا تھا، اگرچہ اُردو زبان کا تنگ دامن عربی زبان کے جملوں کی وسعت کو اپنے اندر سمو نہیں سکتا، لیکن ظاہری الفاظ کا ترجمہ نقل کر رہا ہوں، اہل زبان اور عربی سے ذوق رکھنے والے اصل جملہ پڑھ کر لطف اندوز ہوں اور جنھیں عربی نہیں آتی وہ صرف ترجمہ ہی سمجھ لیں، سعید بن جبیرؒ نے فرمایا تھا :

عجبت من جرائتك على الله و حلمه عنك .

اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہاری اس بے باکی و بغاوت اور اس کے باوجود تمہارے لئے اس کے حلم و درگذر پر مجھے تعجب و حیرت ہے!

آپ نے اپنے خط میں جن گھریلو حالات اور شوہر کے ظلم و ستم کا شکوہ کیا ہے، اس کی کئی اور مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔ اسلام نے شوہر کو جو حقوق دیئے ہیں، وہ اس کی ذمہ داریوں اور نگرانی کی وجہ سے ہیں، افضل ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شوہر کو ظلم کرنے کی اجازت مل چکی ہے، کاش کہ آپ کے شوہر اس حدیثِ قدسی کو پڑھ لیں جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

یاعبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلته محرماً بینکم فلا تظالموا . (۱)

اے میرے بندو! میں نے اپنے اُوپر (باوجود خالق و مالک ہونے کے بھی) ظلم کو حرام کیا اور تم لوگوں کے لئے بھی حرام کر دیا ہے، لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے :

(۱) کنزل العمال حدیث ۴۳۵۹۰

الظلم ظلمات یوم القیامة . (۱)

ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ایک اندھیرا ہے۔

اسی لئے علماء نے ارشاد فرمایا کہ کافر پر بھی ظلم کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن میں مردوں کے حقوق اور حصے بیان کئے وہیں ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے بھی حقوق بیان کردیئے ہیں۔ سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۸ میں ارشاد ہے: ''اور عورتوں کے لئے بھی اسی طرح کے حقوق ہیں'' سورۂ نساء میں بھی یہی مفہوم موجود ہے۔

آپ کے شوہر کو اگرچہ یہ اختیار ہے کہ وہ آپ کو گھر سے باہر نکلنے سے روکیں اور آپ کے لئے ان کی اجازت ضروری قرار دی گئی ہیں، لیکن اگر شوہر بلا کسی وجہ شرعی کے محض ظلم وستم، سختی وزیادتی اور سنگدلی کی وجہ سے آپ کو حرمین شریفین جانے سے روکتا ہے تو یہ شوہر کے لئے بھی ناجائز اور گناہ ہے، چوں کہ آپ کے جوان بیٹے آپ کے پاس موجود ہیں، لہٰذا حج وعمرہ کے لئے اگر محرم میسر ہو تو شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے، آپ ان کی اجازت کے بغیر بھی حج یا عمرہ کرسکتی ہیں (۲) — البتہ نفل حج یا کسی نفل عبادت کے لئے شوہر کی اجازت ضروری ہے۔

آپ کے شوہر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر اللہ چاہے تو ان پر بھی کسی ایسے شخص کو مسلط کرسکتا ہے جو ان کو اس طرح سے پریشان کرتا رہے اور ذہنی اذیت میں مبتلا کئے رکھے؟ اس سے پہلے کہ آپ کے شوہر کو ان کے اس طویل اور شدید ظلم کا بدلہ ملے آپ اپنے شوہر کو سمجھائیں کہ وہ اللہ کے سامنے توبہ کریں، دعاء مانگیں اور اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانے میں تمام اہل خانہ کا تعاون کریں۔

قرض لے کر حج کرنا

سوال کیا میں دوستوں سے رقم اُدھار لے کر حج کرسکتا ہوں، میری نیت حج ادا

---

(۱) صحیح البخاری ، ابواب المظالم حدیث ۲٤٤٧ ، مسلم باب تحریم الظلم

(۲) لو کان معها محرم فلها أن تخرج مع المحرم فی الحجة الفریضة من غیر إذن زوجها عندنا (بدائع ۱۲٤/۲ ، قاضی خان مع الهندیة ۲۸۳/۱)

کرنے کے بعد میری تنخواہ سے رقم ادا کرنے کی ہے؟ (عطاء اللہ، العین)

سوال میں جس کمپنی میں کام کرتا ہوں اس میں تین مہینوں سے کسی بھی آدمی کو تنخواہ نہیں ملی، اگر حج تک تنخواہ نہ ملے، تو میں کسی دوسرے سے قرض لے کر حج کر سکتا ہوں یا نہیں، جب کہ میری اپنی رقم کمپنی میں رُکی ہوئی ہے اور استطاعت بھی رکھتا ہوں، لیکن عین وقت پر ذاتی پیسہ حج کے اخراجات کے بقدر نہیں۔ (سید تصویر حسین، جدہ)

سوال میرے پاس حج کے لئے رقم کم پڑ رہی ہے، جب کہ کمپنی نے تنخواہ نہیں دی، دو ماہ کا بقایا ہے، کیا میں حج کے لئے کسی سے قرض لے سکتا ہوں، میری نیت ہے کہ جس شخص سے بھی رقم لوں تنخواہ ملتے ہی ادا کردوں، امید ہے کہ حج کے ہفتہ دس دن بعد تنخواہ مل جائے گی۔ (محمد قیصر عالم، رابغ)

جواب اگر کسی کی آمدنی اچھی ہو اور قرض کی ادائیگی اس کے لئے دشوار نہ ہو، نیز تنخواہ نہ ملنے یا کسی اور اتفاقی دشواری کی وجہ سے اسے قرض لینا پڑے تو قرض لینا جائز ہے، البتہ جس شخص کی آمدنی کم ہو، اخراجات زیادہ ہوں، تنگی سے گذر بسر ہوتی ہو تو ایسے شخص پر استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے حج ہی فرض نہیں، ایسے شخص کو قرض لینا درست نہیں، حاشیہ دسوقی میں ہے:

ولا يجب الحج استطاعة بدين ولو من ولده أذا لم يجد الوفاء بأن لايكون عنده ما يقتضيه به ولا جهة له يوفى منها وإلا وجب بما عليه الحج به . (۱)

قرض لے کر خواہ اپنے لڑکے سے لے کر کیوں نہ ہو، حج واجب نہیں، اگر اسے قرض کی ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہ ہو اور نہ ہی کوئی دوسری صورت ادائیگی کی ہو، اگر ادائیگی کا ذریعہ ہو تو پھر قرض لے کر بھی حج اس پر واجب ہوگا۔

تاہم اگر وہ قرض لے کر حج کرے تو حج تو انشاء اللہ ادا ہو جائے گا، لیکن اس کو چاہئے کہ وہ قرض کی ادائیگی کی فکر کرے، کیوں کہ اس سلسلے میں احادیث میں بڑی وعید آئی ہے،

---

(۱) حاشیہ دسوقی ۱۰/۲

حدیث میں آتا ہے کہ قرض کی حالت میں اگر کسی شخص کا انتقال ہوجاتا تو رسول کریم ﷺ اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے، نیز قرض کے معاملہ کو لکھ لینا چاہئے، اسی طرح اگر کسی پر قرض ہو تو یہ چیز بطورِ وصیت کے تحریری شکل میں اس کے پاس موجود ہونی چاہیے یا اس کے گھر والوں میں سے کسی کو اس کی خبر ہونی چاہئے، تاکہ ناگہانی حادثہ وفات کی صورت میں اس کی وراثت سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جاسکے، یا کچھ بھی مال نہ چھوڑا ہو تو بھی کوئی وارث اپنی طرف سے اس کا قرض ادا کرسکتا ہے، ورنہ وہ شخص قرض کا بوجھ اور گناہ لے کر اس دُنیا سے رخصت ہوگا، قرض خواہ اگر معاف نہ کرے تو بڑی سنگین بات ہے، اسی لئے رسول کریم ﷺ قرض کے بوجھ سے پناہ مانگا کرتے تھے، اس لئے ہمیں بھی اس سے پناہ مانگنی چاہئے اور اپنے حالات کو دیکھتے ہوئے ادائیگی پر قدرت کے لحاظ سے، شدید مجبوری ہی میں قرض لینا چاہئے

قرض کے باوجود حج

سوال ایک آدمی کے ذمہ وطن میں قرض ہے، لیکن وہ یہاں رہ کر معمولی سے خرچ پر حج ادا کرسکتا ہے، تو کیا ایسی صورت میں اس کو پہلے قرض ادا کرنا چاہئے یا وہ حج کرسکتا ہے؟ اگر وہ حج کرلے تو فرض حج ادا ہوجائے گا یا اس کا یہ حج نفل شمار ہوگا؟

جواب جس کے ذمہ قرض ہو اس پر حج فرض نہیں ہے، کیوں کہ اس کی فرضیت کے لئے زاد اور راحلہ پر قدرت شرط ہے (آل عمران) زاد اور راحلہ پر قدرت اسی صورت میں ہوگی جب کہ وہ حاجت اصلیہ سے فاضل ہو، دین بھی حاجتِ اصلیہ میں سے ہے، اس لئے قرض کے ہوتے ہوئے حج فرض نہیں، اگر کوئی حج کرلے تو اس کی طرف سے حج کی فرضیت ساقط ہوجائے گی، دوبارہ حج کرنا اس پر فرض نہیں رہے گا، آئندہ جتنے بھی وہ حج کرے گا نفل ہوں گے، قرض کی موجودگی میں اگر کسی کو یہ سہولت ہو کہ وہ آسانی حج کرسکتا ہو اور آئندہ قرض کی ادائی بھی دشوار نہ ہو تو اس کے لئے حج کرنے کی اجازت وگنجائش ہے۔ (۱)

---

(۱) ولا يجب الحج استطاعة بدين ولو من ولده إذا لم يرج الوفاء بأن لايكون عنده ما يقضيه به ولا جهة له يؤفي منها وإلا وجب بما عليه الحج به (حاشيه الدسوقي ۱۰/۲)

بہر حال ادائیگی قرض کی بھی فکر ضروری ہے، جو حقوق العباد میں سے ہے، جس کا ادا نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور اسی حالت میں اگر موت آجائے تو یہ بڑا وبال اور باعثِ عذاب بھی ہے۔

حکومت کی اجازت کے بغیر حج

سوال: ایک آدمی نے گذشتہ سال حج کیا ہو اور وہ اس سال حج بدل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو کیا کرے، جب کہ یہاں حکومت کی طرف سے پانچ سال سے پہلے دوبارہ حج کرنے کی اجازت نہیں؟ اگر کسی طریقہ سے وہ جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ جائے تو اس کے لئے کون سی جگہ میقات ہوگی، جب کہ اس کے راستہ میں پہلے سے میقات آتی ہے؟ ایسی مجبوری میں کیا کیا جائے؟

(محمد صدیق، ضیاء الشمال)

جواب: ہونا تو یہی چاہئے کہ عمومی مصالح کے پیش نظر حکومت کی طرف سے عائد کردہ جائز شرائط کا ممکن حد تک پاس ولحاظ کیا جائے اور اس کی رعایت کی جائے، تاہم اگر کوئی شخص کسی وجہ سے اس سے پہلے ہی دوبارہ حج یا حج بدل کرنا چاہتا ہو تو شرعاً وہ حج کرسکتا ہے اور اس کا حج صحیح ہوگا، لیکن اس مجبوری کی وجہ سے اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گذرنا جائز نہیں اگر کوئی اپنی میقات سے حج وعمرہ کا ارادہ رکھتے ہوئے بغیر احرام کے گذر جائے، پھر دوبارہ واپس آکر اپنی میقات پر احرام نہ باندھے تو اس پر ایک دم واجب ہوگا، اپنی میقات سے گذر جانے کے بعد سب مقام اس کے لئے برابر ہے، وہ کہیں سے بھی احرام باندھ سکتا ہے، لیکن اس غلطی کے کفارہ کے طور پر بہر حال اسے دم دینا ہوگا۔ (۱)

حج کے لئے جمع کردہ رقم چوری ہوجائے

سوال: میں ۱۹۸۲ء میں ریاض میں کام کرتا تھا اور تنخواہ صرف ۶۰۰ ریال تھی، میں نے اس وقت حج کے ارادے سے ہر ماہ تھوڑی تھوڑی رقم جمع کی، حج پر نکلنے سے دو تین دن پہلے میرے پیسے میرے کمرے سے چوری ہوگئے، چوں کہ میں حج کا پروگرام بنا چکا تھا اور دوسری ضروری کارروائی بھی ہوچکی تھی، اس

---

(۱) رد المحتار ۱۵٤/۲ ، المغنی ۱۱۲/۳

لئے بعض دوستوں نے اصرار کیا کہ تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا، تمہارا خرچ
ہم سب ساتھی برداشت کریں گے، اس طرح میں نے حج کیا، اب دوبارہ
اللہ تعالیٰ نے مجھے سعودی عرب آنے کا موقع دیا، کیا میرا فرض حج ادا ہوگیا؟
جو میں نے دوسروں کے خرچ پر کیا تھا یا اب مجھے پھر حج کرنا ہوگا؟

(محمد عبدالواجد، جدہ)

جواب آپ کا فرض حج ادا ہوگیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اب اگر پھر حج کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، یہ نفل شمار ہوگا، آپ کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس وقت آپ نے حج کیا اس وقت بھی آپ پر حج فرض نہ تھا، تاہم فقہاء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان، عاقل و بالغ، آزاد شخص حج کی استطاعت نہ ہونے اور اس پر حج فرض نہ ہونے کے باوجود کسی طرح حج کرلے تو اس کے ذمہ سے فریضہ ادا ہوجائے گا، ہندیہ میں ہے:

الفقير إذا حج ماشيائم أيسر لا حج عليه . (۱)

محتاج آدمی اگر پیدل حج کر چکا ہو تو صاحبِ استطاعت ہونے کے بعد اس پر حج واجب نہیں۔

البتہ نابالغ اگر حج کرلے تو اس کا پہلا حج نفل شمار ہوگا، بلوغ کے بعد اگر حج کی استطاعت پیدا ہوجائے تو دوبارہ فرض حج ادا کرنا ہوگا۔ ہندیہ میں ہے:

لو أن الصبی اذا حج قبل البلوغ فلا یکون ذالك عن حجة الاسلام ویکون تطوعا . (۲)

اگر بچہ بلوغ سے قبل حج کرلے تو وہ نفل حج ہوگا اور فرض حج کی جانب سے کافی نہیں ہوگا۔

یہی حکم غلام کا بھی ہے کہ غلامی میں آقا کے ساتھ کیا ہوا حج نفل شمار ہوگا، آزادی کے بعد اگر حج کی استطاعت پیدا ہو تو دوبارہ حج کرنا ضروری ہوگا۔ ہندیہ میں ہے:

لو حج قبل العتق مع المولیٰ لایجزیه عن حجة الاسلام وعلیه

(۱) هندية ۲۱۷/۱ (۲) هندية ۲۱۷/۱

حجة الاسلام إذا أعتق . (۱)

اگر اپنے آقا کے ساتھ آزادی سے پہلے غلام نے حج کیا تو وہ فرض حج کی طرف سے کافی نہ ہوگا اور اس پر آزادی کے بعد فرض حج ادا کرنا ہوگا۔

امانت واپس کیئے بغیر حج کرنا

سوال اگر کسی کی زمین یا مال بطورِ امانت کسی کے قبضہ میں ہو اور زمین یا مال والا اس سے امانت کی واپسی کا مطالبہ کرر ہا ہو، تو کیا ایسی صورت میں امانت دار کا بغیر اس کی امانت واپس کیئے ہوئے حج کرنا درست ہے؟ (مدثر احمد مجتبیٰ، جدہ)

جواب حج کے آداب میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ حج پر جانے والے کے ذمہ اگر کسی کا کوئی حق باقی ہو تو سفر حج سے پہلے صاحبِ حق کو اس کا حق دے دے یا اس سے معافی مانگ لے، امانت دار کا بغیر امانت واپس کیئے ہوئے حج پر جانا خلافِ اولیٰ ہے، ہاں اگر زمین یا مال والا شخص خود اپنی امانت واپس نہ لے تو ایسی صورت میں کوئی حرج نہیں، تاہم اس کو وصیت لکھ کر دینا یا اپنے اہل وعیال کو باخبر کر دینا چاہئے کہ اس کے پاس کس کس کی امانتیں یا حقوق باقی ہیں، تاکہ کسی ناگہانی حادثہ اور انتقال کی صورت میں وہ اس حال میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر نہ ہو کہ اس کے ذمہ کسی کا قرض یا حق باقی رہے، حج کے علاوہ عام حالات میں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہئے، کیوں کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا؟ اور حقوق العباد کا معاملہ بڑا اہم ہے، اس لئے اس معاملے میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا چاہئے، صحیح حدیث میں آتا ہے: (قال رسول الله ﷺ من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه او شئ فليتحلله منه اليوم قبل ان لايكون دينار ولا درهم ان كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وان لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه) اگر کسی کے ذمہ کوئی حق باقی ہو اور اس نے دُنیا میں اسے ادا نہ کیا ہو، پھر صاحبِ حق اسے معاف بھی نہ کرے تو قیامت کے دن اس حق کے بدلہ اس شخص کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی اور اگر ساری نیکیاں ختم ہو جائیں اور پھر بھی لوگوں کے حقوق باقی

---

(۱) هندية ۲۱۷/۱

رہیں تو حق داروں کے گناہ اس شخص پر لاد دیئے جائیں گے (۱) —— اس طرح وہ مزید گناہ اور عذاب کا مستحق ہو جائے گا۔ اللھم احفظنا منه

حج کے ساتھ مسجدِ نبوی کی حاضری

سوال کیا مسجد نبوی کی زیارت حج کے ساتھ ضروری ہے؟ (حبیب الدین شیخ، بریدہ)

جواب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی زیارت کرنا باعث اجر و ثواب ہے، لیکن اس کا حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی حاجی مدینہ نہیں گیا تو اس کے حج پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لیکن بہر حال دور افتادہ لوگوں کے لئے یہ بہت بڑی محرومی ہوگی کہ وہ زیارت مدینہ منورہ سے محروم رہیں۔

گھر کی خادمہ کا حج

سوال میں ایک گھر میں کام کر رہی ہوں، میرے امپلائر (آجر) اچھے آدمی ہیں، گھر کا کام ہونے کی وجہ سے غیر محرم ہونے کے باوجود مجھے ان کے سامنے آنا پڑتا ہے، میں انھیں بھائی کہتی ہوں، اس سال بھائی اور ان کی اہلیہ حج پر جا رہے ہیں، چوں کہ ان کے سامنے میرا آنا جانا ہے تو کیا میں ان کے ساتھ حج کر سکتی ہوں؟ اسی طرح میں جس کمپنی کے ویزے پر آئی تھی اگر ہم کمپنی کی پانچ سات عورتیں مل کر کمپنی ہی کی بس میں اور کمپنی کے ڈرائیور کے ساتھ حج کرنے جائیں تو کیا یہ درست ہوگا؟ اگر ہم یہاں سے حج نہ کر سکے تو ہماری مالی حالت اتنی اچھی نہیں کہ وطن سے محرم کے ساتھ آ کر حج کریں۔

(ایک بہن، ریاض)

جواب بغیر محرم کے کوئی بھی سفر (چاہے وہ حج کا سفر ہو یا عام سفر) جائز نہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا لاتحجن امرأة إلا و معها محرم . (۲)

---

(۱) صحیح بخاری عن ابی هریرةؓ ابواب المظالم

(۲) سنن بیهقی ۱۳۸/۳ ، ۲۲۷/۵ ، دار قطنی ۲۲۳/۲ مسلم ، باب سفر المرأة مع

خبردار! کوئی عورت بغیر محرم کے حج نہ کرے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لایحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الأخر تسافر مسیرة یوم إلا ومعها ذو محرم . (۱)

کسی مؤمنہ عورت کے لئے حلال نہیں ہے کہ ایک دن کا بھی سفر کرے اور اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو۔

آپ جس کے یہاں کام کرتی ہیں وہ آپ کا محرم نہیں ہے، کیوں کہ

المحرم زوجها أو من تحرم علیه علی التابید . (۲)

محرم، عورت کا شوہر ہے یا وہ شخص ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ حرام ہو۔

اس لئے اپنے مالک کے ساتھ سفر حج پر جانا آپ کے لئے جائز نہیں ہے، اگر کوئی عورت بغیر محرم کے یا غیر محرم کے ساتھ سفر کرے تو سفر کا گناہ اس پر رہے گا، چاہے تنہا غیر محرم کے ساتھ سفر ہو یا چند عورتیں مل کر غیر محرم کے ساتھ سفر کریں، دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ یہ جائز نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ بدائع میں ہے :

احدهما أن یکون معها زوجها أو محرم لها ، فان لم یوجد أحدهما لا یجب علیها الحج . (۳)

عورتوں پر حج واجب ہونے کی دو شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر ہو یا اس کا کوئی محرم ہو، اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو اس پر حج واجب نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ عورتوں کا قافلہ حج کے لئے جا رہا ہو، سبھی قابل اعتماد اور

.... محرم إلی حج وغیره ، ابوداؤد باب فی المرأة تحج بغیر محرم

(۱)

(۲) المغنی ۳۲/۵ ، ط : ریاض

(۳) بدائع ۲۹۹/۲

دین دار ہوں تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے (۱) — امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں : ایک امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق اور دوسری امام ابوحنیفہؒ کے مسلک کے مطابق، ان میں صحیح ترین روایت وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے موافق ہے، خود ابن قدامہؒ پہلے امام ابوحنیفہؒ اور پھر امام شافعیؒ کی رائے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

والمذهب الأول وعليه العمل . (۲)

امام احمدؒ کا مذہب اوّل الذکر رائے ہے اور اسی پر عمل ہے۔

محرم کے بغیر عورت کا سفرِ حج

سوال جمعہ ۲۴/فروری کی اشاعت میں "عورتوں کے سفر میں محرم کی شرط کیوں" کے جواب میں ثابت کیا گیا کہ موجودہ دَور میں بھی یہ شرط بعینہ عائد ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے دور میں تھی، چند ماہ قبل اسی سوال کا ایک صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ پہلے سفر اتنے پر امن نہیں تھے جیسا کہ آج کل ہے، اکیلی عورت جہاز پر جاپان سے امریکہ بے خوف و خطر سفر کر سکتی ہے، تو حج یا عمرہ کے لئے اکیلے جانے میں کیا قباحت ہے۔ کیا نبی کریم ﷺ کی رحلت کے بعد امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اجمعین آج کل کی طرح فرضی محرم بنا کے حج پر جاتی تھیں؟ (طارق فاروق بابر، مدینہ منورہ)

جواب عورتوں کے لئے بلا محرم کے سفر سے متعلق جو جواب "اُردو نیوز" مورخہ ۲۴/فروری کی اشاعت میں دیا گیا تھا جمہور علماء اُمت کا یہی فتویٰ ہے، جس کے مقابلے میں کسی ایک عالم (جب کہ آپ نے جن صاحب کا حوالہ دیا ہے وہ تو مستند عالم دین بھی نہیں ہیں) کا فتویٰ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ پھر سوچنے والی بات یہ بھی ہے کہ کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اس بات کا علم و احساس نہیں تھا کہ سفر اور اس کی صورتیں تبدیل ہوں گی کہ خچر و اونٹ کی جگہ ہوائی جہاز اور مصنوعی سیارے سفر کے لئے استعمال ہوں گے؟ رہی یہ بات کہ پہلے سفر اتنے پر امن

(۱) المغنی ۳۱/۵ ، ط : ریاض

(۲) المغنی ۳۱/۵ ، ط : ریاض

نہیں تھے، جیسا کہ آج کل ہیں تو اس کا جواب آئے دن ہوائی جہازوں کے اغوا اور دوران سفر بعض اکیلی خواتین کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی صورت میں موجود ہے، جو یہ بتاتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عورت کو بلا محرم کے سفر سے اگر منع کیا ہے تو یقیناً اس میں کوئی حکمت بلکہ حکمتیں پوشیدہ ہیں، امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن اجمعین نے کبھی بھی بلا محرم کے سفر نہیں کیا، امہات المؤمنین کے بارے میں آپ کا جملہ کہ کیا وہ فرضی محرم بنا کر حج پر جاتی تھیں؟ بے ادبی اور گستاخی والا جملہ ہے، اس جملے پر آپ اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور آئندہ اس قسم کے بے ادبی والے جملوں سے پرہیز کریں کہ انسان بعض اوقات بلا سوچے سمجھے کوئی بات کہہ دیتا ہے یا لکھ دیتا ہے اور اس جملے کی وجہ سے اللہ کے یہاں گرفت اور پکڑ ہو جاتی ہے اور اس شخص کے سارے اعمالِ صالحہ ضائع ہو جاتے ہیں۔

بہنوئی کے ساتھ حج

سوال میری آنٹی اور انکل آئندہ سال حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، میں حج کر چکا ہوں اور میرے والد بھی اپنے ذاتی خرچ پر چند سال قبل حج کر چکے ہیں، اب میں والدہ کو حج کرانا چاہتا ہوں، اتنی استطاعت نہیں کہ والد اور والدہ دونوں کو بلا سکوں، تو کیا میری والدہ، آنٹی و انکل (والدہ کی بہن و بہنوئی) کے ساتھ حج ادا کر سکتی ہیں، والدہ انکل سے پردہ نہیں کرتیں۔

(محمد عبدالرحیم، ریاض)

جواب حج کا سفر ہو یا کوئی بھی سفر، عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ بغیر محرم کے سفر کرے (۱) بہنوئی محرم نہیں ہے، لہٰذا شرعاً بہنوئی کے ساتھ سفر کی گنجائش نہیں (۲) — عام حالات میں بھی بہنوئی سے پردہ کرنا ضروری ہے، ہاں آپ خود اپنے ساتھ والدہ کو حج کروا سکتے ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ آپ والدہ کو اپنے پاس بلوا کر خود بھی ان کے ساتھ حج ادا کریں، تاہم اس صورت

---

(۱) المغنی ۹۷/۳ ، قاضی خان علی هامش الهندیة ۲۸۳/۱

(۲) فاما من تحل له فی حال کعبدها و زوج اختها فلیسا بمحرم لها نص علیه احمد لأنهما غیر مامونین علیها ولاتحریم علیهما اعنی التابید فهما کالا جنبی (المغنی ۹۸/۳)

میں بھی بغیر محرم کے آپ تک والدہ کا آنا ہی گناہ ہے یا پھر اور کچھ انتظار کر کے حالات کے سازگار ہونے کے بعد والد اور والدہ دونوں کو حج کروائیں۔ واضح رہے کہ والدین کو حج کروانا اولاد پر ضروری نہیں، لہٰذا استطاعت نہ ہوتو اس بارے میں پریشان نہ ہوں۔

کسی بھی محرم رشتہ دار کے ساتھ حج جائز ہے

سوال میں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حج بیت اللہ پر جائے، روپیہ کا انتظام انشاء اللہ میں کروں گا، اہلیہ کا کہنا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حج نہیں ہوتا، شوہر کا ہونا ضروری ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

(محمد محمود علی جابری، طائف)

جواب آپ کی اہلیہ کے لئے حج کرنا جائز ہے، کیوں کہ باپ محرم ہے، اگر کوئی محرم ساتھ ہوتو بیوی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا شوہر بھی ہمراہ ہو۔(۱)

دوسری بات یہ کہ سفر کی مسافت پیدل عام رفتار سے تین دن کی مسافت ہے، جس کو بعد میں فقہاء نے تجربات کی روشنی میں جدید پیمائش کے لحاظ سے ۴۸ میل (۷۲ کلومیٹر) مقرر کیا ہے اور اس کا اعتبار بھی اپنے شہر کے باہر سے ہوگا نہ کہ اپنے گھر سے، جن احادیث میں عورت کے لئے بغیر محرم کے کہیں جانے کی ممانعت ہے، اس میں بھی اکثر روایات میں تین دن کی صراحت ہے کہ کوئی عورت بغیر محرم کے تین دن کا سفر نہ کرے، جب یہ حکم سفر سے متعلق ہوا تو اگر عورت مسافتِ سفر (یعنی ۴۸ میل) کے اندر کہیں آنا چاہے تو وہ بغیر محرم کے بھی جا آ سکتی ہے(۲) —— چنانچہ اگر کوئی عورت مکہ مکرمہ ہی میں یا مکہ مکرمہ کے آس پاس مسافتِ سفر کے اندر ہی رہتی ہوتو وہ حرم مکہ مکرمہ تنہا جا آ سکتی ہے اور عمرہ بھی ادا کر سکتی ہے، طائف کے حدود ختم ہونے کے بعد سے اگر مکہ مکرمہ ۴۸ یا اس سے زیادہ ہوتو آپ بغیر محرم کے حرم مکہ مکرمہ نہیں آ سکتیں، امام احمدؒ کے یہاں سفر کی شرعی مسافت ہو یا نہ ہو، بہرصورت عورت کو محرم کے بغیر سفر حج یا کوئی اور سفر کرنا درست نہیں۔(۳)

---

(۱) الفتاوی الهندية ۲۱۹/۱ ، المغني ۹۷/۳ (۳) المغني ۹۸/۳

(۲) إن كان أقل من ذلك حجت بغير محرم (الفتاوى الهندية ۲۱۹/۱)

چوں کہ آج کل اخلاقی انحطاط عام ہے، اس لئے اگر راستہ پر امن نہ ہو، کسی طرح کے فتنے کا اندیشہ ہو تو مسافتِ سفر کے اندر بھی عورت کو تنہا سفر نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ ایک روایت میں امّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کی نماز کے لئے مسجد جانے کے بارے میں فرماتی ہیں کہ اگر رسول کریم ﷺ آج کا زمانہ اور فتنے دیکھتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے روکتے (۱) ــــ امّ المؤمنین عائشہؓ جب اپنے زمانے کے بارے میں یہ فرماتی ہیں جو خیر القرون میں شامل ہے تو پھر موجودہ انحطاط کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے؟ بہر حال عافیت اسی میں ہے کہ عورت گھر سے باہر تنہا بغیر محرم کے نکلے ہی نہیں۔

عورتوں کا حج بدل کرنا

سوال جس طرح مرد کسی دوسرے مرد یا عورت کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہے، کیا اسی طرح عورت بھی کسی دوسرے کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہے؟

(محمد عبدالوہاب خاں، جدہ)

جواب علماء فقہاء نے اس بات کو بلا کراہت جائز کہا ہے کہ عورت بھی کسی کی طرف سے حج بدل کرے، خواہ یہ مرد ہو کہ عورت، آپ کے لئے یہ عمل جائز ہے، کتبِ سنن میں آتا ہے:

ان ابی شیخ کبیر علیه فریضة الله فی الحج وهو لایستطیع ان یستوی علی ظهر بعیره فقال النبی ﷺ فحجی عنه . (۲)

ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے والد بہت بوڑھے ہیں ان پر حج فرض ہے اور سفر کے قابل نہیں ہیں، کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہو۔

عورت اپنے دوسرے کسی رشتہ دار مرد یا عورت کی طرف سے حج بدل کرسکتی ہے۔

والد کے لئے حج بدل

سوال کیا میں اپنے مرحوم والد کی طرف سے حج یا عمرہ کرسکتا ہوں؟

---

(۱) ترمذی عن عائشةؓ ، باب ماجاء فی خروج النساء فی العیدین

(۲) مسلم عن ابن عباس : باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما أوللموت

جواب اگر آپ نے اپنا حج کرلیا ہے تو آپ اپنے مرحوم والد یا کسی اور شخص کی طرف سے عمرہ یا حج بدل کر سکتے ہیں، آپ کے اس عمل سے اللہ راضی ہوگا اور اس کا ثواب آپ کے والد کو بھی ملے گا، لیکن اگر آپ نے حج نہیں کیا ہے اور آپ پر حج فرض نہیں ہے تو بہتر تھا کہ جو حج کر چکا ہے اس سے حج بدل کروائیں، اگر آپ خود ہی حج بدل کرلیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ادا ہو جائے گا، لیکن خلاف اولیٰ ہوگا(۱) —— امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے یہاں جس نے اپنا حج نہ کیا ہو تو وہ حج بدل نہیں کرسکتا۔(۲)

بیمار کی طرف سے حج بدل

سوال میری والدہ تقریباً بیس سال سے بیمار ہیں، سفر نہیں کرسکتیں، کیا میں ان کی طرف سے حج بدل کرسکتا ہوں، یا ان کو ہی حج کروانا چاہئے؟

(محمد زاہر، ریاض)

جواب اگر آپ کی والدہ اس قدر بیمار ہیں کہ حج سے معذور ہوگئی ہوں اور آئندہ بھی اس سے شفا کی اُمید نہیں ہے تو آپ ان کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں۔(۳)

والدین کو حج کرانے سے قبل حج کرنا

سوال مجھے سعودیہ آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے، میں حج کرنا چاہتا ہوں، لیکن مجھے میرے دوست کہتے ہیں کہ جب تک اپنے والدین کو حج نہیں کراؤ گے اس وقت تک تمہارا حج نہیں ہوگا، کیا واقعی یہ ضروری ہے کہ خود حج کرنے سے پہلے والدین کو حج کرائیں؟

جواب اگر آپ کے مالی حالات ٹھیک ہیں اور آپ پر واقعی حج فرض ہے، تو آپ فوراً حج کا فریضہ انجام دیجئے، والدین کو پہلے حج کرانا نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی آپ کے حج کرنے سے اس کا کچھ تعلق ہے، آپ پہلے خود حج کرلیں، والدین کو بعد میں حج کروائیں۔

---

(۱) ھندیہ ۲۵۷/۱ (۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۵۴/۱

(۳) ھندیہ ۲۵۷/۱

پہلے والد کی طرف سے حج یا اپنی طرف سے؟

سوال میرے والد پر حج فرض ہے، لیکن وہ معذور ہیں، خود حج نہیں کر سکتے، مجھے ان کی طرف سے حج کرنا پڑے گا، لیکن میرے حالات مجھے اس سال حج کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور میں نے ابھی تک اپنا حج بھی نہیں کیا ہے، میرے لئے کیا حکم ہے؟ (محسن الدین، ریاض)

جواب اگر آپ پر حج فرض نہیں ہے تو آپ والد کی طرف سے حج بدل کر سکتے ہیں، مگر یہ خلاف اولیٰ ہے اور اگر آپ پر حج فرض ہے اور اپنا حج آپ نے نہیں کیا ہے تو پہلے اپنی طرف سے حج کریں، دوسرے سال والد کی طرف سے، اپنے اوپر حج ہونے کے باوجود دوسروں کی طرف سے حج بدل پر جانا مناسب نہیں، مکروہ تحریمی اور گناہ ہے، تاہم اس کے باوجود حج بدل کرلیں تو والد کی طرف سے حج فرض ادا ہوجائے گا(۱) —— امام احمدؒ کے یہاں جس پر حج فرض ہو اس کو حج کرانے کے لئے اپنا نائب بنانا یعنی اس سے حج بدل کرانا جائز ہی نہیں، ایسا حج بدل درست نہیں ہوگا، ہاں اگر نفلی حج کرانا چاہتا ہو تو نفلی حج ایسے شخص سے کرا سکتا ہے۔(۲)

حج بدل میں کیا حج افراد ہی ضروری ہے؟

سوال بعض اہل علم نے کہا ہے کہ حج بدل میں صرف حج افراد ہی ہو سکتا ہے، تمتع اور قران ناجائز ہے، صحیح بات کیا ہے؟ (عبدالوہاب دہلوی، خمیس مشیط)

جواب کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج بدل کرنے کے سلسلے میں چند اہم باتیں ذہن نشیں کرلی جائیں، تاکہ اس عمل کو صحیح طریقے پر انجام دیا جائے، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جس کسی کی طرف سے حج کیا جا رہا ہے، وہ یا تو ایسا بیمار ہو کہ حج کا سفر نہیں کر سکتا اور بیماری سے صحت کی توقع بھی نہیں، یا اس کا انتقال ہو چکا ہو اور اس پر یہ حج فرض ہو، لیکن کسی عذر کی وجہ سے اس نے یہ حج نہ کیا ہو، اب مرنے والے کی اولاد، رشتہ داروں اور وارثوں کی

---

(۱) ردالمحتار ۲۴۱/۲ ، مطلب في حج الصرورة

(۲) المغني ۹۳/۳ ، ط : دارالفکر

ذمہ داری ہے کہ وہ اس میت کی طرف سے حج بدل کریں اگر مرنے والے نے اس بارے میں وصیت کی ہے تب تو اس وصیت کا پورا کرنا ضروری ہے، اگر وصیت نہیں کی تب بھی اولاد اور رشتہ دار کے لئے جائز ہے کہ وہ میت کی طرف سے حج بدل کریں۔

جو شخص حج بدل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بھی ضروری ہے کہ اس نے خود اپنا فرض حج کرلیا ہو، جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ایک صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا کہ "لبیك عن شبرمة"، پوچھا کہ یہ شبرمہ کون ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ میرا ایک رشتہ دار تھا، جس کے لئے میں حج کر رہا ہوں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنا فرض حج کیا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کے لئے کر سکتے ہو۔(۱)

جہاں تک افراد یا قران یا تمتع کی بات ہے تو اس سلسلے میں یہ واضح رہے کہ حج کرانے والے کی طرف سے حج کے تعلق سے جو ہدایت ہوں، مامور بہ یعنی حج بدل کرنے والے پر لازم ہے کہ ان کے خلاف کوئی کام نہ کرے، اگر اس کی ہدایت کے خلاف کوئی عمل کیا تو اس کا حج بدل ادا نہیں ہوگا، لہٰذا اگر حج کرانے والے نے صرف حج کرنے کی ہدایت دی ہے تو وہ صرف افراد ہی کرسکتا ہے، قران یا تمتع جائز نہیں ہوگا اور اگر حج بدل کرانے والے نے عام اجازت دی ہو کہ چاہو تو صرف حج افراد کرلو یا قران یا تمتع کرلو تو اس صورت میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ حج افراد اور حج قران کرسکتا ہے، لیکن تمتع کے بارے میں اختلاف ہے، فی زمانہ محقق علماء کا فتویٰ اسی پر ہے کہ حج بدل میں تمتع بھی جائز ہے۔

والد کی طرف سے حج کی نیت

سوال ہمارے ایک دوست اپنے والد کو حج کرانا چاہتے ہیں، لیکن ان کا کہنا ہے کہ ان کے والد بہت کمزور ہیں، سورج کی روشنی میں ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا، وہ زیادہ چل بھی نہیں سکتے اور ساتھ میں ہمیشہ ایک آدمی ان کو پکڑنے کے لئے چاہئے، کیا ایسی صورت میں ہمارے دوست اپنے والد کی طرف سے

(۱) بیہقی عن ابن عباس ۳۳۵/٤، باب الحج عن المیت

خود حج کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہوں تو حج کی نیت کس طرح کرنی چاہئے اور احرام باندھتے وقت کیا پڑھنا چاہئے؟ (اشفاق خاں، مکہ مکرمہ)

جواب آپ کے دوست اپنے والد کی طرف سے حج کر سکتے ہیں، احرام باندھتے وقت نیت کرلیں کہ یہ حج اپنے والد کی طرف سے کر رہا ہوں، زبان سے اتنا کہنا کافی ہے کہ لبیک حجا عن ابی پھر تلبیہ پڑھیں اور سارے مناسکِ حج اسی طرح ادا کریں جس طرح ادا کئے جاتے ہیں، ہر عمل کی ادائیگی کے وقت والد کی طرف سے نیت کی ضرورت نہیں، احرام وتلبیہ کے وقت نیت کرلینا کافی ہے۔(۱)

کیا حج بدل کیا جاسکتا ہے؟

سوال اگر والدین کا انتقال ہوگیا ہے اور وہ اپنی زندگی میں حج کی استطاعت نہیں رکھتے تھے، اب اولاد کی استطاعت ہے اور وہ والدین کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتے ہیں، تو کون سا حج افضل اور بہتر ہے؟

جواب اگر اولاد ایسی صورت میں اپنے والدین کی طرف سے حج کرتی ہے تو یہ حج نفلی ہوگا، کیوں کہ والدین پر حج فرض نہیں تھا، تینوں میں سے کوئی بھی حج کرسکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ سب سے پہلے والدہ کی طرف سے حج کرے، خواہ حج نفلی ہو یا واجب کہ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی سب سے زیادہ مستحق ماں ہے(۲) — ہاں اگر باپ پر حج فرض رہا ہو اور ماں پر نہ ہو تو پہلے باپ کی طرف سے حج کرے گا، کیوں کہ فرض کی عملی تاکید نفل سے زیادہ ہے۔(۳)

حرام مال سے حج

سوال اسمگلنگ، سود، رشوت، یا کسی اور حرام ذریعہ سے کمائی ہوئی آمدنی سے کیا حج وعمرہ ادا کیا جاسکتا ہے؟

جواب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد صحیح مسلم کی ایک حدیث میں موجود ہے، جسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

---

(۱) یستحب أن یحج الانسان عن أبویہ إذا کانا میتین أو عاجزین المغنی ۱۰۲/۳

(۲) ابو داؤد عن أبی ہریرۃ ، باب فی بر الوالدین کتاب الادب حدیث ۵۱۳۷

(۳) المغنی ۱۰۲/۳ صحیح المسلم حدیث ۱۰۱۵ ، باب الترغیب فی الصدقہ الخ کتاب الزکاۃ

نے روایت کیا ہے :

ان الله طيب لايقبل الا طيباً . (۱)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاکیزہ چیز ہی قبول کرتا ہے۔

اس حدیث کے آخر میں رسول کریم ﷺ نے ایک آدمی کی مثال دی ہے کہ وہ طویل سفر طے کر کے اللہ کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہتا ہے یارب! یارب! لیکن اس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا کھانا، پینا، غذا، کپڑا سب حرام، پھر ایسے آدمی کی پکار کو اللہ تعالیٰ کیسے سنے۔ فاني يستحاب لذلك . (۲)

جب حرام غذا کھانے اور حرام مال کا لباس پہننے والے کی پکار اور دعا تک اللہ تعالیٰ نہیں سننا چاہتا تو بھلا ایسے لوگوں کی دوسری نیکیاں اور عبادتیں کیسے قبول ہو سکتی ہیں؟ تاہم اس کا حج ادا ہو گیا اور اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو گیا۔ (۳)

البتہ ناجائز آمدنی سے سفر کرنے کا گناہ اس پر ہوگا، اس کو ثواب بھی نہیں ملے گا، جن لوگوں کا روپیہ ناجائز طریقہ پر لیا ہے، ان کو یا ان کے ورثہ کو اسی قدر روپیہ دے دے، یا معاف کروالے، ورنہ صدقہ کر دے۔

تجارت کی غرض سے حج کا سفر

سوال کچھ لوگ ہمارے یہاں ایسے ہیں جو کراچی سے صرف سامانِ تجارت لے کر حج کرنے جاتے ہیں کہ ان دنوں میں یہ سامان مہنگا بک جاتا ہے، ساتھ ہی ساتھ حج بھی کر لیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ (محمد جاوید حسن، جدہ)

جواب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

انما الأعمال بالنيات وانما لكل امرىء مانوى . (۴)

تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے

---

(۱) مشكوٰة عن أبي هريرة ، كتاب البيوع ، باب الكسب و طلب الحلال الفصل الاوّل

(۲) حواله سابق (۳) ردّالمحتار ۱۴۰/۲

(۴) بخاری عن ابن عمرؓ ، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ حديث ۱

نیت کی تھی۔

اگر کسی شخص کی نیت اصل میں دنیوی نفع، تجارت یا مزدوری ہے اور ضمنی طور پر حج کا بھی مقصد ہے یا نفع تجارت اور ارادۂ حج دونوں مساوی درجہ میں، تب تو یہ اخلاص کے خلاف ہے، اس سے حج کا ثواب کم ہوجائے گا اور حج کی جو برکتیں حاصل ہونی چاہئیں وہ حاصل نہ ہوں گی اور اگر اصل نیت حج کی ہے، اس کے شوق میں نکلا ہے، لیکن مصارفِ حج میں یا گھر کی ضروریات میں تنگی ہے، اس کو پورا کرنے کے لئے کوئی معمولی تجارت یا مزدوری کر لی، یہ اخلاص کے بالکل منافی نہیں۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۹۸ میں اسی حقیقت کو واشگاف کیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۔ (۱)

تم پر اس میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ (حج میں) معاش کی تلاش کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس میں بھی بہتر اور افضل یہ ہے کہ جن ایام میں حج کے افعال ادا کئے جائیں ان میں تجارت اور مزدوری سے اجتناب کرے کہ حج کا یہ مبارک موقعہ بار بار میسر نہیں آتا، اسی لئے بعض علماء نے خاص کر ان دنوں میں تجارت ومزدوری کو بھی منع کیا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم سے حج

سوال زکوٰۃ کی رقم سے کسی کو حج کرایا جاسکتا ہے؟ نیز کیا زکوٰۃ کی رقم خالہ کو دینا جائز ہے؟ (مسز محمد حامد، جدہ)

جواب زکوٰۃ کی رقم کے مستحق لوگوں کا ذکر سورۂ توبہ میں موجود ہے، اس رقم سے کسی کو حج نہیں کروایا جاسکتا، البتہ آپ کسی کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنادیں تو وہ اپنی ضروریات کے لحاظ سے جہاں چاہے خرچ کر سکتا ہے، ہاں اگر کسی پر حج فرض تھا اور اس نے ادا نہیں کیا، بعد میں اخراجاتِ سفر پر قدرت نہ رہی، ایسے شخص پر حج کی فرضیت باقی ہے، زکوٰۃ کی رقم سے ایسے شخص کا تعاون کیا جاسکتا ہے، تاکہ وہ اپنے فریضہ سے سبکدوش ہوسکے، زکوٰۃ کی رقم خالہ کو دینا

---

(۱) بقرۃ ۱۹۸

جائز ہے، اگر وہ مستحقِ زکوٰۃ ہوں۔

پاسپورٹ پر سابق شوہر کا نام اور حج

سوال اگر کسی عورت کو طلاق ہو جائے یا وہ اپنے شوہر سے خلع کر لے اور عدت کی مدت بھی پوری ہوگئی ہو تو ایسی صورت میں پاسپورٹ سے شوہر کا نام کٹائے بغیر عورت حج کر سکتی ہے یا نہیں؟ (مدثر احمد مجتبیٰ، جدہ)

جواب عدت گذرنے کے بعد عورت سفر حج کر سکتی ہے، بشرطیکہ ساتھ میں شرعی محرم ہو، پاسپورٹ سے شوہر کا نام نہ کٹوایا گیا ہو تو اس سے شرعاً حج میں کوئی رُکاوٹ نہیں۔

سرکاری خرچ پر حج وعمرہ

سوال آج کل لوگ کثرت سے سرکاری خرچ پر حج وعمرہ کا فریضہ انجام دیتے ہیں، اس طرح حج وعمرہ قبول ہوگا یا نہیں؟

جواب حج اسلام کا اہم رکن اور عبادات میں اہم ترین عبادت ہے، حج کے ذریعہ بندہ اپنی جان، اپنا مال اور اپنا وقت اپنے رب کے حضور پیش کر کے اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی ایک کوشش کرتا ہے، یہ کوشش قبول ہو جائے تو اس کی جزا و بدلہ سوائے جنت کے اور کیا ہے؟ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے اور اگر یہ عمل نا قابل قبول ہو اور مردود قرار دیا جائے تو اس سے بڑی بدنصیبی وہلاکت اور کیا ہو سکتی ہے؟

یوں تو حج وعمرہ کے کئی آداب ہیں، لیکن ان سب میں سرفہرست، مالِ حلال کا ہونا ہے، جو لوگ ناجائز ذرائع یا حرام مال سے حج وعمرہ کا مبارک سفر اختیار کرتے ہیں، درحقیقت اپنے آپ کو بہت بڑا دھوکہ دیتے اور خود اپنے لئے عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے اسی مناسبت سے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا ہے جو طویل سفر طے کرتا ہو اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے، سفر کی طوالت، تھکاوٹ کے آثار اس کے کپڑوں اور اس کے بدن سے عیاں ہوتے ہیں، اس عجیب حالت میں وہ اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے صدا لگاتا ہے: اے میرے رب! اے میرے رب! اس کی یہ پکار مردود قرار دی جاتی ہے، اس وجہ سے کہ اس کی غذا، لباس اور کھانا پینا حرام کا ہوتا ہے۔

حج وعمرہ کی حاضری اور تلبیہ پڑھنا یقیناً ایک بڑی نیکی اور عظیم سعادت ہے، لیکن اس کے لئے مال کا حلال ہونا اور جائز راستے سے آنا شرط ہے، اگر مال حرام ہے اور ناجائز طریقے سے حج یا عمرہ کیا جاتا ہے تو یہ عمل بجائے ثواب کے وبال وعذاب ہے۔ آج کل لوگوں نے کثرت سے حج وعمرہ کرنا ایک فیشن بنالیا ہے، یہ دیکھے بغیر کہ جس کمائی سے حج وعمرہ ہورہا ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ سودی لین دین کرنے والے ادارے اپنے ملازمین کو ہر سال حج وعمرے پر بھیجتے ہیں، یہ شریعت سے کھلا مذاق اور کھلم کھلا دھوکہ وفریب نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی طرح کتنے ہی لوگ ہیں جن کی کمائی اور ذرائع آمدنی حرام ہیں، لیکن ہر سال حرم کی حاضری سے اپنے گناہ دھونا چاہتے ہیں، رہی سہی کسر سرکاری خرچ پر حج وعمرہ کرنے والوں نے پوری کردی ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں ہر سال یہ لوگ حج وعمرے پر آتے ہیں اور قوم کا پیسہ خرچ کرتے ہیں۔

"لبیک اللّٰھم لبیک" کہنے سے پہلے سوچ لینا چاہئے کہ جس مال پر حج وعمرہ کیا جارہا ہے اور جس ذریعہ سے یہ مبارک سفر اختیار کیا جارہا ہے، وہ جائز اور مباح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ تلبیہ مردود اور ناقابل قبول ہے۔ امام طبرانیؒ نے ایک حدیث میں (جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہے) نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: "جو حاجی مالِ حلال سے سفر حج کرکے تلبیہ پڑھتے ہوئے لبیک اللّٰھم لبیک پڑھتا ہے آسمان سے اسے جواب ملتا ہے کہ تیری حاضری قبول ہے، چوں کہ تیرا مال اور زادِ سفر حلال تھا، سو تیرا حج مبرور ومقبول ہے اور اگر حج کا سفر حرام اور ناجائز مال سے ہورہا ہے تو حاجی کے تلبیہ کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ نہ تیری حاضری قبول اور نہ تیرا عمل قبول، بلکہ یہ عمل مردود ونامنظور ہے۔(۱)

جس طرح مالِ حرام اور ناجائز ذرائع سے کمائی گئی دولت سے حج وعمرہ اور دوسری کوئی بھی نیکی ناقابل قبول اور مردود ہے، اسی طرح وہ حج وعمرہ بھی مردود ہے جو سرکاری خرچ پر غیر مستحق لوگ انجام دیتے ہیں۔ امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

---

(۱) الترغیب والترهیب ۲/۱۸۰، نقلا عن الطبرانی والبزار

إن لك من الأجر على قدر نصبك ونفقتك . (۱)

حج میں تم کو جتنی تکلیف ہوگی اور جتنا خرچ کروگی اتنا ہی تم کو ثواب ملے گا۔

سرکاری خرچ پر جو حج ہوتا ہے نہ اپنا کچھ خرچ ہوتا ہے اور نہ ہی تکلیف کا نام ونشان ہوتا ہے، اس لئے اندیشہ ہے کہ یہ حج بھی بے اجر کا ہو۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنی (سرکاری) ملازمت میں ظلم وستم کرتا تھا اور رشوت و ناجائز ذریعہ سے مال کماتا تھا پھر اس نے توبہ کرلی اور اسی حرام کمائی پر حج کرنا چاہتا ہے، تو کیا یہ جائز ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ گندی چیز کسی دوسری گندی چیز کے کفارے کا سبب کیسے بن سکتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کا جواب یوں دیا ''برائی اور حرام کو نیکی اور حلال سے پاک صاف کرو، حرام کمائی سے کوئی بھی حلال کیسے جائز ہوسکتا ہے''۔

تاہم حج کی قبولیت وعدمِ قبولیت سے قطعِ نظر مالِ حرام سے حج کرنے پر ذمہ سے حج ساقط ہوجائے گا اور آئندہ حج نہ کرنے پر ترکِ حج کا گناہ نہیں ہوگا، البتہ عنداللہ اس حج پر ثواب نہیں ملے گا۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فأنه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع إنه يسقط الفرض عنه معها ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله ، فلا يثاب لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تارك الحج ألا أن عدم الترك يبتنى على الصحة و هي الاتيان بالشرائط والاركان و القبول المترتب عليه الثواب يبتنى على أشياء كحل المال والاخلاص كما لو صلى مرائيا أو صام واغتاب فإن الفعل صحيح لكنه بلا ثواب . (۲)

حلال آمدنی کے لئے کوشش کرنی چاہیے، کیوں کہ حرام آمدنی سے حج قبول

---

(۱) مستدرك للحاكم ۴۷۱/۱ ، باب الاجر على قدر النفقة

(۲) ردالمحتار ۱۴۰/۲

نہیں ہوتا، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، تاہم اس کے باوجود اس سے حج کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، فرضیتِ حج ساقط ہونے اور حج قبول نہ ہونے میں کوئی تضاد نہیں، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ قبول نہ ہونے کی بنیاد پر ثواب نہ دیا جائے اور ترکِ حج کی سزا بھی نہ ملے، کیوں کہ عدم ترک کی بنیاد حج صحیح ہونے پر ہے اور حج ارکان اور شرائط حج کے بجالانے سے صحیح ہو جاتا ہے، جب کہ حج کی قبولیت اور اس پر ثواب کئی باتوں پر موقوف ہے، مثلاً مال کا حلال ہونا اور اخلاص، جیسا کہ دکھانے کے لئے نماز پڑھے یا روزہ رکھے اور غیبت کرے، تو روزہ صحیح ہوتا ہے، لیکن بغیر ثواب کے روزہ ہوگا۔

جعلی ڈگری کی کمائی سے حج

سوال آپ نے اپنے ایک جواب میں فرمایا تھا کہ حرام کمائی سے حج وعمرہ یا کوئی بھی عبادت قبول نہیں ہوتی، چند سال قبل میں نے جعلی ڈگریاں بنا کر یہاں ملازمت حاصل کرلی تھی اور اب محنت کر کے ترقی بھی حاصل کرلی ہے، اب میں نے اپنے والدین کو حج کے لئے بلایا ہے، کیا میری کمائی حرام ہے؟

(حسنین رضا زیدی، ابہا)

جواب آپ نے جعلی ڈگریاں دکھا کر جو کام کیا وہ کبیرہ گناہ تھا، اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کیجئے اور اپنے اس گناہ پر ندامت کا اظہار کر کے آئندہ اس قسم کا کوئی گناہ نہ کرنے کا عزم کیجئے، آپ کا یہ عمل یقیناً ناجائز ہے، لیکن نوکری مل جانے کے بعد آپ اپنی محنت سے جو پیسہ کمارہے ہیں یہ پیسہ حلال اور جائز ہے اور آپ کے والدین کا اس پیسہ پر حج وعمرہ کرنا بھی صحیح ہے۔

سفر ملازمت اور حج کی ادائیگی

سوال میں ہندوستان سے بارادۂ ملازمت یہاں آیا ہوں، حج کی نیت نہیں تھی، اب میں یہاں حج وعمرہ ادا کرنا چاہتا ہوں، تو کیا میرا فرض حج ادا ہو جائے گا؟

(جلال الدین، ریاض)

جواب آپ یہاں سے بھی حج کا فریضہ ادا کرنے کی نیت سے حج کر سکتے ہیں اور آپ کا

فریضہ حج ادا ہو جائے گا۔

عمرہ ویزے پر حج کی ادائیگی

سوال عمرہ ویزے پر سعودیہ آ کر حج تک رُکے رہنے اور پھر حج کر کے جانے سے کیا حج کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے؟ (محمد عباس، ریاض)

جواب جی ہاں! حج ادا ہو جاتا ہے، البتہ قانونِ ملکی کی خلاف ورزی سے بچنا واجب ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے حج

سوال کیا کوئی شخص رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے حج کر سکتا ہے؟

جواب رسول کریم ﷺ کی طرف سے کوئی بھی مالی و بدنی عبادت کی جا سکتی ہے، البتہ اپنا حج فرض ادا کرنے کے بعد ہی ایصالِ ثواب کا حج کرنا چاہئے۔ اصل میں جو چیز مطلوب ہے وہ آپ ﷺ کی اطاعت ومحبت ہے اور آپ ﷺ پر کثرت سے درود وسلام پڑھنا ہے۔

عدت کے دَوران سفرِ حج

سوال میری بہن کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ عدت سے ہیں، اگلے ماہ میں وہ مستقل پاکستان واپس چلی جائیں گی، اسی دَوران ذوالحجہ کا مہینہ اور ایام حج آ گئے ہیں اور انھوں نے فرض حج بھی نہیں کیا، کیا وہ اپنے بھائی کے ساتھ عدت کے ایام میں حج کر سکتی ہیں؟ (ام سلیم، جدہ)

جواب حنابلہ کے یہاں عدت کی مدت کی تکمیل سے قبل حج کا سفر جائز نہیں، جیسا کہ صاحب المغنی نے لکھا ہے (۱) — جب کہ احناف میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں ایسی عورت اپنے محرم کے ساتھ حج کر سکتی ہے۔ (۲)

مریض کا حج

سوال جو آدمی حج پر آئے، لیکن بیمار پڑ جانے کی وجہ سے اسپتال میں داخل ہو جائے تو وہ حج کب اور کس طرح ادا کرے گا؟

---

(۱) المغنی ۳۰۵/۱۱ ، ط: ریاض

(۲) بدائع الصنائع ۳۰۱/۲ ، ط: بیروت

جواب ۹/ ذوالحجہ کو اگر وہ چند لمحوں کے لئے بھی میدانِ عرفات میں ٹھہر جائے تو حج کا ایک اہم فرض اور رکن ادا ہو جائے گا، باقی چیزوں کی تلافی کچھ تاخیر یا دم وغیرہ سے ہو سکتی ہے، جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، البتہ اگر یوم عرفہ کو وقوفِ عرفہ نہ کر سکتا ہو تو حدودِ حرم میں اپنی طرف سے جانور ذبح کروا کر احرام کھول دے اور آئندہ سال حج کی قضا کرے۔

حج کی ادائیگی یا شادی

سوال ہمارے ساتھ یہاں چند ہم وطن نوجوان ساتھی ہیں، ان پر حج فرض ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ شادی پہلے ضروری ہے، ہم پہلے شادی کریں گے بعد میں حج کریں گے، اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

(سید عبدالعلیم ہاشمی، ریاض)

جواب اگر کسی پر حج بھی فرض ہو اور شادی بھی کرنا چاہتا ہو، لیکن مالی استطاعت ان دونوں میں سے ہر ایک کی ہو تو پہلے حج کرے پھر شادی اور اگر ان میں سے ایک ہی کی استطاعت ہے تو اس صورت میں تفصیل ہے:

۱) اگر حالت اعتدال کی ہو تو اس صورت میں پہلے حج کرنا ضروری ہے، بعد میں نکاح کرے۔

۲) لیکن اگر شہوت کا غلبہ ہو، نکاح نہ کرنے پر زنا میں مبتلا ہونے کا قوی خدشہ ہو تو اس صورت میں تمام ائمہ کے نزدیک پہلے نکاح کرے گا، پھر استطاعت ہو تو بعد میں حج کرے گا۔ (۱)

اولاد کی شادی کی وجہ سے حج کی تاخیر جائز نہیں

سوال بعض لوگ صاحبِ نصاب ہوتے ہوئے بھی اپنی بیٹیوں کی شادی کی وجہ سے حج نہیں کرتے، بعض اس میں تاخیر کرتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

(عبداللہ عبدالرحیم بلوچ، بحرین)

---

(۱) ردالمحتار ۱۹۷/۲، المجموع ۵۵/۷، حاشیہ دسوقی ۷/۲

جواب حج کے لئے کوئی نصاب مقرر نہیں ہے کہ اگر نصاب ہوگا تو حج فرض ہوگا، اگر کسی آدمی کے پاس مکۃ المکرمہ آنے جانے اور وہاں رہنے کا خرچہ اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے بچوں کے اتنے دن کا خرچہ ہے تو اس پر حج فرض ہے، بیٹیوں کی شادی کی وجہ سے حج کی تاخیر جائز نہیں، فوراً حج ادا کر لینا چاہئے۔

مہر کی ادائیگی سے قبل حج کی ادائیگی

سوال حق مہر ادا کرنے سے پہلے حج کی ادائیگی درست ہے؟

(محمد معز الدین، ناصر)

جواب اگر عورت مصر ہو کہ پہلے مہر ادا کریں، پھر حج کریں تو پہلے مہر ادا کرے اور حج کو مؤخر کر دے اور اگر مصر نہ ہو، بعد میں ادا کرنے کی اجازت دے دے، یا اس مسئلہ میں خاموش رہے تو مہر کی ادائیگی سے قبل حج کرنا درست ہے۔(۱)

بہن کی شادی سے قبل حج

سوال میں اس سال حج کرنا چاہتا ہوں، مگر میری ایک بہن کی ابھی شادی ہونی ہے، کیا میں اپنی بہن کی شادی سے پہلے حج کر سکتا ہوں، اللہ کے فضل سے ابھی والد صاحب زندہ ہیں اور سرکاری ملازم ہیں۔ (عبدالقادر جیلانی، حائل)

جواب اس سال آپ حج ادا کر سکتے ہیں، بہن کی شادی تک حج مؤخر کرنا درست نہیں، حج کے بعد نکاح کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

حج سے حقوق العباد معاف ہو جاتے ہیں؟

سوال کیا حج کرنے سے حقوق العباد بھی معاف ہو جاتے ہیں؟ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی گناہ یا شہوانی بات نہ کرے تو وہ ایسے لوٹے گا جیسا کہ پیدائش کے دن تھا۔

(مدثر احمد مجتبیٰ، جدہ)

جواب عمرہ اور حج بیت اللہ کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے، احادیث میں ان دونوں

---

(۱) ردّ المحتار ۱۹۱/۲

عبادتوں کو بندہ کے گذشتہ گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے۔صحیح مسلم کی روایت ہے :

ان الحج يهدم ما كان قبله . (۱)

حج ان تمام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے جو حج سے پہلے کئے گئے۔

ترمذی میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

من حج فلم يرفث ولم يفسق غفرله ماتقدم من ذنبه . (۲)

جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی گناہ اور شہوانی بات نہ کرے، اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اور صحیح بخاری کی روایت میں ہے :

رجع كيوم ولدته أمه . (۳)

وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوکر لوٹے گا جس طرح سے کہ اپنی پیدائش کے دن تھا۔

ان احادیث کی بناء پر اگرچہ بعض علماء نے یہ بات کہی ہے کہ حج سے کبیرہ گناہ سارے کے سارے معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے، مگر واضح رہے کہ اسی حج سے یہ گناہ معاف ہوں گے جس میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کیا گیا ہو، جیسا کہ حدیثِ رسول ﷺ میں مذکور ہے، نیز گناہ ہی معاف ہوں گے، بندوں کے حقوق معاف نہیں ہوں گے، بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ اس سے صغیرہ گناہ مراد ہیں، جیسا کہ دیگر طاعات وعبادات کے بارے میں اُصول ہے کہ احادیث میں جہاں کہیں بھی کسی نیک عمل کو گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتایا گیا تو اس سے صغیرہ گناہ مراد ہوتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے معافی کے لئے توبہ شرط ہے۔

---

(۱) مسلم عن أبى شماسة المهرى ، باب كون الاسلام يهدم ما قبله ، كتاب الايمان حديث ۱۲۱

(۲) ترمذى عن أبى هريرة ، باب ماجاء فى ثواب الحج و العمرة ، أبواب الحج ، حديث ۸۱۱

(۳) صحيح البخارى / كتاب الحج / باب فضل الحج المبرور حديث ۱۵۷۱ ، مشكوة عن أبى هريرة ، كتاب المناسك ، الفصل الأول

چنانچہ حافظ ابن العربیؒ مالکی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ''عارضۃ الاحوذی شرح صحیح الترمذی'' میں لکھتے ہیں : ہم نے کئی جگہ یہ بات لکھی ہے کہ طاعات صغیرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں نہ کہ کبیرہ گناہوں کی، نماز (جیسی عبادت بھی) کبائر کا کفارہ نہیں بنتی تو عمرہ، حج اور قیامِ رمضان کیسے کبیرہ گناہوں کا کفارہ بن سکیں گے؟ ہاں یہ عبادتیں بسا اوقات دل پر ایسی اثر انداز ہوتی ہیں کہ اس سے بندہ کو سچی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے اور یہ توبہ اس کے ہر گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہے(۱) ---- اور توبہ کی قبولیت کے لئے آپ جانتے ہیں کہ گناہوں پر دل سے ندامت و شرمندگی اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم و ارادہ ضروری ہے، اور اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے تو صاحبِ حق سے بھی معافی اور حق کی ادائیگی ضروری ہے، اس کے بغیر توبہ مقبول نہیں۔

حدیثِ بالا کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کے مصنف نے امام ترمذیؒ کے حوالے سے یہ عبارت لکھی ہے، ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ صرف ان گناہوں کے بارے میں ہے جن کا تعلق خاص طور پر حقوق اللہ سے ہے نہ کہ حقوق العباد سے اور پھر اس سے حقوق اللہ بھی بندہ سے ساقط نہیں ہوں گے، مثلاً اگر کسی کے ذمہ نماز ہو یا کسی چیز کا کفارہ باقی ہو یا اور کوئی اللہ کا حق باقی ہو تو یہ حقوق اس شخص سے ساقط اور معاف نہیں ہوں گے، کیوں کہ یہ حقوق ہیں، گناہ نہیں ہے، گناہ اور معصیت تو اصل میں ان حقوق کی ادائیگی میں تاخیر ہے، لہٰذا نفس تاخیر کا گناہ حج کی وجہ سے معاف ہو جائے گا نہ کہ خود وہ حق، حج کے بعد حقوق کی ادائیگی میں مزید تاخیر کرے، تو اس کا بھی گناہ ہوگا، پس حج مبرور سے مخالفت کا گناہ معاف ہو جاتا ہے نہ کہ حقوق کی عدم ادائیگی کا۔(۲)

امام ترمذیؒ کی رائے کا حاصل یہ ہے کہ حج سے پہلے حقوق اللہ کی ادائیگی میں جو کچھ کوتاہیاں ہوئی ہیں، ان کا گناہ حج مبرور سے معاف ہو جائے گا، لیکن حقوق کی ادائیگی اس کے ذمہ پھر بھی باقی رہے گی، جہاں تک حقوق العباد کا معاملہ ہے تو حج سے نہ تو بندوں کا حق

---

(۱) عارضۃ الاحوذی، ابواب الحج، باب ثواب الحج و العمرۃ

(۲) ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور

معاف ہوگا اور نہ اب تک اس کی ادائیگی میں تاخیر کا گناہ معاف ہوگا، جب تک کہ صاحبِ حق سے معافی نہ مانگ لے اور وہ معاف نہ کردے، ہاں اگر صاحبِ حق کا کوئی پتہ نہ ہو اور اس حق کی ادائیگی سے یہ شخص عاجز ہو تو پھر ایسی صورت میں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ اور حج مبرور سے اس حق کو بھی معاف فرمادے اور اپنے فضل سے صاحبِ حق کو اس کا بہتر بدلہ دے دے۔(۱)

احرام اور اس کے مسائل

حالت ناپاکی میں احرام

سوال اگر کوئی عورت بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہوجائے تو کیا اس پر دم واجب ہے؟ میقات پر 'ایام' کی وجہ سے اس نے احرام نہیں باندھا تھا، کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ (محمد عارف سردار، مکہ مکرمہ)

جواب میقات سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ جانا ضروری ہے، اگر بلا احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے پھر لوٹ کر نہ آئے اور حل یا حرم میں جا کر احرام باندھے تو اس پر دم واجب ہے، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

من أراد الاحرام فجاوز الميقات غير محرم رجع فاحرم من الميقات ، فإن احرم من مكانه فعليه دم . (۲)

جس نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا اور بلا احرام میقات سے آگے بڑھ گیا تو وہ لوٹ آئے اور میقات سے احرام باندھ لے، لیکن اگر لوٹے بغیر اپنی جگہ ہی سے احرام باندھ لے تو اس پر دم واجب ہے۔

اگر دوبارہ میقات پر جا کر احرام نہ باندھا ہو، بلکہ مکہ مکرمہ ہی سے احرام باندھ کر عمرہ یا حج وغیرہ کرلیا ہو تو دم واجب ہے، دم کا جانور حدودِ حرم میں ذبح کروا کر اس کا گوشت

---

(۱) تفسیر طبری بحوالہ ارشادالساری

(۲) المغنی ۶۸/۵ ، ط : ریاض

وغیرہ فقراءِ مکہ پر تقسیم کروادیں، دم کا جانور، اس طرح حج کی قربانی (جو حج تمتع یا حج قران کرنے والے پر واجب ہوتی ہے) حدودِ حرم ہی میں ہوسکتی ہے، اپنے ملک میں یہ قربانی درست نہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ناپاکی احرام کے لئے شرعاً رکاوٹ نہیں ہے، کیوں کہ احرام باندھنے کے لئے پاک ہونا ضروری نہیں، چنانچہ ابن قدامہؒ نے ابن منذرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

اجمع أهل العلم على أن الاحرام جائز بغير اغتسال وانه غير واجب . (۱)

اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ احرام بغیر غسل کئے درست ہے اور یہ واجب نہیں ہے۔

اور علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:

(ومن شاء الاحرام توضا و غسله أحب وهو للنظافة) لاللطهارة (فيجب) بحاء مهملة (في حق حائض و نفساء) . (۲)

جو شخص احرام باندھنا چاہے وہ وضو کرلے، البتہ غسل کرنا بہتر ہے، یہ غسل برائے نظافت ہے، برائے طہارت نہیں، لہٰذا حائضہ اور نفساء کے حق میں بھی یہ پسندیدہ ہے۔

لہٰذا اگر کوئی عورت میقات پر ناپاکی کے ایام میں ہو تو اس کو چاہئے کہ اسی حالت میں غسل کرکے احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھے، پھر مکہ مکرمہ میں داخل ہوجائے، پاک ہونے کے بعد بیت اللہ کا طواف پھر سعی اور قصر کرکے عمرہ سے فارغ ہوجائے اور اگر حج کا احرام ہو تو اسی ناپاکی کی حالت میں حج کے سارے افعال وقوفِ عرفہ، وقوف مزدلفہ، رمی جمرات وغیرہ انجام دے، البتہ طوافِ زیارت کو پاک ہونے تک موخر کرے، اس تاخیر کی وجہ سے اس پر کوئی دم بھی واجب نہ ہوگا، یہی حکم احرام باندھنے کے بعد ناپاک ہونے کا بھی ہے کہ اس سے احرام کی حالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

---

(۱) المغنی ۷۵/۵ (۲) درمختار ۱۵۶/۲ ، ط: دیوبند ، انڈیا

نمازِ احرام نہیں پڑھی

سوال میں نے اس سال حج کی سعادت حاصل کی، صبح سویرے غسل کیا اور احرام باندھ لیا، اس کے بعد نماز پڑھی لیکن مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے دو رکعت نماز احرام پڑھی یا نہیں؟ جس کی وجہ سے بہت پریشان ہوں، اگر میں نے دو رکعت نہیں پڑھی اور سیدھا تلبیہ پڑھتا ہوا منیٰ چلا گیا تو اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟ کیا مجھ پر دم لازم ہے یا کوئی کفارہ یا میرا حج ہی نہیں ہوا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرما کر میری پریشانی دُور کریں۔ (محمد تمیم خان، مکہ مکرمہ)

جواب آپ کا حج ادا ہو گیا، احرام کے وقت نماز نہ پڑھنے سے کوئی دم یا کفارہ بھی لازم نہیں، نماز کے بعد احرام باندھنا صرف مسنون ہے، ابن قدامہ کا بیان ہے :

المستحب أن يحرم عقيب الصلوٰة۔ (۱)

مستحب یہ ہے کہ نماز کے بعد احرام باندھے۔

میقات سے بغیر احرام کے گذرنا

سوال مدینہ منورہ سے عمرہ کی نیت سے آ رہے تھے، لیکن "بئر علی" پر ڈرائیور نے بہت کہنے کے باوجود گاڑی نہیں روکی اور ہم احرام نہ باندھ سکے، اب کیا جزاء ہے؟ (محمد احسن، مکہ مکرمہ)

جواب میقات سے احرام کے بغیر آگے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے۔ میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے، اس لئے عمرہ کی نیت کر کے بغیر احرام میقات سے گذر جائیں تو دوبارہ میقات لوٹ کر احرام باندھنا چاہئے، ورنہ ایک دم یعنی جانور کی قربانی دینی ہوگی، کیوں کہ میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے۔

جدہ سے احرام

سوال میرے ماموں کویت سے بچوں کے ساتھ عمرہ کے لئے آئے، یہاں سے میں بھی ان کے ساتھ عمرہ پر گیا، ہم مدینہ منورہ کے راستہ گئے، وہاں ظہر کی

---

(۱) المغنی ۵/۸۰، ط : ریاض

نماز ادا کی اور جدہ چلے گئے، رات وہاں رہے اور صبح جدہ سے احرام باندھ کر عمرہ کیا، وہاں چند آدمیوں نے ہم سے کہا کہ آپ پر دم واجب ہے، کیوں کہ آپ مدینہ منورہ سے آرہے ہیں، لہٰذا مدینہ منورہ کے قریب میقات سے احرام باندھنا تھا، میرے ماموں نے وہاں دم کے پیسے دے دیئے، کیا ہم پر دم واجب تھا؟ اگر دم واجب رہا ہو تو کیا ماموں کے بیوی بچوں کی طرف سے الگ الگ دم دینا ہوگا یا ایک ہی دم کافی ہوگا؟ میں یہاں سے رفحاء گیا تھا، میں نے بھی احرام جدہ سے باندھا، کیا مجھ پر بھی دم واجب ہے؟

(محمد عراق عباسی، رفحاء)

جواب جدہ میقات نہیں، آفاقی یعنی میقات کے باہر سے آنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس میقات سے گذریں، یا میقات کی محاذات یعنی برابر سے گذریں، وہیں احرام باندھ لیں، حج یا عمرہ کا اردہ ہو اور پھر بغیر احرام کے میقات سے آگے نکل جائیں تو دوبارہ میقات جا کر احرام باندھنا ضروری ہے ورنہ دم لازم آئے گا اور ہر بالغ مکلف شخص کی طرف سے مستقل دم دینا ہوگا، ایک دم سب کی طرف سے کافی نہیں، ہاں اگر آفاقی کا ارادہ سیدھے جدہ آنے اور یہاں قیام کرنے کا ہو تو اس پر میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں، پھر یہاں جدہ سے عمرہ کا ارادہ کرے تو وہ جدہ سے احرام باندھ سکتا ہے(۱) — تاہم یہ احتیاط کے خلاف ہے، آپ پر دم واجب ہے یا نہیں؟ اس کا دارومدار بھی آپ کی نیت پر ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ دم دے دیں اور آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔

دوست سے ملاقات کے لئے حرم سے جدہ آنا

سوال ایک دوست میقات سے بغیر احرام کے گذر کر جدہ میں دوست احباب سے ملاقات کرتے ہیں اور دوسرے دن وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کرتے ہیں، جب کہ انھیں معلوم ہے کہ دوستوں سے ملنے کے بعد عمرہ کرنا ہے، کیا ایسا عمرہ کرنا درست ہے؟ (شاکر علی، القنفذہ)

(۱) جدید فقہی مسائل ۲۴۱، ط: دیوبند، انڈیا

جواب عمرہ کا ارادہ ہو اور پھر کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے گذر جائے، دوبارہ میقات آ کر احرام بھی نہ باندھے، بلکہ میقات پار کرنے کے بعد وہ جدہ یا کہیں اور سے احرام باندھے تو ایسے شخص پر ایک دم واجب ہوتا ہے(۱) —— ہاں اگر کوئی شخص دوست احباب سے ملنے ہی کے لئے جدہ آئے، اس کا عمرہ کا ارادہ نہ ہو یا یقینی ارادہ نہ ہو، بلکہ یہ ارادہ ہو کہ کام پورا ہونے کے بعد موقع ملے تو عمرہ ادا کرلوں گا ورنہ واپس جاؤں گا، ایسی صورت میں اگر جدہ آنے کے بعد عمرہ کا ارادہ ہو جائے اور وہ شخص یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کرلے تو یہ درست ہے، اس صورت میں دم واجب نہ ہوگا(۲) —— لیکن پہلے ہی سے عمرہ کا ارادہ ہو اور پھر بغیر احرام کے جدہ آ کر یہاں ایک دو دن دوست احباب کے پاس ٹھہر کر عمرہ کا احرام باندھے تو اس کا عمرہ درست ہے، مگر اس پر دم واجب ہوگا، ایسے شخص کو چاہئے کہ میقات سے احرام باندھے اور پھر عمرہ کے بعد دوست احباب سے ملاقات کرے، یا پہلے ملنا ہو تو حالتِ احرام ہی میں رہے پھر ملاقات کے بعد عمرہ ادا کرلے۔

مکہ مکرمہ سے حج کا احرام

سوال میں اپنے والد مرحوم کے لئے حج بدل کرنے کی غرض سے ۶/ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ چلا گیا، پھر ۸/ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ ہی سے احرام باندھ کر منیٰ چلا گیا، کیا میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے دم دینا ہوگا؟

جواب اہل جدہ کے لئے اپنے گھر یا حدودِ حرم سے پہلے احرام باندھ لینا ضروری ہے(۳) میقات سے احرام نہ باندھنے کی وجہ سے آپ پر دم واجب ہوگا، حدودِ حرم میں ایک جانور

---

(۱) إذا دخل الآفاقي مكة بغير احرام فإن احرم بالحج أو العمرة من غير أن يرجع إلى الميقات فعليه دم لترك حق الميقات (هندية ۲۵۳/۱، نیز دیکھئے: المغنی ۱۱۸/۳)

(۲) دیکھئے: مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب "احکامِ حج" ص ۳۶ تا ۴۲، ط: دارالاشاعت کراچی

(۳) ان ميقات الحج والعمرة لمن كان داخل المواقيت هو بالاتفاق الحل و ذالك من اماكنهم (الفقه الاسلامي و أدلته ۷۰/۳)

(بکرا وغیرہ) ذبح کرواکر فقراءِ مکہ مکرمہ میں تقسیم کریں۔

اہل مکہ عمرہ کا احرام کہاں سے باندھیں؟

سوال ہم کئی سال سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور الحمدللہ ہر ماہ یا ایک مہینے میں کئی مرتبہ عمرہ کی سعادت مل جاتی ہے، ہم تنعیم یا جعرانہ یا کسی اور میقات سے عمرہ کا احرام باندھتے ہیں، مگر حال ہی میں ہم نے ایک کتاب میں دیکھا کہ مکہ والوں کے لئے ضروری نہیں کہ وہ باہر جاکر میقات سے احرام باندھ کر آئیں، بلکہ انھیں چاہئے کہ وہ گھر سے احرام باندھ کر سیدھے حرم شریف چلے جائیں، مصنف نے یہ بھی لکھا کہ باہر جاکر کسی میقات سے احرام باندھنا کسی حدیث یا قرآن سے ثابت نہیں، اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی درکار ہے؟ (زاہد فیاض، مکہ مکرمہ)

جواب اہل مکہ کے لئے عمرہ کا احرام مکہ سے باہر جاکر "حدودِ حل" سے باندھنا ضروری ہے، وہ عمرہ کا احرام مکہ میں اپنے گھر سے نہیں باندھ سکتے، یہ بات متفق علیہ ہے، اس میں اہل علم کے درمیان کسی کا اختلاف بھی نہیں، البتہ حج کے احرام کے لئے اہل مکہ کو مکہ سے باہر جانا ضروری نہیں، بلکہ وہ اپنے گھر ہی سے حج کا احرام باندھیں گے، یا مکہ میں جہاں سے چاہیں حج کا احرام باندھ سکتے ہیں (۱)— نیز جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ اہل مکہ عمرہ کے لئے سارے حدودِ حل میں کہیں سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں، البتہ حنفیہ اور حنابلہ کے یہاں تنعیم سے احرام باندھنا افضل ہے پھر جعرانہ سے اور پھر مقامِ حدیبیہ سے (۲)— اہل مکہ کے لئے عمرہ کا احرام مکہ سے باہر جاکر حدودِ حل سے باندھنے کا وجوب کئی احادیث سے ثابت ہے،

---

(۱) أهل مكة إذا ارادوا العمرة فمن الحل وإذا ارادوا الحج فمن مكة (المغنى ۱۱۱/۳، نیز دیکھئے: بدائع ۱۶۳/۲)

(۲) وأفضلها عند الحنفية الحنابلة التنعيم، لأن النبى ﷺ أمر عبدالرحمن بن ابى بكر أن يعتمر عائشةؓ من التنعيم، لأنها أقرب الحل إلى مكة ثم الجعرانة ثم الحديبية

(الفقه الاسلامى وادلته ۶۹/۳)

ہوسکتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو اور صاحبِ کتاب نے حج کے احرام کا ذکر کیا ہو، ورنہ اس کے لئے اہل مکہ کو مکہ سے باہر جانا ضروری نہیں، اگر کوئی مکہ میں رہنے والا اپنے گھر سے یا مکہ میں کسی بھی مقام سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے اور حدودِ حِل میں داخل نہ ہو تو اکثر فقہاء کے یہاں اس شخص کا عمرہ تو صحیح ہو جائے گا، مگر میقات سے احرام نہ باندھنے کی بناء پر اس پر دم یعنی ایک جانور کی قربانی واجب ہوگی، کیوں کہ عمرہ کے لئے اہل مکہ کی میقات حدودِ حِل ہے نہ کہ حرم۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ کے لئے احرام شرط ہے

سوال میری ایک بہن مکہ مکرمہ میں رہتی ہے اور میں طائف میں رہتا ہوں، جہاں میرا ذاتی کاروبار بھی ہے، مجھے کاروبار کے سلسلے میں مکہ مکرمہ جانا پڑتا ہے، جب بھی مکہ مکرمہ جاتا ہوں تو میری کوشش ہوتی ہے کہ کم از کم ایک نماز حرم شریف میں مل جائے یا بیت اللہ شریف کے طواف کا موقع ملے، لیکن حال ہی میں ایک صاحب نے بتایا کہ میقات سے باہر رہنے والے لوگ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہوسکتے، چاہے ان کی نیت تجارت یا کسی سے ملاقات ہی کیوں نہ ہو، میں سینکڑوں بار بلا احرام مکہ مکرمہ جا چکا ہوں اور آئندہ بھی تجارتی غرض سے مکہ مکرمہ جانا پڑے گا، میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب آپ بلا احرام مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکتے ہیں، کیوں کہ میقات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میقات مقرر ہیں اور ان کے لئے ہیں جو حج و عمرہ کے ارادہ سے آنا چاہیں (۱) — یعنی وہ لوگ جو حج و عمرہ کے ارادہ کے بغیر تجارت کی غرض سے یا اپنے کسی رشتہ دار سے ملنے کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں، تو ان کے لئے بلا احرام بھی مکہ مکرمہ میں داخلہ جائز ہے، خود رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل

---

(۱) مشکوٰۃ عن ابن عباسؓ ، کتاب المناسک الفصل الاوّل ، بخاری عن ابن عباسؓ ، باب مهل أهل الشام ، كتاب الحج . مسلم ، باب مواقيت الحج و العمرة ، كتاب الحج

ہوئے، حدیث میں ہے : آپ ﷺ کالا عمامہ باندھے ہوئے تھے (۱) —— احرام باندھنے کا تعلق نیت سے ہے کہ میقات عبور کرنے والے کی نیت کیا ہے؟ اگر حج وعمرہ کی نیت ہو تو بغیر احرام کے میقات عبور کرنا جائز نہیں، اس سے دم لازم آئے گا اور اگر میقات عبور کرنے والے کی نیت طواف بیت اللہ یا حرم میں نماز ادا کرنے یا کسی سے ملنے کی ہو یا تجارتی غرض ہو تو میقات عبور کرنے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھنا ضروری نہیں۔ (۲)

یہ نقطۂ نظر حنابلہ کا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک میقات سے باہر رہنے والے یعنی آفاقی پر واجب ہے کہ جب بھی وہ مکہ مکرمہ کے ارادہ سے حدودِ میقات میں داخل ہوں، خواہ وہ کسی تجارتی غرض ہی سے مکہ جا رہے ہوں یا عزیزوں، دوستوں سے ملاقات کے لئے، بہر حال ان پر بیت اللہ کا حق ہے کہ میقات سے احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہوں، اگر حج کا وقت ہے تو حج کا، ورنہ عمرہ کا احرام باندھیں اور پہلے بیت اللہ کا یہ حق ادا کریں اور پھر اپنے کام میں مشغول ہوں، ہندیہ میں ہے : لا یجوز للآفاقي أن یدخل مكة بغیر إحرام نوی النسك أو لا ولو دخلها فعلیه حجة أو عمرة (۳) —— ہاں اگر جدہ کا سفر مکہ جانے کی نیت سے نہ ہو بلکہ صرف جدہ یا مدینہ طیبہ جانے کی نیت ہو تو میقات سے احرام باندھنا ضروری نہیں، البتہ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا سفر کریں تو میقات پر احرام باندھنا واجب ہے۔ لیکن مجمع الفقہ الاسلامی الہند کے دسویں فقہی سیمنار منعقدہ حج ہاؤس ممبئی مورخہ ۲۴-۲۷/ اکتوبر ۱۹۹۷ء کے شرکاء مفتیان کرام نے اس بابت جو فیصلہ کیا ہے وہ یہ ہے :

> موجودہ حالات میں جب کہ تجارت، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ ورانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز اور کبھی ہر دوسرے تیسرے دن اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداءِ عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان

---

(۱) المغنی ۱۱۷/۳-۱۱۶ (۲) المغنی ۱۱۷/۳-۱۱۶

(۳) ہندیة ۲۲۱/۱

حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہے۔(۱)

غسل احرام کے بعد کپڑے پہننا

سوال زید نے غسل کرنے کے بعد سلا ہوا کپڑا پہنا اور بالوں میں کنگھی وغیرہ افعال انجام دیئے، اس کے بعد احرام باندھا اور نماز ادا کی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ زید کا یہ عمل صحیح نہیں، بلکہ زید کو غسل کے فوراً بعد احرام باندھنا چاہئے، شرعاً زید کا عمل کیسا ہے؟ (محمد شمیم بن زفر، جدہ)

جواب اگر غسل اس نیت سے کیا ہے کہ یہ احرام کے لئے ہے تو اس صورت میں بہتر یہی ہے کہ غسل کے بعد سلے ہوئے کپڑے نہ پہنے جائیں، بلکہ فوراً احرام باندھ لیا جائے، لیکن یہ فرض یا واجب نہیں، زید نے جو کچھ کیا شرعاً وہ بھی جائز ہے۔

تولیہ کے طور پر احرام کا استعمال

سوال احرام جو عمرہ کرنے کے لئے خریدا گیا، کیا عمرہ کے بعد وہی احرام تولیے کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟ میرے ایک ساتھی نے کہا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (محمد رحیم خاں، عرعر)

جواب عمرہ کرنے کے بعد احرام کی چادریں تولیے کے طور پر استعمال کرسکتے ہیں یا کسی دوسرے مصرف میں بھی لائی جاسکتی ہیں، اس میں کوئی گناہ نہیں۔

حج وغیرہ کا مشروط احرام

سوال اگر کسی نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا، مگر اسے خطرہ ہے کہ کسی وجہ سے شاید وہ حج یا عمرہ نہ کرسکے اور اسے احرام کھولنا پڑے، تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟ (شفیق احمد، جدہ)

جواب حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کو اگر کسی بات کا خطرہ واندیشہ ہے، جس کی وجہ سے شاید اسے احرام کھولنا پڑے گا تو وہ نیت کے وقت تلبیہ کہتے ہوئے یہ الفاظ کہہ دے، ان جملوں کے کہنے کے بعد اگر اسے کوئی حادثہ یا واقعہ پیش آتا ہے اور وہ احرام کھول دیتا ہے تو

---

(۱) اہم فقہی فیصلے، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

اس پر دم نہیں ہوگا، وہ دُعا یہ ہے :

إن حَبسني حَابِس فَمحلي حَيثُ حَبَسْتَنِي .(۱)

اگر کوئی رُکاوٹ پیش آ جائے تو میرا احرام کھولنے کی جگہ وہی ہے جہاں رُکاوٹ پیش آئے۔

متفق علیہ حدیث میں ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم یہ دُعا پڑھ لیا کرو۔ یہ رائے حنابلہ کی ہے، موجود حالات میں حج و عمرہ کے موضوع پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے سمینار منعقدہ ممبئی ۱۹۹۷ء میں علماء ہند نے احناف کے لئے بھی ضرورتاً اس کی اجازت دی ہے۔

عورتوں کا احرام

سوال کچھ عورتیں اسکارف باندھتے ہوئے سر پر سفید اسکارف باندھ لیتی ہیں، کیا یہ ضروری ہے؟ (عفیفہ اشفاق، ریاض)

جواب عورت کا احرام اس کے عام کپڑے ہیں، احرام کے لئے کوئی خاص رومال وغیرہ سر پر باندھنا ضروری نہیں ہے۔(۲)

حالتِ احرام میں بالوں کا گرنا

سوال ۱۹۹۷ء میں میں نے حج کیا تھا، احرام کی چادر میں مجھے کچھ بال نظر آئے، جو شاید بدن سے نکل گئے ہوں گے، کبھی میں سوچ کر پریشان ہو جاتا ہوں کہ حج ہوا یا نہیں، اسی طرح کچھ عرصہ قبل میں نے عمرہ کرنے کے ارادہ سے غسل کر کے احرام باندھ لیا، لیکن وضو کرنا بھول گیا، حرم جا کر وضو کیا، جمعہ کی نماز ادا کی، پھر عمرہ کیا، کیا اس طرح میرا عمرہ ادا ہوگیا؟ (منظور احمد خاں، مکہ مکرمہ)

---

(۱) ويشترط فيقول إن حبسني حابس فمحلي حيث حبستني فإن حبس حل من الموضع الذي حبس ولا شئ عليه (المغني ۲۲۶/۳)

(۲) اجمع أهل العلم أن للمحرمة لبس القمص والدروع والسراويلات والخمر والخفاف (المغني ۱۵۵/۳)

جواب حالتِ احرام میں خود بخود بغیر ارادہ کے اگر چند بال بدن کے کسی حصے سے جدا ہو جائیں تو حج پر اثر نہیں پڑتا، آپ پر کچھ لازم بھی نہیں، ہاں اگر محرم کے ایسے فعل سے گریں جس کا وہ مامور ہے جیسے وضو تو تین بال میں بھی ایک مٹھی گیہوں صدقہ کر دینا کافی ہے (۱) — آپ کے حج اور عمرہ دونوں صحیح ہیں، کیوں کہ غسل کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا ضروری نہیں، غسل کرنے ہی سے وضو کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے، نیز احرام باندھنے کے لئے غسل کرنا یا باوضو ہونا شرط و واجب نہیں ہے، البتہ مستحب ہے کہ غسل کر کے یا کم از کم وضو کر کے حج یا عمرہ کا احرام باندھے۔ (۲)

حالتِ احرام میں خواتین کا چہرہ ڈھانپنا

سوال کیا احرام کی حالت میں عورت کے لئے جسم کے علاوہ اپنا چہرہ بھی برقع میں چھپانا ضروری ہے؟

جواب عورت جب عمرہ یا حج کی نیت سے احرام باندھے تو حالتِ احرام میں اپنا چہرہ کھلا رکھے، البتہ اجنبی مردوں کے سامنے برقع کا نقاب ڈال لے، کیوں کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حالتِ احرام میں عورتوں کو چہرہ کھلا رکھنے کا حکم دیا ہے، لیکن امّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے :

> كنا مع النبي ﷺ ونحن محرمون فاذا لقينا الراكب اسدلنا ثيابنا من فوق رؤوسنا فاذا جاوزنا رفعناها . (۳)
>
> ہم احرام کی حالت میں ہوتی تھیں اور جب مرد ہمارے قریب سے گذرتے تھے تو ہم اپنے چہرے ڈھانپ لیا کرتی تھیں اور جب مرد گذر جاتے تو ہم پھر چہرے سے کپڑا اٹھا دیا کرتی تھیں۔

---

(۱) احکام حج ۹۹ ، مفتی شفیع صاحب

(۲) الفقه الاسلامی وادلته ۱۲۸/۳

(۳) ابن ماجه عن عائشة ، باب المحرمة تسدل الثوب علی وجهها ، کتاب المناسك حدیث ۲۹۳۵

آج کل چوں کہ ہر طرف غیر محرم مرد ہوتے ہیں، لہٰذا مسلم خاتون کو چاہئے کہ وہ گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی حالتِ احرام میں ہونے کے باوجود چہرے کو چھپائے، البتہ دورانِ سفر یا خیمہ وغیرہ میں اگر صرف خواتین ہی خواتین ہوں، غیر محرم مرد نہ ہوں تو چہرہ کھلا رکھا جائے۔ آج کل عام طور پر خواتین احرام باندھ کر اپنا چہرہ اور جسم کسی چادر وغیرہ سے نہیں چھپاتیں اور بلا حجاب گھومتی پھرتی ہیں، یہ مناسب نہیں۔

عورت احرام میں چہرہ کھلا رکھے

سوال بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت احرام باندھنے کے بعد چہرہ کھلا رکھے، مگر غیر محرم مردوں سے پردہ کے لئے چہرہ پر اس طرح کپڑا لٹکا دیا جائے کہ یہ کپڑا چہرہ سے نہ لگے، کیا ایسا کرنا ضروری ہے؟

جواب کسی بھی صحیح حدیث سے یا امہات المؤمنینؓ وصحابیات کے عمل سے ایسا کرنا ثابت نہیں، لہٰذا آپ جس طرح سے عام حالات میں چہرہ چھپاتی ہیں، اسی طرح حالتِ احرام میں غیر محرم مردوں سے اپنا چہرہ چھپائیں، کپڑا اگر چہرہ سے لگتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں، البتہ چہرہ چھپاتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ نقاب باندھا جائے، کوئی بھی کپڑا نقاب باندھنے کی طرح نہ باندھا جائے، بلکہ کپڑا سر پر ڈال کر چہرے پر لٹکایا جائے۔

غسل کے لئے احرام کی چادریں کھولنا

سوال حالتِ احرام میں (حج یا عمرہ کرتے ہوئے) اگر کوئی شخص غسل کرنے کے لئے احرام کی دونوں چادریں کھول دے تو کیا اس صورت میں دم واجب ہوگا؟ (صوفی محمد نذیر، مدینہ منورہ)

جواب غسل کے لئے احرام کھولنے سے دم واجب نہیں ہوتا، اس میں کوئی حرج نہیں۔

حالتِ احرام میں جنابت

سوال اس حج کا موقع ملا، لیکن حالتِ احرام میں مزدلفہ میں رات گذارتے ہوئے مجھے احتلام ہوگیا، صبح غسل کا موقع نہیں، فجر کی نماز بھی چھوٹ گئی اور حالت

ناپاکی ہی میں بڑے شیطان کو کنکری ماری، اس کے بعد سر کے بال منڈوا کر غسل کیا، کیوں کہ مجھے اس کے بارے میں علم نہ تھا، بڑے شیطان کو کنکری مارنے اور بال منڈوانے سے پہلے احرام بھی نہیں کھول سکتا تھا، مجھے اب کیا کرنا ہوگا؟ کیا مجھ پر دم لازم ہے؟ (حسیب احمد، مدینہ منورہ)

جواب حالتِ احرام میں احتلام ہو جانے سے حج پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نہ اس کی وجہ سے دم لازم ہے اور نہ صدقہ، البتہ ایسی صورت میں حاجی کو چاہئے کہ غسل کر کے احرام بدل لے، اگر دوسرا احرام نہ ہو تو اسی احرام کے ناپاک حصہ کو دھو کر پاک کر لے، حالتِ احرام میں نہ غسل کرنا منع ہے اور نہ غسل کے لئے احرام کی چادریں اُتارنا، البتہ غسل کرتے ہوئے خوشبودار صابن استعمال نہ کیا جائے، ورنہ صدقہ یا دم لازم آئے گا، آپ کو چاہئے تھا کہ فجر سے قبل غسل کر لیتے، اگر یہ ممکن نہ ہوتا تو کم از کم تیمم کر کے نماز پڑھ لیتے، قضا تو آپ نے پڑھ لی ہوگی، وقت پر نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے توبہ و استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ وقوفِ مزدلفہ، جمرات کی رمی اور حلق وقصر کے لئے پاکی شرط نہیں، لہٰذا حالت ناپاکی میں آپ کے یہ اعمال ادا ہو گئے، کوئی دم وغیرہ لازم نہیں۔

حالتِ احرام میں پمپر کا استعمال

سوال مجھے بواسیر کی تکلیف ہے، کیا احرام کے درمیان بار بار کوئی پمپر یا کپڑا وغیرہ (خون کو روکنے کے لئے) رکھا جا سکتا ہے؟ (ایک بہن، رفاء)

جواب جی ہاں! آپ یہ عمل انجام دے سکتی ہیں، احرام پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (۱)

حالتِ احرام میں زردہ کا استعمال

سوال کیا حج کے ایام میں پان کھانے کے عادی لوگ زردہ والا پان کھا سکتے ہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

جواب حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال جائز نہیں، اس کے استعمال سے دم لازم آتا ہے، کھانے پینے کی خوشبودار اشیاء جیسے لونگ، الائچی، زعفران وغیرہ اس کو اگر خام حالت میں کھایا

---

(۱) جدید فقہی مسائل ۱۳۰/۱ دھلی

جائے تو اس سے بھی دم لازم آتا ہے، البتہ یہ چیزیں کھانے وغیرہ میں ڈال کر پکالی جائیں تو اس کا استعمال کراہت کے ساتھ درست ہے، دم لازم نہیں، زردہ میں بھی ایک طرح کی خوشبو ہوتی ہے، ذردہ سے مراد تمباکو والا زردہ ہے۔ اس لئے حالتِ احرام میں اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے، علماء نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، جب کہ بعض علماء نے اس میں نشہ کا اعتبار کرتے ہوئے عام حالات میں بھی اس کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے حج وعمرہ میں اس سے احتیاط بہرحال ضروری ہے۔ (۱)

اگر سر پر بال نہ ہوں

سوال میں نے گذشتہ دنوں اپنی طرف سے عمرہ کیا اور طواف وسعی کے بعد سر پر استرا پھروایا، پھر مسجدِ تنعیم جاکر دوبارہ احرام باندھ کر اپنے والد کی طرف سے عمرہ کیا، چوں کہ پہلے عمرہ میں سر سے بال مکمل صاف کروادیئے تھے، اس لئے طواف وسعی کے بعد حرم شریف میں بیٹھ کر ذکر وتلاوت کرتا رہا، پھر شام کو اسی حالت میں مسجدِ تنعیم جاکر ساس کی طرف سے، پھر سسر کی طرف سے عمرے کئے، ان تینوں عمروں میں، میں نے بال نہیں کٹوائے اس لئے کہ سر پر بال ہی نہ تھے، اپنی طرف سے ادا کئے گئے پہلے عمرہ میں حلق کروالیا تھا، کیا رسماً بار بار استرا لگوانا ضروری تھا؟ اور میرے بعد والے عمروں میں کوئی خلل تو نہیں ہوا؟ اگر ہو تو میں اس کی تلافی کس طرح کرسکتا ہوں؟ کیا یہ جرمانہ مجھے ادا کرنا ہوگا یا جن کے نام سے میں نے عمرے کئے وہ ادا کریں گے؟

(آئی-اے-ٹی-سی، مدینہ منورہ)

جواب احرام باندھ کر طواف وسعی کے بعد جب تک آدمی حلق یا قصر نہ کرے محرم ہی رہتا ہے، احرام کی پابندیاں اس کے بغیر ختم نہیں ہوتیں، قدرتی طور پر سر پر بال نہ ہوں یا اس سے قبل استرے سے صاف کروادیئے گئے ہوں تب بھی فقہاء نے سر پر استرا پھروانا ضروری قرار دیا ہے۔ اگر آپ نے اب تک حلق یا قصر نہ کیا ہو تو سب سے پہلے یہ کام کرلیں پھر حسبِ

(۱) دیکھئے: جدید فقہی مسائل ۴۸–۲۴۵، ط: دیوبند، انڈیا

سہولت حدودِ حرم میں ایک جانور ذبح کروادیں اور توبہ واستغفار کریں۔ زندہ افراد کی طرف سے بھی حج یا عمرہ کیا جاسکتا ہے اور اس کی حیثیت نفل عبادت کی ہوگی، فرض حج زندہ کی طرف سے اسی وقت درست ہے جب کہ وہ معذور ہو، خود حج پر نہ آسکتا ہو، ایسی صورت میں وہ شخص دوسرے سے حج بدل کرواسکتا ہے، ہر طواف کے بعد صرف دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے، ملتزم پر دعا یا زمزم پر جا کر پانی پینا ضروری نہیں، مستحب ہے، موقع ہو تو کرلیں ورنہ کوئی حرج نہیں، کئی طواف کرکے ایک ہی مرتبہ دوگانہ ادا کرنا بھی درست نہیں، بلکہ ہر طواف کے بعد دو رکعت پڑھ کر دوسرا طواف شروع کرنا چاہئے، یہ نماز مقامِ ابراہیم کے پاس پڑھنا افضل ہے، اگر وہاں موقع نہ ملے تو پورے حرم میں کہیں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

احرام کھولنے کے لئے کتنے بال کاٹنا ضروری ہیں؟

سوال عمرہ کرنے کے بعد کس قدر سر کے بال کاٹنے ضروری ہیں؟ کیا تمام سر سے ایک پور کے برابر بال کٹوانے ضروری ہیں یا صرف کسی ایک طرف سے یا چاروں طرف سے سر کے بال ایک پور کے مساوی کٹوانا ضروری ہے؟ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سر کے اطراف سے انگلی کے ایک پور کے مساوی بال کٹوا دیتے ہیں، کیا اس عمل سے احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں یا پھر ناواقفیت کی بنا پر دم لازم آتا ہے؟

جواب اس سے قبل ہم نے کئی دفعہ اس کی وضاحت کی ہے کہ حج وعمرہ میں قصر کرتے ہوئے پورے سر سے کم از کم ایک پور کے بقدر بال لینے چاہئیں، اس کے بغیر حنابلہ اور مالکیہ کے یہاں احرام کھلتا ہی نہیں، یعنی احرام کی پابندیاں برقرار رہتی ہیں اور خلافِ احرام کام کرنے پر جنایت وسزا یعنی دم یا صدقہ وغیرہ لازم آتا رہتا ہے، دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

وأما تقدير التقصير : فهو عندالمالكية والحنابلة بقدر الأنملة أو أزيد أو أنقص بيسير ، والأنملة راس الاصبع من المفصل الاعلىٰ . (۱)

---

(۱) الفقه الاسلامى ۲۰۸/۳

حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک بال قصر کرنے کی مقدار پوروں کے برابر یا اس سے کچھ کم یا زیادہ ہے، انملۃ اوپر کی جانب سے انگلی کے سرے کو کہتے ہیں۔

احناف کا مسلک اس سلسلے میں یہ ہے کہ حج وعمرہ کرنے والا قصر کرتے ہوئے اپنے سر سے مجموعی طور پر ایک چوتھائی حصہ سے ایک پور سے کچھ زیادہ بال کاٹے، اگر اتنے بال کاٹ لے تو وہ احرام سے فارغ ہو جائے گا، اس سے کم پر احرام برقرار رہے گا، صحیح طور پر قصر کرنے تک جو بھی خلافِ احرام کام کرے گا اس کی جزاء اس پر لازم ہوگی، چنانچہ ملک العلماء کاسانیؒ لکھتے ہیں:

لكن أصحابنا قالوا: يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة. (۱)

لیکن ہمارے اصحاب (فقہاءِ حنفیہ) کہتے ہیں کہ بال چھوٹا کرنے کی صورت میں پورے کی مقدار سے زیادہ چھوٹا کرنا واجب ہے۔

اس مسئلہ میں صرف امام شافعیؒ کے نزدیک یہ گنجائش ہے کہ احرام کھولنے کے لئے صرف تین بال کاٹ لینا بھی کافی ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

وقال الشافعية: أقل ازالة شعر الرأس أو التقصير ثلاث شعرات. (۲)

شوافع کہتے ہیں کہ سر کا بال چھوٹا کرانے یا منڈانے کی کم از کم مقدار تین بال ہیں۔

اگر احرام باندھ کر عمرہ نہ کر سکیں

سوال چند روز قبل ہم احرام باندھ کر عمرہ کرنے کی نیت سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے، راستے میں ہماری گاڑی خراب ہوگئی، پھر ہم گھر واپس ہوئے، کیا ہم پر اس کا کچھ کفارہ واجب ہے اور کیا اس کی ادائیگی اپنے ملک سے کر سکتے ہیں؟ (مسز وحید خاں، جدہ)

جواب احرام باندھنے سے پہلے اگر کوئی عذر پیش آجائے اور عمرہ نہ کر سکیں تب تو یہ احصار

(۱) بدائع ۲۰۶/۲ (۲) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۰۸/۳

نہیں ہوگا اور نہ عمرہ نہ کرنے پر کوئی دم دینا پڑے گا، لیکن عمرے کی نیت سے احرام باندھ لیں پھر کوئی عذر پیش آ جائے اور عمرہ نہ کر سکیں تو یہ شرعاً احصار ہے(۱) — تو احرام کی پابندیوں کا خیال رکھتے ہوئے اور اسی احرام کو برقرار رکھتے ہوئے عذر دور ہونے کے بعد عمرہ کر سکتے ہیں، مثلاً ایک شخص عمرے کے ارادہ سے احرام باندھ کر جدہ سے مکہ روانہ ہوا، راستہ میں کوئی عذر پیش آ گیا یا بیمار ہوگیا تو اب اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اسی دن عمرہ ادا کرے بلکہ یہ ممکن ہے کہ وہ شخص احرام ہی کی حالت میں رہے، طبیعت ٹھیک ہونے کے بعد عمرے کے ارکان ادا کرے، ہاں اگر یہ ممکن نہ ہوں اور احرام کھولنا پڑے تو حدودِ حرم میں جانور ذبح کرنا ہوگا اور وہیں اس کا گوشت فقراء و مساکین میں تقسیم کرنا ہوگا(۲) — یہ قربانی حرم سے ہٹ کر اپنے ملک میں کرنا صحیح نہیں۔ (۳)

حالتِ احرام میں سر ڈھانکنا

سوال میرے ایک عزیز پاکستان سے حج کے لئے آئے تھے، انھوں نے پاکستان سے احرام باندھا، مگر حالتِ احرام میں بنیان پہنے رہے اور سر سے پگڑی بھی نہیں اُتاری، اسی حالت میں عمرہ کیا، پھر مکہ سے احرام باندھ کر حج ادا کیا، البتہ حج پر جانے سے پہلے ان کا احرام درست کروا دیا گیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا ان کا عمرہ درست ہوگیا، یا دوبارہ کرنا ہوگا، نیز حج بھی صحیح ہوا کہ نہیں؟

جواب حج و عمرہ دونوں صحیح اور درست ہیں، ایک دن مکمل یا ایک رات مکمل احرام میں سلا کپڑا پہنے رہنا اور سر یا چہرہ ڈھانپنا ممنوع ہے، یہ دو علاحدہ جنایت ہے، اس پر دم دینا پڑے گا، اس صورت میں اگر پہلے دم نہ دیا ہو تو ان دونوں جنایت کے بدلہ ایک ہی دم دینا کافی ہوگا، لیکن

(۱) الاحصار فی عرف الشرع هو إسم لمن أحرم ثم منع عن المضی فی موجب الاحرام (بدائع ۷۵/۲)

(۲) فإن احصرتم فما استيسر من الهدی ، بقرة ۱۹۶

(۳) ولا تحلقوا رؤسكم حتى يبلغ الهدی محله (بقرة ۱۹۶) والمعهود فی الهدی الواجب بالشرع كهدی المتعة والقران واشباههما إن ذبحها يكون فی الحرم (المغنی ۲۹۲/۳ ، نیز دیکھئے : بدائع ۱۷۸/۲)

اگر پہلے ایک دم دے چکا ہو، پھر بھی سلا کپڑا پہنے رہے، یا سر یا چہرہ چھپائے رکھا تو دوسرا دم بھی دینا پڑے گا(۱) —— امام احمدؒ کے نزدیک دن یا رات کے تھوڑے سے حصہ میں بھی سلا ہوا کپڑا پہنے رہا تو بھی دم دینا ہوگا۔(۲)

احرام کی حالت میں سر ڈھانک کر نماز پڑھنا

سوال احرام کی حالت میں احرام والے کپڑے سے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب حالتِ احرام میں سر کھلا رکھنا ضروری ہے، نماز کے وقت بھی سر کھلا ہی رکھنا چاہئے، اگر کوئی احرام کی چادر سے یا ٹوپی وغیرہ پہن کر سر کو ڈھانک لے اور دن بھر اسی حالت میں رہے تو اس پر دم واجب ہوگا، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

إذا لبس المخيط من قميص أو جبة أو سراويل أو عمامة أو قلنسوة أو خفين او جوربين من غير عذر و ضرورة يوما كاملاً فعليه دم . (۳)

اگر سلا ہوا کپڑا مثلاً قمیص، جبہ، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی، موزہ، پائتابہ، بلا عذر اور بلا ضرورت مکمل ایک دن پہن لے تو اس پر دم واجب ہوگا۔

ہاں اگر تھوڑی دیر کے لئے سر ڈھانک لیا ہو تو دم تو لازم نہیں، لیکن اس غلطی کے کفارہ میں صدقۂ فطر کی مقدار صدقہ کرنا ہوگا۔

كان اللبس في بعض اليوم ارتفاقا قاصرا فيوجب كفارة قاصرة وهي الصدقة كقص ظفر واحد و مقدار الصدقة نصف صاع من بر . (۴)

دن کے بعض حصہ میں سلا کپڑا پہننا ناقص انتفاع ہے، لہٰذا کفارہ بھی ناقص

---

(۱) لو لبس المحرم المخيط أياما فإن لم ينزعه ليلاً او نهارا يكفيه دم واحد بالاجماع وإن ذبح الهدا ودام على لبسه يوما كاملا فعليه دم آخر بالاجماع لأن الدوام عليه لبس مبتدا (هندية ۲۴۲/۱)

(۲) لاتتقدر فديته بالزمن (المغني ۲۶۲/۳)

(۳) بدائع الصنائع ۴۱۰/۲ ، ط : بيروت (۴) بدائع ۴۱۱/۲

واجب ہوگا اور وہ صدقہ ہے جیسے ایک ناخن کاٹنے پر صدقہ دینا پڑتا ہے، صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں دینا ہے۔

سفر حج میں احرام باندھنے سے قبل بیمار ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال میرے والد چند سال قبل حج اور عمرے کی نیت سے جدہ تشریف لائے تھے، انھوں نے عمرہ کے لئے احرام باندھا اور عمرہ کر کے کھول دیا، پھر حج کے لئے نکلنے والے دن حج کا احرام باندھنے سے قبل ان کی طبیعت خراب ہوگئی اور ایک آپریشن کے لئے انھیں فوراً ہسپتال میں منتقل ہو کر پندرہ دن وہاں رہنا پڑا، اس طرح وہ بغیر حج کیے واپس چلے گئے، اب چند دن قبل ان کا انتقال ہوگیا، کیا میرے لئے ان کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے یا ان کا وہ حج صحیح ہے جو نیت کے باوجود نہیں کر سکے تھے؟ (سلمان اشرف انصاری، حائل)

جواب جس شخص پر حج فرض ہو جائے اور حج کا زمانہ بھی پائے، لیکن بیماری کی وجہ سے حج ادا نہ کر سکے تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرادے، ان کو چاہئے تھا کہ حج بدل کروادیتے یا وصیت کر جاتے کہ میرے مرنے کے بعد میری جانب سے حج بدل کرا دینا، اگر انھوں نے وصیت نہیں کی ہے تو آپ کو چاہئے کہ ان کی طرف سے حج بدل کریں، تاکہ ان کا فرض ادا ہو جائے (۱) — یہ واضح رہنا چاہئے کہ نیت کر لینے سے عبادت ادا نہیں ہوتی جب تک کہ عبادات کے افعال مکمل نہ کر لئے جائیں، اس لئے صرف حج کی نیت سے حج ادا نہیں ہوا، البتہ ایک نیک عمل کے ارادہ پر جو اجر ہے وہ انشاء اللہ انھیں حاصل ہوگا۔

حلق یا قصر کے بغیر احرام کھولنا

سوال اگر کوئی حلق یا قصر کرنا بھول جائے اور احرام اُتار دے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

جواب اگر کوئی شخص حلق یا قصر کرنا بھول جائے اور احرام اُتار کر سلے ہوئے کپڑے پہن لے تو اس پر دم واجب ہوتا ہے۔

---

(۱) فإن كان مريضا لا يرجى برؤه أو شيخا لايستمسك على الراحلة اقام بمن يحج منه ويعتمر وقد اجزأ منه (المغنى ۹۱/۳)

کیا ولادت سے احرام ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال ایک عورت حمل کی حالت میں کسی ملک سے عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کے لئے آتی ہے اور یہاں سعودیہ پہنچنے کے بعد عمرہ کی ادائیگی سے پہلے اسے ولادت ہوجاتی ہے، اب چوں کہ اس کا احرام ختم ہوگیا، اس لئے پاک ہونے کے بعد دوسرا احرام باندھ کر یعنی احرام کی نیت سے پہلے ہی شوہر سے ہم بستر ہو اور پھر احرام کی نیت کر کے عمرہ کرے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا یا کوئی اور حکم ہے؟ (محبوب محمد، طائف)

جواب آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ ولادت ہونے کی وجہ سے عورت کا احرام ختم ہوجاتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے، جب کوئی عورت حج یا عمرہ کی نیت اور تلبیہ پڑھ کر محرم ہوجائے، پھر حج وعمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی اسے ولادت ہوجائے، یا ایامِ خاص شروع ہوجائیں، تو اس کے احرام اور حج وعمرہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں چوں کہ ناپاکی کی حالت میں کوئی عورت مسجد میں داخل نہیں ہوسکتی اور طواف کے لئے پاکی بھی شرط ہے، اس لئے حج کے احرام کی صورت میں ایسی عورت حج کے سارے افعال انجام دے گی، سوائے طوافِ زیارت کے، پھر جب پاک ہوجائے تو طواف زیارت کرے اور عمرہ کی صورت میں پاک ہونے کے بعد طواف وسعی کر کے قصر کرلے، اس دوران ذکر وتسبیح میں مشغول رہے، جس کے لئے طہارت شرط نہیں۔

سوال میں جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں ولادت کی وجہ سے اس عورت کا احرام ختم نہیں ہوا، بلکہ وہ برابر محرم رہی، لیکن جب شوہر سے صحبت ہوئی تو حالتِ احرام میں صحبت وتعلق کی وجہ سے اس پر بطورِ کفارہ ایک دم واجب ہوگیا، دم دے کر دوبارہ احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے، اگر یہی غلطی حج میں وقوفِ عرفہ سے پہلے ہو تو حج باطل ہوکر قضا لازم ہوتی ہے اور کفارہ میں اونٹ یا گائے کی قربانی لازم ہوتی ہے[۱] —— اور اگر وقوفِ عرفہ کے بعد طوافِ زیارت سے پہلے کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے تو اس کا حج تو ادا ہوجائے گا، لیکن اونٹ یا

---

(۱) من جامع امرأته وهما محرمان مضيا في احرامهما وعليهما هدى و يقضيان من قابل و يفترقان (بدائع ۲/۲۱٦)

گائے کی قربانی اس پر بھی لازم ہوگی۔

بلا احرام ثواب کی نیت سے عرفات جانا

سوال کیا میں احرام کے بغیر عام کپڑوں میں عرفات ثواب کی نیت سے حاضری دے سکتا ہوں؟ (چنگیز اقبال ثاقب، جدہ)

جواب آپ اپنے عام کپڑوں میں بلا احرام ثواب کی نیت سے عرفات میں حاضری دے سکتے ہیں اور وہاں حجاج کی دعاؤں میں شمولیت اختیار کر سکتے ہیں، یہ عمل جائز ہے۔

احرام باندھنے کے بعد عمرہ کی ادائیگی میں تاخیر

سوال چند سال قبل ۲۷/ رمضان کو میں اپنی والدہ، بیوی اور دو بچوں کے ساتھ عمرہ کرنے گیا تھا، اس دن رش زیادہ تھا، بچے بہت چھوٹے تھے اور انھوں نے اتنا تنگ کیا کہ ہم لوگ طواف کے بعد سعی نہ کر سکے ویسے ہی گھر آ گئے، چند دوست احباب سے معلوم کیا کہ ایسی بات پیش آ گئی ہے تو انھوں نے کہا کہ کل یعنی ۲۸/ رمضان کو عمرہ کر لو، پہلے والا عمرہ بھی ہو جائے گا، ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا، مگر میری بیوی کی طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں جا سکی، میں نے رمضان کے بعد اس کی طرف سے مکہ مکرمہ میں ایک دم دے دیا، لیکن میرا اور والدہ کا عمرہ بھی صحیح ہو گیا یا ہمیں کوئی کفارہ دینا ہوگا؟ دل مطمئن نہیں ہے کہ عمرہ ہوا یا نہیں، رہنمائی فرمائیں، تاکہ تسلی ہو جائے۔ (ظفر محمود، جدہ)

جواب آپ جب ۲۷/ رمضان کو عمرہ مکمل نہیں کر سکے تو آپ کے لئے بہتر صورت یہی تھی کہ آپ، والدہ اور بیوی سب حالتِ احرام ہی میں رہتے اور احرام کی پابندیوں کا خیال کرتے، پھر دوسرے دن جب بھی موقع ملتا، اسی احرام سے عمرہ مکمل کر کے احرام کھول دیتے، اس صورت میں کوئی دم وغیرہ واجب نہ ہوتا، بہر حال آپ کا اور آپ کی والدہ کا دوسرے دن کا عمرہ تو صحیح ہے اور پہلے دن یعنی ۲۷/ رمضان کو گھر آ کر احرام کھول دیا ہو تو اپنی طرف سے اور والدہ کی طرف سے بھی ایک ایک دم دے دیں اور ناواقفیت کی وجہ سے جو غلطی ہو گئی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور بیوی کو اس عمرہ کی قضا کی نیت سے ایک عمرہ کر وا دیں۔

احرام باندھنے کے بعد رُکاوٹ

سوال میرے ساتھ ایک مسئلہ یہ پیش آیا کہ میں ریاض سے مکہ ڈیوٹی پر آ رہا تھا تو راستے میں میں نے عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھ لیا، جب میں مکہ پہنچا تو جس کے پاس میں کام کرتا ہوں اس نے میرا احرام کھلوا دیا، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھ پر دم واجب ہو گیا؟ (محمد رفیق، ریاض)

جواب حج و عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد اگر کوئی ایسی رُکاوٹ پیش آئے کہ آدمی حج و عمرہ نہ کر سکے تو اسے چاہئے کہ پہلے حدودِ حرم میں جانور ذبح کرائے، پھر حلق یا قصر کر کے اپنا احرام کھول دے، المغنی میں ہے :

وإن حصر بعد ونحر ما معه من الهدی و حل . (۱)

اور اگر کسی دشمن کی وجہ سے رُکاوٹ پیش آ گئی تو وہ اپنے ساتھ کے جانور کی قربانی کر لے اور احرام سے حلال ہو جائے۔

کیا محرمہ عورت نقاب اور دستانے نہیں پہنے گی؟

سوال ہمارے یہاں اکثر علماء خواتین کو عمرہ یا حج کے احرام میں چہرہ کھلا رکھنے کا حکم دیتے ہیں، بلکہ اس پر شدت بھی کرتے ہیں اور دلیل میں متفق علیہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ محرمہ عورت نقاب اور دستانے نہیں پہنے گی، آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب عورت کے لئے احرام باندھنے کے سلسلے میں اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ یہ اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھلی رکھیں گی، کیوں کہ متفق علیہ حدیث میں رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ محرمہ اپنے چہرے پر نقاب نہیں باندھے گی اور نہ ہی دستانے پہنے گی (۲) —— لیکن ساتھ ہی ساتھ ہمیں بعض دوسری احادیث میں امہات المؤمنین عائشہ و امّ سلمہ رضی اللہ عنہما کے بارے

---

(۱) المغنی ۱۹۴/۵ مسئلہ ۶۰۴ ، کتاب الحج ، نیز ملاحظہ ہو : الفتاویٰ الهندیة ۲۵۶/۱

(۲) لاتنتقب المحرمة ولا تلبس القفازين (بخاری عن ابن عمر ، باب ما ينهی من الطيب للمحرم والمحرمة ، کتاب جزاء الصيد)

میں یہ بات ملتی ہے کہ وہ احرام کی حالت میں مردوں کی موجودگی کی وجہ سے اپنے اپنے چہرے چھپالیا کرتی تھیں، کنا مع رسول اللہ ﷺ ونحن محرمون فإذا مربنا رکب سدلنا علی وجوھنا الثوب من قبل رؤسنا وإذا جاوز الرکب رفعناہ (۱) ان دونوں احادیث کو سامنے رکھ کر علماء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلم خاتون احرام کی حالت میں اپنا چہرہ ضرور چھپائے گی، تاکہ غیر محرم مردوں کی نگاہوں سے چہرہ چھپا رہے اور چوں کہ دونوں حدیثوں پر عمل کرنا ضروری ہے، لہٰذا اس کا طریقہ یہ ہے کہ چہرے پر نقاب باندھا نہ جائے بلکہ کوئی بھی کپڑا سر پر اس طرح سے ڈال لیا جائے کہ یہ چہرے پر بھی آجائے، تاکہ چہرہ چھپ جائے (۲) ——— اگر یہ کپڑا چہرہ پر لگتا ہے تو کوئی قباحت نہیں ہے اور یہ جائز ہے۔ میں اپنی تمام مسلم بہنوں سے درخواست کروں گا کہ وہ احرام کی حالت میں اپنا چہرہ چھپائیں اور چہرہ کھلا رکھنے کی وجہ سے دوسروں کے کبیرہ گناہوں کا سبب نہ بنیں۔

احرام کی چادروں کا استعمال

سوال احرام کی چادریں جب ناقابل استعمال ہوجائیں تو کیا ان کپڑوں سے گاڑی یا فرش وغیرہ صاف کرنے کا کام لیا جاسکتا ہے؟ (محمد گل، جدہ)

جواب حج وعمرہ کے بعد احرام کی چادریں (چاہے وہ نئی ہوں یا پرانی) کسی بھی کام میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ان کا حکم عام چادر یا کپڑے کا ہے۔

احرام کی چادروں میں نماز وطواف

سوال عمرہ سے فارغ ہوکر یعنی بال کٹوانے کے بعد اسی احرام میں نماز یا طواف کرسکتے ہیں؟ کیوں کہ بال کٹانے کے بعد احرام اُتارنا ہوتا ہے۔

(محمد اسلم خان، جدہ)

جواب عمرہ میں طواف وسعی اور حلق یا قصر کے بعد عمرہ کرنے والے کا احرام ختم ہوجاتا ہے،

---

(۱) ابوداؤد عن عائشۃ، باب فی المحرمۃ تغطی وجھھا، کتاب المناسک حدیث ۱۸۳۳،
ابن ماجہ، عن عائشۃ، باب المحرمۃ تسدل الثوب علی وجھھا

(۲) والمرأۃ احرامھا وجھھا فإن احتاجت سدلت علیٰ وجھھا (المغنی ۳/۱۵٤)

چاہے احرام کی چادریں اوڑھے رہے، اس کے حق میں وہ تمام چیزیں جائز ہوجاتی ہیں جو اس کی وجہ سے ناجائز تھیں، عمرہ سے فارغ ہوکر عام لباس پہنے بغیر اسی احرام میں نماز پڑھے یا طواف کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

حلق سے قبل احرام کھولنا

سوال میں نے عمرہ کی سعادت حاصل کی، طواف وسعی کے بعد احرام کھول دیا اور تقریباً پانچ منٹ بعد نائی سے حجامت بنوائی، کیا میرا یہ فعل درست تھا یا مجھے حالتِ احرام میں حجامت بنوانا چاہیے تھا؟ (سعید احمد، ابہا)

جواب جب تک حلق یا قصر نہ کروائیں احرام کی پابندیاں ختم نہیں ہوتیں، حالتِ احرام میں چوں کہ سلا ہوا کپڑا جائز نہیں، لہٰذا طواف وسعی کے بعد حلق یا قصر سے پہلے احرام کھولنا اور عام لباس پہننا جائز نہیں، البتہ آپ نے چوں کہ کچھ ہی دیر بعد عمرہ کا یہ آخری رکن بھی ادا کرلیا تھا، لہٰذا حالتِ احرام میں تھوڑی دیر سلا ہوا لباس پہننے کی بناء پر دم واجب نہیں، بلکہ کچھ صدقہ خیرات کردینا کافی ہوگا، لہٰذا اس غلطی کے کفارہ کی نیت سے آپ حسبِ استطاعت کچھ رقم صدقہ کریں اور آئندہ اس کا خیال رکھیں کہ حلق یا قصر کرنے تک عمرہ مکمل نہیں ہوتا اور آدمی احرام ہی کی حالت میں رہتا ہے، اس لئے حلق یا قصر سے پہلے احرام کھولنا اور عام لباس پہننا جائز نہیں۔ (۱)

احرام کھولنے پر دم

سوال میرے بھائی نے عمرہ کرنے کے ارادہ سے احرام باندھ لیا، مگر بروقت سواری نہ ملنے کی بناء پر احرام کھول دیا اور وطن چلا گیا اور مجھ سے کہہ گیا کہ میں اس کی طرف سے دم دے دوں، کیا میں اپنے بھائی کی طرف سے دم دے سکتا ہوں؟ (مجیب اللہ، بدہ)

جواب ہاں! آپ اپنے بھائی کی طرف سے (حدودِ حرم میں) دم دے سکتے ہیں (۲) ——

---

(۱) مستفاد از غنية الناسك ۱۳٤ ، معلم الحجاج ۲۳۳

(۲) اماما نحلل به فإن أمكنه الوصول إلى البيت تحلل بعمل عمرة ، وإن تعذر عليه ذالك ذبح الهدى فيبعث عند الحنفية بالهدى وبثمنه فيذبح منه ومالم يذبح لم يحل (الفقه الاسلامی وأدلته ۳/ ۳۹۰)

امام احمدؒ کے نزدیک احصار کی وجہ سے دم تو دینا پڑے گا، لیکن دم دینے کے بعد وہ حلال نہیں ہوگا، جب تک کہ دوبارہ اس کی قضا نہ کرلے، البتہ اگر احرام باندھتے وقت ہی شرط لگادی تھی کہ اگر حج کرنے میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوگی تو وہ احرام کھول دے گا، احرام کھولنے کی وجہ سے اس صورت میں کچھ بھی واجب نہ ہوگا(۱) —— یہی رائے فقہائے حنابلہ کی ہے۔

اگر زخم سے خون بہے

سوال میں اور میری اہلیہ عمرہ کرنے گئے، میری اہلیہ جب حجر اسود کا بوسہ لینے گئیں تو رش کی وجہ سے ان کے ہاتھ میں چوڑی ٹوٹ گئی، جس کی وجہ سے خون نکل آیا اور خون احرام کے کپڑوں پر بھی لگ گیا، کیا اس وجہ سے دم واجب ہے؟

(علی احمد، جدہ)

جواب حالتِ احرام میں زخمی ہوجانے یا کسی اور وجہ سے جسم سے خون بہنے کی وجہ سے دم لازم نہیں، البتہ خون چوں کہ ناپاک ہے، اس لئے جس جگہ خون لگے، بدن یا کپڑے کے اس حصہ کو دھولینا چاہئے، دوسرے یہ کہ عام طور پر حجر اسود یا بابِ کعبہ اور ملتزم وغیرہ پر عطر لگایا جاتا ہے، اور حالتِ احرام میں خوشبو کا استعمال جائز نہیں، اسی طرح رش کی صورت میں حجر اسود کی تقبیل کے لئے اپنے آپ کو یا دوسروں کو تکلیف و مشقت میں ڈالنا اور اذیت پہنچانا بھی درست نہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے سیدنا عمرؓ سے فرمایا:

إنك لرجل شديد، تؤذي الضعيف إذا طفت بالبيت ، فإذا رأيت خلوة من الحجر فادن منه ، وإلا فكبر ثم امض . (۲)

تم طاقتور آدمی ہو، تم سے کمزوروں کو طوافِ کعبہ کے وقت تکلیف پہنچ سکتی ہے، اس لئے جب تنہائی میں رہو تو حجر اسود کے قریب جاؤ، ورنہ تکبیر کہو، پھر اپنے طواف میں مشغول رہو۔

---

(۱) إن منع من الوصول إلى البيت بمرض أو ذهاب نفقة بعث بهدي إن كان معه ليذبحه بمكة وكان على احرامه حتى يصل إلى البيت (المغني ۱۷۷/۳)

(۲) سنن کبری للبیهقي ۸۰/۵ ، باب الاسلام في الزحام ، كتاب الحج

احرام دھونا

سوال حج یا عمرہ سے فراغت کے بعد احرام کو کس طرح سے دھوئیں؟ صرف پانی میں یا صابن سے بھی دھو سکتے ہیں؟ (محمد عاشورنور-محمد افغانی، جدہ)

جواب احرام کو صابن اور پانی اور سرف پانی سے بھی دھویا جاسکتا ہے۔

احرام کے ساتھ میک اپ

سوال بہت افسوس کے ساتھ لکھ رہی ہوں کہ میری بعض بہنیں احرام کی حالت میں بھی میک اپ کرتی ہیں اور غیر مردوں سے چہرہ چھپائے بغیر اِدھر اُدھر گھومتی ہیں، شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب آپ نے جو سوال کیا ہے، اس کے جواب میں علماء نے کچھ تفصیل ذکر کی ہے، اس کو لکھنے سے انشاء اللہ آپ کو اپنے سوال کا جواب سمجھ میں آجائے گا، جو چیزیں بدن میں لگائی جاتی ہیں، دیکھا جائے تو وہ تین طرح کی ہیں :

۱) خوشبو اور عطریات اور وہ تمام چیزیں جو خوشبو کے لئے استعمال کی جاتی ہیں جیسے مشک، کافور، عنبر وغیرہ، حالتِ احرام میں ان کا استعمال کسی بھی طرح جائز نہیں، نہ علاجاً استعمال جائز ہے اور نہ ہی شوقیہ، استعمال کرنے پر جنایت لازم آئے گی اور کفارہ میں دم دینا پڑے گا۔ عام طور پر فی زمانہ میک اپ کے سامان اسی قسم کے ہیں اس لئے ان کا استعمال حرام ہے اور اس سے دم واجب ہوگا۔

۲) وہ چیزیں جو فی نفسہ خوشبو نہیں ہیں اور نہ ہی کسی بھی طرح اس کا خوشبو بنایا جاسکتا ہے، جیسے چربی، ایسی چیزیں محرم کھائے یا پاؤں کے پھٹے ہوئے حصہ میں علاجاً لگائے تو اس پر جنایت واجب نہیں ہوتی۔

۳) وہ چیزیں جو خود خوشبو تو نہیں، لیکن خوشبو بنانے میں کام آتی ہیں، جیسے زیتون، ایسی چیزوں میں استعمال کے اعتبار سے حکم لگایا جائے گا، اگر بدن میں اس سے مالش کرے یا لگائے تو اس کا حکم خوشبو کا سا ہوگا، جس طرح خوشبو سے دم واجب ہوتا ہے، اسی طرح اس سے بھی دم واجب ہوگا، اگر کھانے میں زیتون کا استعمال کیا ہے

یا پاؤں کے شگاف میں علاج اً ڈالا ہے تو اس کا حکم خوشبو کا سا نہیں ہوگا اور اس میں دم واجب نہیں ہوگا۔(۱)

کسی بھی عورت کا احرام کی حالت میں غیر مردوں سے چہرہ کو نہ چھپانا بھی گناہ ہے (۲) اور پھر ایسی حالت میں لوگوں کے سامنے پھرنا اور اِدھر اُدھر جانا مستقل ایک الگ گناہ اور جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ میری بہنوں کو ہدایت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ برائیوں سے دُور رہیں۔

استعمال شدہ احرام

سوال ایک احرام سے حج یا عمرہ کرنے کے بعد اسی احرام کی چادروں سے دوبارہ حج یا عمرہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہاں بعض لوگ اپنا احرام دوسرے ساتھی کو عمرہ کرنے کے لئے دیتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب ایک ہی احرام سے جتنے چاہے حج یا عمرے کر سکتے ہیں، نیز اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی ساتھی کو عارضی طور پر اپنا احرام دے دیں، تا کہ وہ عمرہ کر سکے۔(۳)

حالتِ احرام میں ٹائیڈ کا استعمال

سوال احرام کی حالت میں ٹائیڈ سے ہاتھ منہ دھونا کیسا ہے؟ (عابدہ حسن وٹو، ریاض)

جواب احرام کی حالت میں کسی بھی قسم کی خوشبو والا مواد استعمال کرنا منع ہے۔ چوں کہ ٹائیڈ میں خوشبو ہوتی ہے، لہٰذا اس کا استعمال بھی منع ہے۔(۴)

دورانِ طواف خواتین کا احترام

سوال حج کے ایام میں ازدحام کی وجہ سے دورانِ طواف عورتوں کے ساتھ بھی کبھی جسم مس ہو جاتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب انسان اس بات کی پوری کوشش کرے کہ دورانِ طواف کوئی بھی غیر شرعی حرکت سرزد

---

(۱) هندية ۲۴۰/۱ ، بدائع ۱۹۱/۲ . ۱۹۰ (۲) المغنی ۱۵٤/۳

(۳) يستحب أن يكون نظيفين إما جديدين وإما غسيلين (المغنی ۱۲۰/۳)

(۴) اجمع أهل العلم على أن المحرم ممنوع من الطيب (المغنی ۱٤۷/۳)

نہ ہونے پائے، مکمل آداب اور شرائط وقیود کا لحاظ رکھتے ہوئے طواف کیا جائے، غیر ارادی طور پر ازدحام کی وجہ سے اگر ایسا ہو جائے تو اس میں کوئی باز پرس نہیں ہے، اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہئے کہ خواتین کا احترام کیا جائے اور ان سے دُور ہو کر طواف کیا جائے، اسی طرح خواتین کو بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے، کہ وہ مردوں سے دُور ہو کر طواف کریں۔

احرام کھولنے کے لئے محرم کے بال کاٹنا

سوال زید نے حج کیا اور پہلے دن کنکریاں مارنے کے بعد اپنے دوست کے سر کے بال کاٹے، پھر اپنے سر کے بال کٹوائے، کیا اس پر دم ہے؟ (محمد روح الامین ۔ جدہ)

جواب احرام کی حالت میں دوسرے کسی شخص کا احرام کھلوانے کے لئے اس کے سر کے بال کاٹنا جائز ہے اور آپ کے دوست پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے اپنے سر کے بال منڈوائے اور قربانی کی تو تمام صحابہ ؓ نے فوراً اس پر عمل کیا اور ایک دوسرے کے سر کے بال مونڈنے لگے۔ صحیح البخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں : فلما رأوا ذلك قاموا فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضا . (۱)

عذر کی بناء پر ممنوعاتِ احرام کا ارتکاب اور بعض افعالِ حج کا ترک

سوال میرے دوست اور ان کے والد اس سال حج کے لئے آئے تھے، لیکن ۸/ ذوالحجہ کو سانحہ منیٰ میں والد شہید ہو گئے اور میرے دوست اپنے والد کو بچانے کی کوشش میں زخمی ہو گئے اور النور اسپتال میں ابھی تک زیر علاج ہیں، اسپتال سے ان کو عرفہ کی مغرب سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل عرفات لے جایا گیا، بعد مغرب اسپتال واپس لایا گیا، عرفات جاتے وقت ان کو موزے نما جوتے جو کہ مریضوں کو پہنائے گئے اور وہ ربر کے سلے ہوئے ہیں کپڑے پہنائے گئے، عرفات سے واپسی کے بعد ان کو اسپتال میں سلے ہوئے

---

(۱) كتاب الشروط ، باب الشروط في الجهاد ، حديث ۲۷۳۲-۲۷۳۱

کپڑے پہنائے گئے جب کہ وہ احرام کی حالت میں زخمی ہوئے تھے، کیا اس طرح سے کپڑے اور موزے پہننا جائز ہے؟ عرفات سے واپسی پر رات کو مزدلفہ میں قیام نہیں کیا، رمی جمرات، سر کے بال منڈوانا، طواف زیارت وسعی اور ایامِ تشریق کی راتیں منیٰ میں گذارنا، ان افعال میں سے وہ کچھ بھی نہ کر سکے، کیا ان کو دوبارہ حج کرنا پڑے گا یا دم دینا ہوگا اور کتنے؟ کیا اب سر منڈوا کر طوافِ زیارت وسعی کر سکتے ہیں یا صرف دم دینا کافی ہوگا؟ نیز کیا ان کے والد کی طرف سے بھی دم دینا ہوگا؟ اس طرح کے اور بھی لوگ ہیں ان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ (سید عبدالحکیم شاہ، جدہ)

جواب جو لوگ سانحۂ منیٰ میں شہید ہوگئے ان کی طرف سے کسی دم کی ضرورت نہیں، انھیں انشاء اللہ ان کی نیت کے مطابق حج کا ثواب بھی ملے گا، البتہ اگر کوئی حاجی کسی کی طرف سے فرض حج بدل کے احرام میں رہا ہو تو اس شخص کی طرف سے (جس نے اسے حج بدل پر بھیجا ہے) فرضیت ساقط نہ ہوگی بلکہ اسے دوبارہ اپنی طرف سے حج بدل کروانا ہوگا، جو حجاج کہ صرف زخمی ہوئے اور انھیں حج کے مناسک ادا کرنے پر قدرت نہ رہی وہ اگر چاہتے تو اسی وقت دم دے کر "احرام" سے باہر ہو سکتے تھے، دم کے بعد ان پر احرام کی پابندیاں باقی نہ رہتیں، لیکن قضا ان کے ذمہ ہوتی، جن لوگوں نے دم نہیں دیا اور اپنا احرام نہیں کھولا (جیسا کہ اکثر حجاج کا حال ہے) پھر وہ ۹/ ذوالحجہ کو وقوفِ عرفہ بھی نہ کر پائے ان کا حج فوت ہو گیا، اب ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اسی احرام میں عمرہ کے افعال طواف وسعی اور حلق یا قصر کر کے احرام کھول دیں اور آئندہ حج کی قضا کریں، اس کے بغیر وہ احرام سے نہیں نکلیں گے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

من أدرك عرفات بليل فقد أدرك الحج ومن فاته عرفات بليل فقد فاته الحج ، فليحل بعمرة و عليه الحج من قابل . (١)

جس نے رات میں عرفات کا وقوف پالیا تو اس نے حج پالیا اور جس سے

(١) سنن دار قطنی ٢٤١/٢ عن ابن عمر ، باب المواقيت

وقوفِ عرفہ فوت ہوگیا تو اس کا حج فوت ہوگیا، پس اس کو چاہئے کہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے اور آئندہ سال اس کے بدلے حج کی قضا کر لے۔

علاج کی وجہ سے یا خوف و دہشت کی وجہ سے جنھوں نے احرام کی چادریں اتار کر کپڑے پہن لئے، حج کے افعال ادا نہ کئے، احرام سے باہر نہیں سمجھے جائیں گے، وہ حالتِ احرام ہی میں ہیں، ایسے حجاج کو چاہئے کہ وہ دوبارہ فوراً احرام کی چادریں پہن کر طواف وسعی کریں اور حلق یا قصر کر کے احرام کھول دیں، چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی ؓ نے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ : ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور اس کے کپڑے میں خوشبو لگی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا :

انزع عنك الجبة . (۱)

تم چوغہ اُتار دو۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لاعلمی میں خلافِ شرع احرام باندھ لے تو معلوم ہونے کے بعد اس کی اصلاح کر کے شریعت کے مطابق کر لینا چاہئے۔

حالتِ احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہننا منع ہے، بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

لایلبس القمص ولا العمائم ولا السراویلات . (۲)

محرم نہ قمیص پہنے نہ عمامے اور نہ ہی پائجامے۔

اسی لئے فقہا نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ایک دن یا رات یا اس سے زیادہ مدت تک سلے ہوئے کپڑے پہنے رہا تو اس پر دم لازم ہوگا۔ ہندیہ میں ہے :

إذا لبس المحرم المخيط على الوجه المعتاد يوماً إلى الليل فعليه دم وإن كان اقل من ذالك فصدقة . (۳)

---

(۱) بخاری ، باب إذا احرام جاهلا وعليه قميص ، كتاب جزاء الصيد

(۲) بخاری باب إذا لم يجد الازار فليلبس السراويل ، كتاب الحج

(۳) هندية ۲٤۲/۱

اگر محرم نے سلا ہوا کپڑا امروّج طریقہ پر مکمل ایک دن رات تک استعمال کیا تو اس پر دم واجب ہے اور اگر اس سے کم ہو تو صدقہ واجب ہے۔

ہاں جس کو علاج وغیرہ کی وجہ سے مجبوراً اس کا استعمال کرنا پڑا، اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اس کی جزا میں دم کے بجائے چاہے تو تین دن روزے رکھے یا چھ مسکینوں (میں سے ہر ایک) کو صدقۃ الفطر کے مقدار غلہ یا اس کی قیمت دے دے۔ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی کا بیان ہے:

وإن تطيب أو حلق أو لبس ثوبا لعذر فهو مخير : إن شاء ذبح شاة ، وإن شاء تصدق على ستة مساكين بثلاثة اصوع من طعام لكل مسكين نصف صاع ، وإن شاء صام ثلاثة أيام لقوله تعالىٰ : فمن كان مريضاً او به اذى من رأسه ففدية من صيام او صدقة او نسك . (۱)

اگر کسی عذر کی وجہ سے خوشبو لگایا یا بال مونڈوایا یا کپڑا پہنا تو اسے اختیار ہے اگر چاہے تو بکری ذبح کرے اور اگر چاہے تو چھ مسکینوں کے درمیان ۳/ صاع غلہ فی مسکین نصف صاع کے حساب سے تقسیم کردے اور اگر چاہے تو تین روزے رکھ لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جو شخص مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو (اور اس کی وجہ سے پہلے ہی سر منڈانے کی ضرورت ہو) تو وہ فدیہ دے دے، روزے یا صدقہ یا ایک بکری ذبح کرنے کی شکل میں۔

جو لوگ ۹/ ذوالحجہ کو زوال کے بعد سے ۱۰/ ذوالحجہ کی صبح صادق تک ایک لحہ کے لئے بھی وقوف عرفہ کر چکے ہوں، چاہے انھیں بیماری، بے ہوشی، نیند وغیرہ کی حالت میں عرفات لے جایا گیا ہو، تب بھی ان کا حج ادا ہو گیا۔ حج کے باقی افعال نہ کر سکے ہوں تو دم وغیرہ کے ذریعہ اس کی تلافی ممکن ہے، دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں، چنانچہ مشہور حنبلی امام ابن قدامہؒ

---

(۱) الفقه الاسلامي وأدلته ۲۶۰/۳

لکھتے ہیں :

وكيفما حصل بعرفة ، وهو عاقل أجزأه قائما أو جالسا أو راكبا أو نائما، مر بها مجتازاً فلم يعلم انها عرفة اجزأه ايضا . (۱)

اگر حج کرنے والا عاقل ہوتو جس طرح بھی وقوفِ عرفہ ہوجائے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا سوار ہوکر یا سوتے ہوئے، ہر حالت میں یہ وقوف کافی ہوگا، یہاں تک کہ اگر وہ عرفہ سے گذر رہا ہواور اسے معلوم نہ ہو کہ یہی میدانِ عرفہ ہے،تو بھی کافی ہوجائے گا۔

وقوفِ مزدلفہ حج کے واجبات میں سے ہے،عذر کی بناء پر یہ واجب چھوٹ جائے تو کوئی حرج نہیں، عالم اسلام کے مشہور فقیہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی رقم طراز ہیں :

إن فات الوقوف فإن كان لعذر فلا شيء عليه ، لأنه ﷺ قدم ضعفة أهله ولم يأمرهم بالكفارة وأن كان فواته لغير عذر فعليه دم، لأنه ترك الواجب من غير عذر، وإنه يوجب الكفارة . (۲)

اگر وقوفِ مزدلفہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ جائے تو اس پر کچھ واجب نہیں، کیوں کہ نبی ﷺ نے اپنے خاندان کے کمزور لوگوں کو مزدلفہ سے منیٰ کی طرف آگے بھیج دیا، اور کفارہ کا حکم نہیں دیا تھا اور اگر بلا عذر وقوفِ مزدلفہ چھوٹ گیا ہوتو اس پر دم دینا واجب ہے، اس لئے کہ اس نے بلا عذر واجب کو چھوڑ دیا اور بلا عذر واجب کو چھوڑ دینے سے کفارہ واجب ہوتا ہے۔

آپ کے دوست کو چاہئے تھا کہ عرفات سے واپسی کے بعد اپنی طرف سے کسی کو جمرات کی رمی کے لئے وکیل بنادیتے، پھر ۱۰/ ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی (وکیل کے ذریعہ) رمی

---

(۱) المغني ۲۷۵/۵ ، ط : رياض محقق

(۲) الفقه الاسلامي وأدلته ۱۸۹/۳ ، عبارت میں محولہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں موجود ہے، ملاحظہ ہو : بخاري عن ابن عباس باب من قدم ضعفة أهله بليل من كتاب الحج ، مسلم ۲۰۲/۲ ، باب استحباب تقديم دفع الضعفة

کے بعد حلق یا قصر کرا لیتے، پھر ۱۲/ ذوالحجہ تک کبھی بھی طواف زیارت و سعی کر لیتے، اگر شدید بیماری کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہوتا، تو عذر ختم ہوتے ہی فوراً طواف زیارت کر لیتے، اس صورت میں ان پر کوئی دم لازم نہیں ہوتا، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ ان سے ایک غلطی یہ ہوئی کہ تینوں دنوں کی رمی انھوں نے چھوڑ دی جو کہ واجب ہے، بیماری کی وجہ سے خود نہ کر سکتے تھے تو ہمارے خیال میں کسی کو وکیل و نائب بنانا تو ممکن تھا، یہ بھی اگر ممکن نہ رہا ہو تو واجبات حج کے عذر کی بناء پر چھوٹ جانے کی وجہ سے کوئی جزا لازم نہیں ہوتی۔

دوسری غلطی یہ ہوئی کہ انھوں نے اب تک حلق یا قصر نہیں کیا، جب تک حلق یا قصر واجب ہے، اس کی خلاف ورزی پر بھی دم لازم ہے، تیسری غلطی یہ ہوئی کہ اب تک طواف زیارت و سعی نہیں کی، طواف زیارت حج کا سب سے اہم رکن ہے، دم وغیرہ سے بھی اس کی تلافی ممکن نہیں، جو حاجی وقوف عرفہ کو پائے، اسے طواف زیارت بہر حال کرنی ضروری ہے، بغیر طواف زیارت کئے اگر وطن لوٹ جائے تب بھی طواف زیارت کے لئے اس کو دوبارہ آنا ہوگا، جب تک طواف زیارت نہ کر لیا جائے، ازدواجی تعلق ایسے شخص کے لئے حرام ہے، طواف زیارت ۱۲/ ذوالحجہ کو غروب آفتاب تک کر لینا احناف کے یہاں واجب ہے، اس کے بعد کبھی بھی طواف کیا جا سکتا ہے، فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن تاخیر کی بناء پر دم لازم آئے گا۔

آپ کے دوست کو چاہئے کہ فوراً حدودِ حرم میں سر کے بال منڈوا کر طواف زیارت و سعی کر لیں، البتہ احرام باندھنے کے بعد طواف قدوم یا نفل طواف کے ساتھ سعی کی ضرورت نہیں، وطن روانگی کے وقت یا ابھی طواف وداع بھی کر لیں، نیز حلق اور طواف زیارت کی تاخیر اور ترک رمی پر ایک ایک دم (تین دم) ادا کر دیں، عذر کی بناء پر جو غلطی ہو اس میں ایک دم کے بدلے تین روزے یا چھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کی مقدار غلہ دینے کی بھی گنجائش ہے، لیکن جہالت اور لاعلمی اور مسئلہ سے ناواقفیت کو فقہاء نے شرعی عذر تسلیم نہیں کیا ہے، ہاں اسپتال میں سلے ہوئے کپڑے پہن لینے کی جزا میں وہ چاہیں تو روزہ رکھ لیں، اسی طرح موزے اگر ایک دن سے کم مدت پہنے ہوں تو صدقۃ فطر کی مقدار صدقہ کر دینا کافی ہے، اس سے زیادہ مدت میں دم لازم ہے، لیکن عذر کی وجہ سے تین روزے یا چھ مساکین کو صدقہ

دینے کا بھی اختیار ہے۔ واضح رہے کہ دم کے جانور کا حدودِ حرم ہی میں ذبح کرنا ضروری ہے، البتہ فوراً ضروری نہیں، اگر ابھی استطاعت نہ ہو تو آئندہ استطاعت پر کسی کے ذریعہ یہ کام کروایا جا سکتا ہے، حلق اور طوافِ زیارت کے بعد کفارہ میں دم، روزے یا صدقہ کے باقی رہنے کی وجہ سے احرام کی کوئی پابندی باقی نہیں رہتی۔

حج اکبری کی فضیلت

سوال میں نے حج اکبری کیا تھا، نیز سیرت پر لکھی گئی کوئی اچھی سی کتاب کا نام بتائیے۔

(محمد نسیم احمد خاں، ریاض)

جواب پہلی بات تو آپ یہ سمجھ لیں کہ حج اکبری نام کی کوئی عبادت اسلام میں نہیں ہے، حج اکبری کی اصل صرف اسی قدر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو آخری حج کیا تھا، وہ جمعہ کے دن ہوا تھا اور اس کے بارے میں قرآن کی آیت "اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖٓ اِلَی النَّاسِ یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ" نازل ہوئی، تاہم حدیث شریف میں یوم النحر کو "حج اکبر" کا دن کہا گیا ہے اور یہ اس لئے کہ دسویں تاریخ کو ہی حج کے بہت سے ارکان ادا کئے جاتے ہیں، اسی تاریخ کو مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہیں، رمی، قربانی، بال منڈانا، طواف، زیارت، یہ ارکان اسی تاریخ کو ادا ہوتے ہیں، اسی لئے اس کو "حج اکبر کا دن" کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:

> یوم الحج الاکبر یوم النحر فإن النبی ﷺ ، قال فی خطبته یوم النحر : "هذا یوم الحج الاکبر" و سمی بذالك لکثرة أفعال الحج فیه من الوقوف بالمشعر و الدفع منه إلی منی و الرمی و النحر والحلق و طواف الافاضة والرجوع الی منیٰ لیبیت بها ولیس فی غیره مثله وهو مع ذالك یوم عید و یوم یحل فیه من احرام الحج . (۱)

یوم حج اکبر یوم النحر ہے، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے یوم النحر کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ : آج حج اکبر کا دن ہے اس کا نام حج اکبر اس لئے رکھا

(۱) المغنی ۳/ ۲۳۰

گیا کہ اس دن افعال حج یعنی وقوف عرفہ، پھر عرفہ سے منیٰ آنا، رمی کرنا، قربانی کرنا، سر منڈانا، طواف زیارت کرنا پھر رات گذارنے کے لئے منیٰ واپس آنا وغیرہ کی کثرت ہوجاتی ہے جو عام دنوں میں نہیں ہوتی اور یہی عید کا دن ہوتا ہے اور اسی دن محرم حج کے احرام سے باہر آجاتا ہے۔

اس لحاظ سے اس بات کو تقویت ملتی ہے کہ حج اکبر حج اصغر کے مقابلہ میں ہے، عمرہ حج اصغر ہے، اس کے بالمقابل حج ''حج اکبر''۔(۱)

سیرت پر لکھی گئی بہترین کتاب مولانا شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ کی ''سیرت النبی'' ہے، جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اسی طرح تین جلدوں میں قاضی سلمان منصور پوری کی ''رحمۃ للعالمین'' بھی سیرت پر اچھی اور عمدہ کتاب ہے۔

عقیقہ کے بغیر حج درست ہے

سوال میں یہاں سے جب حج پر گیا تو میرے چند دوستوں نے پوچھا کہ کیا تم نے عقیقہ کیا یا نہیں؟ میں نے جواب دیا نہیں، تو انھوں نے کہا کہ اس طرح حج درست نہیں ہوا، کیا یہ صحیح ہے کہ عقیقہ کے بغیر حج درست نہیں؟

(محمد شفیع بہادر، نجران)

جواب عقیقہ کا حج سے کوئی تعلق نہیں، اس کے بغیر بھی حج درست ہے، عقیقہ تو سنت ہے، اگر کوئی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے نہ کر سکے تو اس پر کوئی گناہ بھی نہیں۔

حلق یا قصر حدودِ حرم میں ضروری ہے

سوال کیا عمرہ کے بعد مکہ کی حدود میں ہی بال کٹوانا ضروری ہے یا میقات سے باہر بھی بال کٹوا کر احرام کھول سکتے ہیں؟ اگر کوئی مکہ کے بجائے طائف آکر بال کٹوائے اور احرام کھولے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا؟ (سید نیاز علی شاہ، طائف)

جواب حج و عمرہ کے بعد احرام کھولنے کے لئے بال کٹوانا یعنی حلق یا قصر کروانا ''حدودِ حرم'' میں ضروری ہے، میقات سے باہر طائف وغیرہ یا میقات کے اندر ہی لیکن حدودِ حرم سے باہر

---

(۱) شامی ۲: ۲۵۴

جیسے جدہ وغیرہ میں اگر کوئی حلق یا قصر کرے تو اس پر دم لازم ہے، وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

یری أبو حنیفۃ : أن الحلق یختص بالزمان والمکان ، فزمانہ أیام النحر ومکانہ الحرم ، فلو اخر الحلق عن أیام النحر أو حلق خارج الحرم یجب علیہ دم . (۱)

امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ حلق رأس زمان اور مکان دونوں کے ساتھ مخصوص ہے، اس کا وقت قربانی کے ایام ہیں اور اس کی جگہ حرم ہے، پس اگر کوئی شخص حرم سے باہر حلق کرائے یا ایام قربانی سے مؤخر کردے تو اس پر دم واجب ہوگا۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک خارج حرم حلق یا قصر کرانا شدید کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ زحیلی لکھتے ہیں :

ویکون تاخیرھا عن أیام التشریق أو عن خروجہ عن مکۃ أشد کراھۃ . (۲)

حلق کا ایامِ تشریق سے مؤخر کرنا یا مکہ سے باہر کرانا شدید ترین مکروہ ہے۔

قصر یا حلق

سوال میں نے دو سال پہلے حج کیا اور احرام کھولنے سے قبل مشین سے بال کتروائے تھے، جب مدینہ منورہ واپس آیا تو میرے ساتھی کہنے لگے کہ سر کے بالوں پر استرا لگا کر پورے بال مونڈنا ضروری ہے، چنانچہ میں نے سیلون جا کر پورے بال اتروادئے، کیا میری اس غلطی پر مجھ کو کوئی کفارہ یا دم دینا پڑے گا؟ (نظام الدین، مدینہ منورہ)

جواب حج یا عمرہ میں استرا سے بال پورے نکال دینا افضل ہے، ایسے لوگوں کے لئے رسولِ کریم ﷺ نے تین مرتبہ رحمتِ الٰہی کی دعا فرمائی (۳) — لیکن پورے بال نکالنے کے بجائے

---

(۱) الفقہ الاسلامی ۲۰۹/۳ (۲) الفقہ الاسلامی ۲۱۰/۳

(۳) بخاری عن ابن عمر ، باب الحلق والتقصیر عند الاحلال

مشین یا قینچی سے بال چھوٹے کرنا بھی جائز ہے، اس طرح بھی احرام کی پابندیوں سے الگ ہوجاتا ہے اور اس میں کوئی گناہ یا کفارہ نہیں، البتہ بال چھوٹے کروانا ہو تو یہ بات ذہن میں رہے کہ پورے سر کے یا کم از کم ایک چوتھائی سر سے بال چھوٹے کروائے جائیں اور بال بھی انگلی کے ایک پورے کے بقدر چھوٹے کیے جائیں، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پورے سر کے بال کٹانا یا چھوٹا کرنا واجب ہے، حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کے بال بھی کاٹ لے تو اس کے حلال ہونے کے لئے کافی ہے، امام شافعیؒ کے یہاں تین بال ترشوا دے یا چھوٹا کروادے تو یہ بھی کافی ہے(۱) — اگر کسی کے سر پر بال اس سے کم ہوں تو پھر اس کے لئے حلق یعنی استرا سے پورے بال صاف کروانا ضروری ہوگا(۲) — نیز حلق یا قصر دونوں حدودِ حرم ہی میں ضروری ہے، گھر آنے کے بعد درست نہیں، آپ نے چوں کہ احرام کھولنے سے پہلے مشین سے بال چھوٹے کروالئے تھے، لہٰذا آپ پر کوئی گناہ یا دم نہیں۔

عورتیں کتنی مقدار میں بال کاٹیں؟

سوال عورتیں عمرہ کریں تو وہ کس طرح بال کٹوائیں؟ کیوں کہ ہم عورتیں بھی بالوں کے سرے سے ایک پور کے برابر بال کاٹتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟ اور کیا ہم ریاض میں ہی دم دے سکتے ہیں؟ (ن، ریاض)

جواب مردوں کے بارے میں ہم نے مذکورہ جواب میں اور اس سے قبل بھی کئی جوابات میں یہ وضاحت کی کہ قصر کرتے ہوئے پورے سر سے بال لینے چاہئیں، اِدھر اُدھر سے چند بالوں پر اکتفا کرلینا درست نہیں، اس طرح احرام نہیں کھلتا بلکہ احرام کی پابندیاں بدستور باقی رہتی ہے، احرام کھلنے کے لئے کم از کم ایک چوتھائی سر سے ایک پور کے بقدر بال کاٹنا ضروری ہے، جہاں تک عورتوں کا تعلق ہے تو عورتوں کے لئے حلق تو جائز نہیں، قصر کرنا ہی ان پر ضروری ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

---

(۱) عند المالكية والحنابلة الواجب حلق جميع الراس او تقصيره وقال الحنفية : يكفي مقدار ربع الراس ، وعند الشافعية ، يكفي ازالة ثلاث شعرات و تقصيرها (الموسوعة الفقهية ۵۷/۱۷)

(۲) والاصلع الذى لاشعر على راسه يستحب أن يمر الموسى على راسه (المغنى ۲۴/۳)

ليس على النساء الحلق ، إنما على النساء التقصير . (۱)

عورتوں پر بال منڈانا ضروری نہیں ہے، بلکہ کتروانا ضروری ہے۔

اور قصر میں بالوں کے سرے سے ایک پورے کے بقدر بال کاٹ لینا کافی ہے، اس سے کم بہر حال نہیں ہونا چاہئے، لہٰذا آپ نے عورتوں کے بارے میں جو صورت ذکر کی ہے، وہ درست ہے، البتہ مردوں کے لئے یہ کافی نہیں، چنانچہ ابن قدامہ ''المغنی'' میں لکھتے ہیں :

والمرأة تقصر من شعرها مقدار الانملة . (۲)

عورت انگلی کے پورے کے بقدر بال چھوٹا کرائے گی۔

تاہم احناف کے نزدیک ایک پورے سے کچھ زیادہ بال کاٹنا ضروری ہے، کیوں کہ ایک پورے کے برابر بال ہر جانب سے کاٹنا چاہئے، سر کے مختلف حصوں میں بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں، ظاہر ہے اگر ایک پور ہی ضروری قرار دیا جائے تو مقدارِ واجب کی تکمیل نہیں ہو سکے گی، اس لئے ایک پور سے کچھ زیادہ کاٹنا ضروری ہے، اس کے بغیر ''قصر'' کا اطلاق نہیں ہوگا اور حلال نہیں ہوگا، ملک العلماء کاسانیؒ لکھتے ہیں :

لكن أصحابنا قالوا : يجب أن يزيد في التقصير على قدر الأنملة لأن الواجب هذا القدر من أطراف جميع الشعر و أطراف جميع الشعر لايتساوى طولها عادة بل تتفاوت ، فلو قصر قدر الأنملة لايصير مستوفيا قدر الأنملة من جميع الشعر بل من بعضه ، فوجب أن يزيد عليه حتى يستيقن باستيفاء قدر الواجب فيخرج عن العهدة بيقين . (۳)

ہمارے اصحاب (حنفیہ) کہتے ہیں کہ انگلی کے پوروے کی مقدار سے کچھ زائد چھوٹا کرانا واجب ہے، کیوں کہ بال کٹانے کی یہ مقدار بال کے ہر حصہ

(۱) ابوداؤد ، باب الحلق والتقصير

(۲) المغنى ۳۱۰/۵

(۳) بدائع ۳۳۰/۲ ، ط : بيروت

سے لازم ہے اور ہر طرف کا بال لمبائی میں یکساں نہیں ہوتا، بلکہ چھوٹا بڑا ہوتا ہے، پس اگر تمام بالوں میں سے پورو ے کے بقدر ہی چھوٹا کیا جائے تو تمام بالوں سے پورو ے کے برابر سے چھوٹا نہیں ہوگا، بلکہ کچھ ہی بال سے ہوگا، اس لئے پورو ے سے زیادہ کاٹنا واجب ہے، تاکہ مقدارِ واجب کے کٹنے کا یقین ہو جائے اور ذمہ داری سے یقینی طور پر عہدہ برآ ہو جائے۔

قبولیتِ حج وعمرہ کی نشانی

سوال کیا قبولیتِ حج وعمرہ کی کوئی خاص نشانی ہے؟ (امجد وحید، ظہران)

جواب اللہ تعالیٰ اپنے مخلص ومتقی بندوں کی ہر عبادت اور ہر اچھی کوشش قبول کرتا ہے، بشرطیکہ یہ کام اخلاص اور متابعتِ شریعت یعنی رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی متابعت و پیروی میں ادا ہوں، جیسا کہ قرآن وحدیث نے ہمیں بتایا ہے، لیکن علماء نے ارشاد فرمایا ہے کہ حج وعمرہ کرنے کے بعد اگر کسی کی زندگی میں برائی سے نیکی کی طرف تبدیلی دیکھو یا تبدیلی کے آثار پاؤ تو سمجھ لو کہ یہ نیکی قبول ہو گئی ہے۔

حج کے بعد گناہ

سوال حج کرنے سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن اگر کسی سے حج کے بعد بھی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟ صرف توبہ کرے یا حج کرے؟

جواب انسان سے گناہ اور غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں، لیکن اچھا انسان اور بہترین مسلمان وہ ہے جو کبیرہ گناہوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھے، اگر حج کے موقع پر آپ نے توبہ کر لی تھی اور بعد میں پھر کوئی کبیرہ گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اس کی سزا اور وبال سے بچنے کا طریقہ بھی سچی توبہ ہے، گناہوں سے معافی کے لئے حج کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ کہیں بھی اللہ سے معافی مانگی جاسکتی ہے، البتہ توبہ کے لئے سچے دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم وارادہ ضروری ہے، نیز اگر گناہ کا تعلق کسی کے حق سے ہو تو پہلے حقدار کو اس کا حق ادا کریں یا اس سے معاف کرالیں۔

فرض کی ادائیگی کے لئے والدین کی اجازت

سوال کیا اپنا فرض حج ادا کرنے کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟

جواب حج کی صحت کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں ہے، لیکن اگر والدین کمزور ہوں اور بیٹے کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر حج کے لئے جانا مکروہ ہے اور اگر بیٹے کی خدمت کے محتاج نہ ہوں تو بلا اجازت نکلنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہندیہ میں ہے :

یکره الخروج إلى الحج إذا کره أحد أبویه إن کان الوالد محتاجا إلى خدمة الولد وإن کان مستغنیا عن خدمته فلا بأس به . (۱)

حج کے لئے نکلنا اس وقت مکروہ ہے جب کہ والدین میں سے کوئی ایک اسے ناپسند کرتے ہوں، والد کے حق میں یہ حکم اس وقت ہے جب کہ ان کو بیٹے کی خدمت کی ضرورت ہو، اگر اسے بیٹے کی خدمت کی ضرورت نہ ہو تو ان کی اجازت ضروری نہیں، بغیر اجازت بھی حج کے لئے جا سکتا ہے۔

غروبِ آفتاب سے قبل عرفات چھوڑنا

سوال جو شخص غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل جائے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر کوئی شخص یومِ عرفہ کو غروبِ آفتاب سے قبل عرفات سے نکل جائے تو اس پر دم واجب ہے، اگرچہ کسی کام کے لئے نکلا ہو، چنانچہ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

لو دفع قبل الغروب ، فإن جاوز حدود عرفة لزمه دم . (۲)

کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے چلا اور حدود عرفہ سے باہر نکل گیا تو اس پر دم دینا واجب ہو جائے گا۔

علامہ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

على من دفع قبل الغروب دم فی قول أکثر أهل العلم . (۳)

---

(۱) هندية ۲۲۰/۱

(۲) ردالمحتار ۱۷۶/۲ ، مطلب فی الدفع من عرفات

(۳) المغنی ۲۱۰/۲

اکثر علماء کے قول کے مطابق غروب آفتاب سے پہلے نکلنے والے پر دم واجب ہوگا۔

ہاں اگر غروبِ آفتاب سے پہلے عرفات واپس آ جائے تو دم ساقط ہو جائے گا، اگر غروب کے بعد آیا تو دم ساقط نہ ہوگا۔(۱)

عرفات سے باہر وقوف

سوال اگر کوئی شخص یوم عرفہ کو عرفات کی حدود سے باہر رہا اور عرفات میں وقوف نہ کر سکا تو ایسے شخص کے حج کا کیا حکم ہے؟

جواب اگر کوئی شخص عرفات میں قیام نہ کر سکا اور حدودِ عرفات سے باہر قیام کئے رہا تو ایسے شخص کا حج نہیں ہوا۔ ابن قدامہ کا بیان ہے :

لیس وادی عرفة من الموقف ولا یجزئه الوقوف فیه . (۲)

وادی عرفہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے، وہاں وقوف کرنا کافی نہ ہوگا۔

کیوں کہ عرفہ کا قیام اساس وارکانِ حج میں سے ہے، رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا : حج تو وقوفِ عرفات کا نام ہے، الحج عرفة . (۳)

سعی کے بعد نفل نہیں

سوال آدمی جب عمرہ کرتا ہے تو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد اسے دو رکعت نفل پڑھنا ضروری ہے؟

جواب صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد کوئی نماز مشروع نہیں جس طرح طوافِ بیت اللہ کے بعد دو رکعت واجب ہے، لہٰذا سعی سے فارغ ہو کر فوراً حلق کرالیں، نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

نیت پر حج کا ثواب

سوال میں نے اپنی والدہ اور محرم کے طور پر اپنے بھانجے کو حج پر بلانے کا ارادہ کیا

---

(۱) هندیة ۲۲۰/۱ (۲) المغنی ۱۲۰۷/۳

(۳) ابوداؤد ، باب من لم یدرك عرفة ، كتاب المناسك

اور اسپانسر شپ کے ذریعہ ڈرافٹ بھیج دیئے اور وہ بینک میں جمع بھی ہو گئے، میری والدہ اور بھانجے نے تیاری بھی شروع کر دی، مگر شاید اللہ کو منظور نہ تھا، میرے بھانجے کا پیدل چلتے ہوئے ایک گاڑی کے حادثہ میں انتقال ہو گیا، لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے نیت کر لی تھی، اس لئے ان کو حج کا ثواب ملے گا، کیا یہ صحیح ہے کہ میرے بھانجے کو حج کا ثواب ملے گا؟ نیز جن حضرات سے ٹکر ہوئی وہ حراست میں ہیں اور ان کے لواحقین مصالحت کی بات کر رہے ہیں، اگر ان سے پیسے پر مصالحت ہو جائے تو کیا وہ رقم ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ (اسماعیل خاں)

جواب قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ہجرت کی نیت کر کے اپنے گھر اور اپنے وطن سے مہاجر بن کر نکلا اور راستے میں اسے موت آ گئی تو اس کا اجر اللہ کے یہاں محفوظ ہے(۱)۔ متفق علیہ مشہور حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے :

انما الأعمال بالنيات وانما لكل امرىء مانوى . (۲)

تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے نیت کی تھی۔

اسی طرح ابن ماجہ کی ایک حدیث میں آتا ہے :

من سأل الله الشهادة بصدق من قلبه بلغه الله منازل الشهداء وان مات علی فراشه . (۳)

اگر کسی شخص نے صدق دل کے ساتھ شہادت کی دعا کی، اگر یہ شخص شہادت کی موت نہ مرا بلکہ طبعی موت مرا تب بھی اسے شہداء کا درجہ ملے گا۔

آپ کے بھانجے کو انشاء اللہ حج کا پورا ثواب ملے گا کہ انھوں نے حج کی نیت اور

---

(۱) نساء ۱۰۰

(۲) بخاری ۲/۱، عن عمرؓ، حدیث ۱

(۳) ابن ماجه عن سهل بن حنيف، باب القتال في سبيل الله، أبواب الجهاد، حديث ۲۷۹۷

تیاری کر لی تھی، اگر آپ کے بھانجے کے ورثا چاہیں تو اس شخص سے دیت لے سکتے ہیں جس کی گاڑی کے حادثہ سے آپ کے بھانجے کا حادثہ ہوا یا مال کی کسی متعین مقدار پر مصالحت بھی کر سکتے ہیں اور اگر چاہیں تو معاف بھی کر سکتے ہیں۔

حج میں قربانی

سوال میں اس سال اپنی بیوی اور نو سالہ لڑکی کے ساتھ حج کرنا چاہتا ہوں، میرے دوست احباب کہتے ہیں کہ میرا قربانی دینا لازم نہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ نیز میری لڑکی اور بیوی کی طرف سے بھی قربانی کا کیا حکم ہے؟ کیا ہم قربانی کے روپے اپنے ملک روانہ کر کے وہاں قربانی کروا سکتے ہیں جب کہ وہاں ایک یا دو دن بعد عید ہوتی ہے اور ہمارا حج یہاں پہلے ہو جاتا ہے؟

(فیاض احمد)

جواب اگر آپ لوگ حج افراد کریں تو اس میں قربانی واجب نہیں اور اگر حج تمتع یا حج قران کریں تو اس میں ہر حج کرنے والے کی طرف سے ایک قربانی ضروری ہے اور یہ قربانی ایامِ حج ہی میں کروانی ہوگی، دوسری جگہ اپنی طرف سے یہ قربانی نہیں کروائی جا سکتی، یہ تو حج سے متعلق قربانی ہے اور اس قربانی سے الگ ہے جو ہر صاحبِ استطاعت پر ہر سال چاہے وہ حج پر جائے یا نہ جائے، اپنے وطن میں قربانی کے دنوں واجب ہوتی ہے، یہ قربانی آپ اپنی طرف سے اور اپنے بیوی بچوں کی طرف سے یہاں بھی کر سکتے ہیں اور اپنے وطن میں بھی کروا سکتے ہیں۔

جدہ سے مکہ جانے والوں کے لئے قصر کا حکم

سوال اگر جدہ کے کسی مقام سے مکہ تک کی مسافت مقدارِ سفر ہو تو حرم میں نمازِ قصر ادا کی جائے گی؟

جواب جی ہاں، اگر جدہ کے کسی مقام سے مکۃ المکرمہ تک کی مسافت قصر کی مسافت یعنی ۷۲ کیلومیٹر) ہے تو حرم میں جماعت نہ ملنے کی صورت میں قصر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سعی کے لئے وضو شرط نہیں

سوال مجھے گیس کی شکایت ہے، سعی کے دوران اگر وضو ٹوٹ جائے تو کیا بے وضو سعی مکمل کی جاسکتی ہے یا دوبارہ وضو کر کے سعی کرنا ہوگا؟ نیز سعی کی چکروں کی تعداد میں شک پیدا ہو جائے اور آدمی دفع شک کے لئے دو چکر زیادہ لگالے تو گناہ گار تو نہیں ہوگا؟ (محمد عقیل، ینبع)

جواب سعی کے لئے وضو وطہارت شرط نہیں ہے، بغیر وضو کیے بھی سعی درست ہے، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

اکثر اهل العلم یرون أن لا تشترط الطهارة للسعي بين الصفا والمروة . (۱)

اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ سعی بین الصفاء والمروۃ کے لئے طہارت ووضو شرط نہیں ہے۔

تاہم مستحب یہ ہے کہ سعی بلکہ تمام افعالِ حج باوضو ادا کئے جائیں، المغنی میں ہے:

والمستحب مع ذالك لمن قدر على الطهارة أن لا يسعىٰ إلا متطهرا و كذالك يستحب ان يكون طاهراً في جميع مناسكه . (۲)

طہارت شرط نہ ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص وضو وطہارت پر قادر ہو تو مستحب یہ ہے کہ بے وضو سعی نہ کرے، اسی طرح مستحب یہ بھی ہے کہ تمام مناسکِ حج میں وہ باوضو رہے۔

لہٰذا دورانِ سعی وضو ٹوٹ جائے تو وہیں قریب ہی وضو کر کے سعی کے باقی چکر پورے کرلیں، ہاں اگر وضو میں دشواری ہو تو بے وضو سعی مکمل کر لینے میں بھی کوئی حرج نہیں، البتہ طوافِ بیت اللہ کے لئے باوضو ہونا ضروری ہے۔ یہاں تک کہ فقہاء نے صراحت فرمائی ہے

---

(۱) المغنی ۲٤٦/٥ ، ط : ریاض محقق

(۲) المغنی ۲٤٦/٥ ، ط : ریاض محقق

کہ بغیر وضو کے طواف قدوم کرنے سے صدقہ واجب ہوتا ہے اور بلا وضو طواف زیارت کی ادائیگی سے ایک بکرے کی قربانی لازم آتی ہے۔(۱)

صفا مروہ کی سعی

سوال گذشتہ سال صفا مروہ کی سعی کے سلسلے میں طواف قدوم میں بجائے سات بار چکر لگانے کے غلطی سے چودہ بار چکر لگالئے، پھر طواف زیارت کے بعد سعی نہیں کی، اب کیا دم ادا کیا جائے، یا پھر سعی کی جائے؟

جواب مسئلہ یہ ہے کہ طواف کرنے کے بعد صفا مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے، طواف کرنے سے پہلے واجب نہیں، افراد یا قران کرنے والے کو پورے حج میں صرف ایک مرتبہ سعی کرنا چاہیے، چاہے تو طواف قدوم کے بعد کرلے یا چاہے تو طواف زیارت کے بعد، بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کے بعد بہتر ہے، آپ نے چوں کہ طواف قدوم کے بعد سعی کرلی ہے، اب دوسری بار سعی کرنا واجب نہیں اور جب دوسری بار سعی کرنا آپ پر ضروری نہیں تو دم بھی واجب نہ ہوگا۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

متی سعی المفرد و القارن بعد طواف القدوم لم یلزمھما بعد ذالك سعی . (۲)

حج افراد اور حج قران کرنے والے نے جب سعی کرلیا تو اس کے بعد سعی واجب نہیں۔

نیز احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ نہ اس پر دم واجب ہوگا نہ پھر سے سعی کرنی ہوگی چنانچہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں :

لأن السعی غیر مؤقت . (۳)

---

(۱) من طاف طواف القدوم محدثا فعلیه صدقة ۔ ولو طاف طواف الزیارة محدثا فعلیه شاة (الهدایة ۲۵۲/۱)

(۲) المغنی ۱۹٤/۳

(۳) ردالمحتار ۵۸۵/۳ ، باب الجنایات ، کتاب الحج ، ط : دیوبند

مزدلفہ میں رات گذارنا

سوال ہم لوگ (حج گروپ) عرفہ سے واپسی پر بجائے مزدلفہ جانے کے احرام کی حالت میں سیدھے جدہ آگئے اور پھر صبح یہاں سے منیٰ جا کر دوسرے مناسک ادا کئے، کیا رات مزدلفہ میں قیام کرنا ضروری تھا؟ (سید محبوب شاہ جیلانی، جدہ)

جواب عرفات سے واپسی پر رات کو مزدلفہ میں قیام کرنا واجباتِ حج میں سے ہے، چوں کہ آپ نے ایک واجب ترک کیا ہے، لہٰذا آپ پر دم ہے، جو مکہ میں ذبح کر کے فقراءِ مکہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

والمبیت بمزدلفة واجب ، من ترکه فعلیه دم . (۱)

مزدلفہ میں رات گذارنا واجب ہے اگر کوئی شخص اس کو چھوڑ دے تو اس پر دم واجب ہوگا۔

حجر اسود کی حقیقت

سوال ہم نے حجر اسود کے بارے میں سنا ہے کہ وہ پہلے ایک فرشتہ تھا جو آدم وحوا علیہما السلام کو شیطان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے مامور کیا گیا تھا، لیکن اس کی غفلت کی وجہ سے آدم وحوا سے غلطی سرزد ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو ایک گناہ سے نہ بچا سکا، تیری سزا یہ ہے کہ اب ساری دنیا کے گناہ سمیٹ، کیا یہ بات صحیح ہے؟ (ثمینہ نجیب، جازان)

جواب حجر اسود کے بارے میں صحیح احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ پتھر جنت سے نازل ہوا ہے اور یہ ابتداء میں سفید تھا، لیکن بنی آدم کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے سیاہ ہوگیا، ترمذی میں ہے :

نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشد بياضا من اللبن فسودته خطايا بن أدم . (۲)

---

(۱) المغنی ۲۱۵/۳ ، نیز دیکھئے : هندية ۲۳۱/۱

(۲) ترمذی ، باب ماجاء فی فضل الحجر الاسود ، حدیث ۸۷۸

حجر اسود جنت سے اُترا ہے، یہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن انسانوں کے گناہوں نے اسے کالا کر دیا۔

جہاں تک اس کے فرشتہ ہونے کی بات ہے، تو یہ بات بالکل بے بنیاد نظر آتی ہے۔ قرآن پاک میں فرشتوں کی صفت تو یہ بیان کی گئی ہے کہ ان سے نافرمانی کا صدور ممکن ہی نہیں، انھیں جس چیز کا حکم دیا جائے وہ کر گذرتے ہیں (۱) —— لہٰذا حجر اسود کے بارے میں اس طرح کا خیال رکھنا بالکل درست نہیں۔

حجر اسود کا بوسہ

سوال حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے کیا دوسروں کو دھکا دینا جائز ہے؟

جواب حجر اسود کا بوسہ لینا اس وقت مسنون ہے جب کہ اور کسی کو تکلیف نہ ہو، ازدحام کے وقت لوگوں کو ہٹانا، ان کو ایذاء دے کر اندر جانا اور بوسہ لینا مکروہ ہے، چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یاعمر إنك رجل قوی لا تزاحم علی الحجر فتوذی الضعیف ان وجدت خلوۃ فاستلمه والا فاستقبله فهلل و كبره . (۲)

اے عمر! تم طاقتور آدمی ہو، حجر اسود کے پاس ازدحام نہ لگاؤ کہ کہیں کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اگر تنہائی ہو تو بوسہ لے لو ورنہ تکبیر و تہلیل پر اکتفا کرلو۔

اس لئے اگر ازدحام ہو تو اس وقت چاہئے کہ کسی چھڑی سے حجر اسود کو مس کر کے اس چھڑی کا بوسہ لے لیا جائے، یہ بھی ممکن نہ ہو تو حجر اسود کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہتھیلیاں حجر اسود کی طرف کر کے ان کو بوسہ دے لے (۳)

رکن یمانی کا استلام کیوں کرتے ہیں؟

سوال حجر اسود سے پہلے جو رکن یمانی کا استلام کرتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ یعنی

---

(۱) التحریم آیت ٦

(۲) مسند احمد ۲۸/۱ ، ط : المیمنة

(۳) صحیح البخاری ، حدیث ۱٦۰۷-۱٦۰۹-۱٦۱۱-۱٦۱۲

یہ بھی حجر اسود کی طرح جنت سے آیا تھا یا رسول اللہ ﷺ نے اس کا استلام فرمایا تھا اس لئے سنت کی پیروی کرتے ہوئے استلام کیا جاتا ہے؟ نیز رکن یمانی کی اہمیت کیا ہے؟ (عثمان غنی، مکہ مکرمہ)

جواب رکن کے معنی ستون یا کنارہ اور کونہ کے ہیں، استلام کے معنی چھونے اور ہاتھ لگانے کے ہیں، حجر اسود کا استلام اور تقبیل (بوسہ لینا) دونوں سنت سے ثابت ہے، یعنی طواف کرنے والا طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کو بوسہ دے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اس کو ہاتھ سے چھو کر، ہاتھ کو بوسہ دے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دور ہی سے اشارہ کرے، ''رکن یمانی'' کا صرف استلام مسنون ہے، تقبیل یا اشارہ مسنون نہیں، یعنی طواف کرنے والا رکن یمانی کے قریب سے گذرے تو اس پر ہاتھ پھیرے، ہاتھ کو یا رکن یمانی کو بوسہ نہ دے، جہاں تک رکن یمانی عراقی اور رکن شامی کا تعلق ہے تو اگر چہ بعض حضرات صحابہ ؓ اور تابعینؒ سے ان کا استلام کرنا بھی منقول ہے، لیکن اکثر اہل علم کے نزدیک ان دونوں رکنوں کا استلام و تقبیل مسنون نہیں، لہٰذا طواف کرنے والا ان دونوں مقام سے خالی گذر جائے، نہ ان کا بوسہ دے، نہ ہاتھ لگائے اور نہ ہی ان کی طرف اشارہ کرے، جہاں تک اس کی وجہ یا دلیل کا تعلق ہے تو خود رسول کریم ﷺ سے رکن یمانی اور حجر اسود کا استلام ثابت ہے اور یہی صحابہ کرام ؓ کا بھی عمل رہا ہے، حتیٰ کہ ابن عبد البرؒ نے ان دونوں کے استلام کے جواز پر اجماع و اتفاق نقل کیا ہے، سیدنا عبد اللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں:

لم ار رسول الله ﷺ من المبيت إلا الركنين اليمانيين .

رسول اللہ ﷺ صرف حجر اسود اور رکنِ یمانی کا استلام فرماتے تھے۔

نیز صحیح بخاری میں سیدنا عمر ؓ کا یہ قول بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

ماتركت استلام هذين الركنين في شدة ولا رخاء منذ رأيت النبي ﷺ يستلمهما . (۱)

جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان دونوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کا

---

(۱) صحيح مسلم ، باب استحباب استلام الركنين اليمانيين كتاب الحج ، حديث ۱۲٦۷

استلام فرماتے دیکھا، میں نے دونوں رکنوں کا استلام کبھی نہیں چھوڑا، نہ تنگی میں نہ آسانی میں۔

رکن یمانی کے استلام کی ایک وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ یہ رکن اسود کی طرح سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بنیادوں پر قائم ہے، اس کے برخلاف رکن عراقی و رکن شامی اپنی اصل بنیادوں پر قائم نہیں، جیسا کہ کتبِ حدیث و تاریخ میں اس کی تفصیل موجود ہے کہ بعثتِ نبوی سے پہلے قریش نے بعض مجبوریوں کے سبب بیت اللہ کا کچھ حصہ چھوڑ کر تعمیر مکمل کی تھی، جس کو اب ''حطیم'' یا ''حجر اسماعیل'' کہا جاتا ہے، حطیم کے بیت اللہ میں شامل ہونے ہی کے سبب سے طواف حطیم کے اندر سے جائز نہیں، بلکہ حطیم کے حصہ کو چھوڑ کر طواف کیا جاتا ہے، لہٰذا اس طرف کے دو رکن (کنارے) ابراہیمی بنیادی پر قائم نہ رہنے کی بناء پر ان کا استلام مسنون و مشروع نہیں۔ صحیح ابن حبان میں رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی بھی مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''حجر اسود اور رکن یمانی گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں'' یعنی ان کے استلام سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔(۱)

اضطباع کب سے کب تک کرنا چاہئے؟

سوال عمرہ یا حج کے احرام میں دایاں کاندھا کھلا رکھا جاتا ہے، ہمارے بعض ساتھی کہتے ہیں کہ یہ عمل احرام باندھنے کے بعد سے سر کے منڈوانے تک رہے گا، کیا یہ صحیح ہے؟ (عبدالمنان، جدہ)

جواب احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں، طواف کے شروع سے آخر تک اضطباع کرنا سنتِ مؤکدہ ہے، البتہ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنی ہو تو پہلے ہی کی طرح چادر اوڑھ کر دونوں مونڈھے ڈھانک لے، المغنی میں ہے:

طاف النبی ﷺ مضطبعاً ینصرف إلی جمیعه . (۲)

---

(۱) صحیح ابن حبان، حدیث ۳۶۹۰-۳۶۸۹

(۲) المغنی ۲۱۷/۵، کتاب الحج، نیز دیکھئے: درّمختار علی هامش ردّالمحتار ۱۶۷/۲

نبی کریم ﷺ نے اضطباع کی حالت میں طواف کیا، آپ مکمل طور پر اس کی طرف گھومتے۔

عرفات کے دن کی دُعا

سوال عرفہ کے دن جو کہ حج کا دن ہے، کونسی دُعا پڑھنی چاہئے؟

جواب عرفہ کے دن جو بھی دُعا چاہیں کی جاسکتی ہیں، نبی کریم ﷺ سے منقول دُعائیں زیادہ بہتر ہیں، ایک حدیث میں رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: بہترین دُعا عرفہ کے دن کی دُعا ہے اور بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کی وہ یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ. (۱)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریف اور ہر چیز پر قادر ہے۔

خانۂ کعبہ سے چمٹ کر دُعا

سوال کیا خانۂ کعبہ سے چمٹ کر یا لپٹ کر دُعا مانگنا، آہ وزاری کرنا جائز ہے؟ کیوں کہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ پتھروں سے کچھ نہیں ہوتا، پتھر بہر حال پتھر ہے، اللہ تعالیٰ براہِ راست ہر بندے کی پکار اور دُعا سنتے ہیں، لہٰذا بغیر وسیلے کے براہِ راست دُعا مانگنا چاہئے۔ (طارق شریف، جدہ)

جواب خانۂ کعبہ سے چمٹ کر دُعا مانگنے کا مطلب یہ نہیں کہ خانۂ کعبہ یا اس کی دیوار سے دُعا مانگی جائے، یا اس کے وسیلے سے دُعا مانگی جائے، دُعا تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہے، یہ مقدس سرزمین اور اللہ تعالیٰ کا پہلا و بابرکت گھر ہونے کی وجہ سے اسے یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مسلسل نزول ہوتا رہتا ہے، لہٰذا یہاں کی جانے والی دعاؤں کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے، جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے، بالخصوص ملتزم (حجر اسود اور

---

(۱) بیهقی عن طلحة بن عبید الله ۲۸۳/٤ ، باب الاختیار للحاج فی ترک صوم یوم عرفة، کتاب الصوم

بابِ کعبہ کے درمیان کا حصہ) کے پاس چمٹنا اور آہ وزاری کرنا رسولِ کریم ﷺ سے ثابت ہے، حجر اسود کے جنت کا ایک مقدس پتھر ہونے کی بنا پر اس کا بوسہ مسنون اور بنی آدم کے گناہوں کے دُھلنے کا ذریعہ ہے، اس کے باوجود وہ پتھر ہی ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی اور موحدانہ جملہ ہر وقت ذہن میں رہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے خطاب کر کے فرمایا :

والله إنى اعلم أنك حجر لاتضر ولا تنفع ولولا انى رايت رسول الله ﷺ استلمك ما استلمتك . (۱)

میں جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے، نہ تو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔

اضطباع کب کرنا چاہئے؟

سوال کیا احرام باندھ کر فوراً دائیں کندھے سے احرام ہٹا لینا چاہئے؟

جواب مسنون طریقہ یہ ہے کہ حالتِ احرام میں دونوں کندھے ڈھکے ہوئے ہوں، صرف وہ طواف جس کے بعد سعی کرنا ہو، اس طواف کے شروع کرنے سے قبل دائیں بغل کے نیچے سے احرام کو نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیں، اس طرح دایاں کندھا کھلا رہے گا، اس کو اصطلاح میں اضطباع کہتے ہیں اور یہ بھی صرف طواف کے دَوران مسنون ہے، طواف کے بعد کندھا ڈھک لیا جائے (۲) — یہ جو عام حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی عادت ہے کہ دایاں کندھا ہر وقت کھلا رکھتے ہیں، صحیح نہیں ہے۔

مروہ پر حلق یا قصر

سوال اکثر لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے بعد مروہ پر ہی بال کٹوا لیتے ہیں، کیا وہاں پر بال کاٹنا یا کٹوانا صحیح ہے یا گناہ ہے؟

جواب عمرہ میں طواف و سعی کے بعد حلق یا قصر پورے حدودِ حرم میں کہیں بھی کر سکتے ہیں، لہٰذا مروہ پر بھی بال کاٹنا یا کٹوانا دُرست ہے، یہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے، لیکن امام احمدؒ بلکہ

(۱) مسلم ، باب استحباب تقبيل الحجر الأسود فى الطواف ، كتاب الحج ، حديث ١٦٠٥

(۲) المغنى ٣/١٨٤ ، درمختار ٢/١٦٧

جمہور فقہاء کے نزدیک بال مونڈانا یا ترشوانا حدودِ حرم اور ایام النحر کے ساتھ خاص نہیں ہے، حرم کے باہر بھی کٹوایا جاسکتا ہے اور ایامِ نحر گذرنے کے بعد بھی، تاہم مسنون یہ ہے کہ حدودِ حرم ہی میں ایامِ نحر میں بال کٹوائے یا ترشوائے جائیں (۱) — البتہ نظافت، صفائی، ستھرائی اور مزید ازدحام کے پیشِ نظر وہاں اس عمل سے گریز کیا جائے اور باہر نکل کر بال کٹوائے تو زیادہ بہتر ہے، نیز اس کا خیال رہے کہ بال پورے سر سے کاٹے جائیں، دو چار جگہ سے تھوڑے سے بال لے لینا درست نہیں اور اس سے احرام نہیں کھلتا، مروہ پر جو لوگ بال کاٹتے ہیں یا کٹواتے ہیں، وہ اکثر اس کا خیال نہیں رکھتے، یہ حنابلہ اور مالکیہ کا مسلک ہے، حنفیہ کے یہاں چوتھائی سر منڈانا یا ترشوانا احرام کھولنے کے لئے کافی ہے، شافعیہ کے نزدیک کم از کم تین بال مونڈانا یا ترشوانا کافی ہے۔ (۲)

منیٰ میں قیام نہ کرنا

سوال بعض لوگ کسی عذرِ شرعی کے بغیر نہ تو آٹھ تاریخ کو منیٰ میں قیام کرتے ہیں اور نہ ہی دس گیارہ اور بارہ تاریخوں میں منیٰ میں رُکتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

جواب کسی بھی عبادت و عملِ صالح کی قبولیت کے لئے ایمان کے بعد دو اہم اور اساسی شرطیں ہیں، ان کے بغیر عمل قابلِ قبول نہیں ہوتا، ایک اخلاص اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کی متابعت، حج کے سلسلے میں بھی ضروری ہے کہ تمام مناسکِ حج، خواہ وہ فرض ہو کہ واجب، سنت ہو کہ مستحب، سب کو اسی طرح انجام دیا جائے جس طرح رسول کریم ﷺ نے انجام دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لتاخذوا مناسككم . (۳)

---

(۱) والجمهور على ان الحلق او التقصير لايختص بزمان ولا مكان ولكن السنة فعله في الحرم ايام النحر (الموسوعة الفقهية ۵۷/۱۷ ، المغني ۲۲۴/۳)

(۲) الموسوعة الفقهية ۵۷/۱۷

(۳) صحيح مسلم / كتاب الحج / باب استحباب رمي جمرة العقبة يوم النحر راكباً

مجھ سے حج کا طریقہ سیکھ لو۔

رسولِ کریم ﷺ نے آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ میں قیام فرمایا اور ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور دوسرے دن فجر کی نماز پڑھ کر منیٰ سے عرفات تشریف لے گئے، عرفات و مزدلفہ سے واپس آ کر پھر دوبارہ دس، گیارہ اور بارہ کو آپ ﷺ نے منیٰ ہی میں قیام فرمایا، جو شخص معذور ہو اس کے لئے اس بات کی گنجائش ہے کہ خود منیٰ میں نہ رہے اور دوسروں سے رمی کروالے، لیکن بلا عذر منیٰ کا قیام چھوڑ دینے اور رمی نہ کرنے سے اس پر ایک دَم واجب ہوگا۔(۱)

اہل مکہ کے لئے قیامِ منیٰ

سوال عموماً مکہ مکرمہ میں مقیم حضرات فرض یا نفل حج کی ادائیگی میں ۱۰/ ذوالحجہ تک کے تمام ارکان مکمل کر کے اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں، پھر احرام سے فارغ ہو کر اپنے معمول کے لباس میں طوافِ افاضہ کرتے ہیں، اس کے بعد منیٰ روانہ ہو جاتے ہیں اور نصف شب کے بعد دوبارہ اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں، ۱۱/ ذوالحجہ کو عصر سے پہلے یا مغرب کے وقت دوبارہ منیٰ آتے ہیں، شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہیں اور نصف شب تک منیٰ میں قیام کرتے ہیں، پھر گھر چلے جاتے ہیں، اسی طرح ۱۲/ ذوالحجہ کو مغرب سے پہلے پہلے شیطان کو کنکریاں مار کر واپس اپنے اپنے گھر روانہ ہو جاتے ہیں، کیا اس طرح کے کسی عمل سے حج کی صحت متاثر ہوگی؟ نیز اس طرح کے عمل کے ساتھ حق زوجیت ادا کرنے میں کوئی کفارہ یا دم وغیرہ لازم ہے؟

(سید محمد علی اعظم، مکہ مکرمہ)

جواب ۱۰، ۱۱/ ذوالحجہ کو منیٰ میں قیام کرنا جمہور علماء کے یہاں واجب اور احناف کے یہاں سنت ہے، مکہ میں مقیم شخص کو بھی چاہئے کہ وہ ۱۰، ۱۱/ ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گذاریں نہ کہ اپنے گھروں میں، تاہم ایسا کرنے سے حج تو ادا ہو جائے گا، لیکن یہ عمل خلافِ سنت ہے، بغیر کسی مجبوری کے منیٰ کا قیام ترک نہیں کرنا چاہئے، جہاں تک حق زوجیت کی ادائیگی کا تعلق

---

(۱) والجزاء فيه واجب عند الائمة الثلاثة لوجوب هذا المبيت عندهم (الموسوعة الفقهية ۸۰/۱۷)

ہے تو یہ طوافِ افاضہ (جسے طوافِ زیارت بھی کہتے ہیں) کے بعد جائز ہے، اس سے قبل جائز نہیں، حلق یا قصر کے بعد احرام کی تمام ممنوعات ختم ہو جاتی ہیں سوائے ازدواجی تعلق کے، یہ پابندی طوافِ زیارت تک باقی رہتی ہے، طوافِ زیارت سے قبل اگر کوئی ازدواجی تعلق قائم کرے تو اس پر دم لازم ہوگا۔

عورتوں کا بغیر محرم کے دینی سفر جائز نہیں

سوال کیا خواتین کا گروپ بلا محرم کے، یا کوئی اکیلی خاتون بلا محرم کے حج، تبلیغ دین، تعلیم وتربیت یا دوسرے کسی دینی پروگرام میں شرکت کے لئے لمبا سفر کر سکتی ہے؟ (صبیحہ تبسم، جدہ)

جواب جب کوئی مسلم عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر مسجد نہیں جا سکتی اور جب فریضہ حج جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ہے، اس کی ادائیگی کے لئے محرم کا ہونا شرط ہے(۱) — تو پھر نفلی عبادت کے لئے بلا اجازتِ شوہر یا بلا محرم کے سفر کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اگر عورت بلا محرم سفر کرتی ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے اور حرام سفر ہے۔

ایام روکنے کے لئے دوا کا استعمال

سوال کیا میں ایامِ ماہواری روکنے کے لئے گولیاں استعمال کر سکتی ہوں، میں نے ابھی تک فرض حج نہیں کیا، مجھ پر حج فرض ہے، لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ اسی سال حج کرلوں، کیوں کہ شاید میں آئندہ سال مستقل اپنے ملک واپس چلی جاؤں، لیکن حج کے دنوں میں میرے ایام ہوں گے، تو کیا حج کی ادائیگی کی خاطر اس کو روکنے کے لئے دوا استعمال کر سکتی ہوں؟

جواب چوں کہ آپ نے فرض حج ادا نہیں کیا اور چوں کہ آپ کا آئندہ سال حج سے پہلے مستقل سفر کا ارادہ بھی ہے، لہٰذا آپ ان ایام میں مانع ایام گولیاں لے سکتی ہیں، آپ کے لئے یہ بات جائز ہے، بلا عذر بھی اس قسم کی دوائی لی جا سکتی ہے، آپ کے لئے تو عذر بھی

---

(۱) ابن رشد قرطبیؒ لکھتے ھیں : قال ابوحنیفة و احمد و جماعة : وجود ذی المحرم ومطاوعته لها شرط فی الوجوب (بدایة المجتهد مع الهدایة فی فی تخریج أحادیث البدایة ۲/۷۹/۳)

موجود ہے، اگرچہ بعض اہل علم نے (بلا عذر) اس کو مکروہ اور نامناسب کہا ہے۔ (۱)

نسیما از حجاز آید کہ نہ آید

سوال میرے جاننے والے کتنے ایسے لوگ ہیں (جن میں اکثریت خواتین کی ہے) جو ہر جمعرات کو حرم جاتے ہیں، ہر سال حج کرتے ہیں، رمضان میں کثرت سے عمرے بھی کرتے ہیں، وہاں میرے ملک کا حال یہ ہے کہ چھوٹے بڑے بلکہ سب سے بڑا سرکاری عہدیدار بھی سرکاری خزانہ پر ہر سال عمرہ کرتا ہے، دینی مدارس والے اپنے مدرسوں کے پیسوں پر مع اہل و عیال واحباب ہر سال حرم میں براجمان نظر آتے ہیں، سیاستداں ہر سال کی حاضری دے کر جاتے ہیں، غرضیکہ عمرہ وحج تو اب ایک فیشن بن گیا ہے، لوگوں کے گناہوں، حقوق العباد کی پامالی، حرام خوری وحرام کاری، ظلم و زیادتی ملت وقوم سے دھوکہ وفریب، فلم بینی، بے پردگی وغیرہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، پھر یہ کیسی حاضری ہے؟ (ایک بہن، جدہ)

جواب اس میں شک وشبہ نہیں کہ حرمین شریفین کی ایک بار کی حاضری بھی سعادتِ کبریٰ ہے، وہ شخص خوش نصیب وخوش بخت ہے جسے یہ سعادت حاصل ہو، پھر وہ لوگ تو انتہائی خوش نصیب ہیں جو بار بار درِ مولیٰ پر حاضری دیتے ہیں اور وہ لوگ بھی یقیناً خوش بخت ہیں جن پر رب کریم نے اپنا فضل وکرم کیا اور انھیں حرمِ مکہ یا حرمِ مدینہ میں اس کے قریب مستقل رہنا نصیب کیا، ہم سے پہلے کتنے ایسے اللہ کے محبوب ترین لوگ گذرے ہیں جو زندگی بھر یہی تمنا کرتے رہے کہ کاش ہمیں ایک بار ہی، اس مبارک مقام کی حاضری ہو جائے۔

علامہ اقبال تو نزع کے عالم میں اور مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے بارے میں یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ:

نسیما از حجاز آید کہ نہ آید

یہ تو کوئی توحید ورسالت سے والہانہ لگاؤ رکھنے والوں کے ذوق سے پوچھے کہ مکہ و

---

(۱) جدید فقہی مسائل ۱/۱۳۰

مدینہ کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ یہی وہ مکہ ومدینہ ہے جس کا چپہ چپہ مقدس ومبارک ہے اور جہاں ہروقت اللہ کے بندوں وبندیوں کی بھیڑ رہتی ہے کہ جو لذت وحلاوت درِ حبیب کی حاضری کی ہے وہ لذت کسی اور عبادت میں کہاں؟

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود یہ حقیقت ہمیں کبھی بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ اس سرزمین مقدس (حرمین شریفین) میں مستقل رہنا یا بار بار حاضری دینا بجائے خود ایک امتحان اور آزمائش ہے، عمرہ وحج کرنے سے گناہ دُھلتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں، حاجی ومعتمر تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قربِ حرمین میں رہنے یا بار بار حاضری دینے سے واقعی ایمان کی حلاوت کا اثر اس شخص کی زندگی پر پڑتا ہے؟ جو لوگ سیاسی عمرے یا سرکاری خرچ والے حج وعمرے کرتے ہیں، کیا ان کے دلوں میں خوفِ خدا کی رمق ہوتی ہے؟

جہاں تک حرمین شریفین میں مستقل رہنے یا بار بار حاضری کا معاملہ ہے تو اگر یہ کام بلا ایمان وعمل کے فائدہ مند ہوتا تو مشرکین مکہ، قریش مکہ اور منافقین مدینہ کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچتا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ ان مقدس مقامات پر رہ کر بھی ہمیشہ ہمیشہ کی ذلت و رسوائی اور آتش جہنم کے مستحق ہوئے۔ آپ نے کبھی سوچا ہے کہ اس مقدس مقام پر حاضری دینے کے بعد یا اس جگہ مستقل رہنے سے آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں، آپ پر حجت قائم ہوگئی ہے، اب آپ کے پاس کوئی عذر نہیں رہا، یاد رکھئے اور کبھی نہ بھولئے کہ حرمین شریفین کی حاضری اور یہاں مستقل قیام ہمارے لئے جہاں باعثِ رحمت وخوش بختی ہے وہیں ہمارا امتحان بھی ہے کہ اتنی بار حاضری کے بعد ہماری کہاں تک اصلاح ہوئی؟ یہاں رہ کر ہم نے اپنے عقیدہ وعمل کی کیا کیا اصلاح کی ہے؟

یہاں ہر آنے والے کو توحید وسنت اور عبادتِ رب کا پیغام ملتا ہے اور درسِ حرم تو اطاعتِ کاملہ کا نام ہے، پھر وہ لوگ یہاں کیسے آتے ہیں اور آکر چلے جاتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہشات کی بندگی کو قبول کئے ہوئے ہیں، غالب کو تو یہاں آنے سے اسی لئے شرم آتی رہی کہ:

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب!
شرم تم کو مگر نہیں آتی!

مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ حرمین شریفین سے واپسی کو ابھی چند دن بھی نہیں گذرتے کہ دوبارہ لوگ انہی کبیرہ گناہوں میں لگ جاتے ہیں جن کے بارے میں یہاں آ کر توبہ کر چکے تھے۔

خوش نصیب اور عقل مند ہے وہ شخص جو حرمین شریفین کی حاضری سے سبق حاصل کرے، بلکہ استفادہ کرے اور اپنے تمام گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے صدق دل سے توبہ کرے، آئندہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں سے دُور رہنے کا عزم کرے، ربِّ حرم سے توفیق مانگے اور اپنا دامن نیکیوں و رحمتوں سے بھر لے، بدنصیب اور بے وقوف ہے وہ آدمی جو حرمین کی حاضری اور یہاں مستقل رہنے کی قدر نہ کرے، نمازوں کا اہتمام نہ کرے، گناہوں سے نہ بچے اور اپنی زندگی کھیل کود، فلم بینی اور فضولیات میں گذار دے۔

نہ جانے کل قیامت کے دن کیا ہوگا جب حرم اور حجر اسود ہمارے سامنے گواہ بن کر آئیں گے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ حجر اسود آپ کے حق میں گواہ بنے گا یا آپ کے خلاف گواہی دے گا؟

آیئے! کثرت سے حج و عمرہ کرنے کے اصل مقصد کی طرف توجہ دیجئے، اپنی زندگی میں تبدیلی پیدا کیجئے، عقائد و اعمال میں اپنی اور اپنی اولاد و احباب کی اصلاح کیجئے، نیکیوں کو پھیلایئے، برائیوں کے خلاف جہاد کیجئے، اللہ کے حرم اور اس کے حبیب کی مسجد کو دیکھ دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈی کیجئے، دل کو سکون و قرار بہم پہنچایئے اور سیدِ اوّلین و آخرین ساقیٔ کوثر پر درود وسلام پڑھئے۔

روضۂ اقدس پر عورتوں کا سلام

سوال کیا عورتیں مسجدِ نبوی کی زیارت کے دوران رسولِ کریم ﷺ کی قبر مبارک پر سلام پڑھ سکتی ہیں؟ (صائمہ وحید، بحرین)

جواب مسجدِ نبوی کی زیارت کے دوران خواتین بھی نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر سلام پڑھ

سکتی ہیں، یہ عمل جائز ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ما من أحد يسلم عليّ إلا ردّ الله علي روحي حتى ارُدّه عليه السلام. (۱)

جب کوئی مسلمان میری قبر کے پاس سلام بھیجتا ہے تو اللہ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے، تاکہ اس کے سلام کا جواب دے دوں۔

اس روایت میں مرد و عورت کی تفریق نہیں، اس لئے مرد و عورت میں سے ہر ایک آپ ﷺ کی قبر مبارک کے پاس سلام بھیج سکتا ہے، بلکہ یہ عین سعادت وخوش بختی ہے کہ آدمی سلام کرے اور سرکار دو عالم ﷺ اس کے سلام کا جواب دیں۔

دورانِ سعی ایام کی ابتداء

سوال طوافِ زیارت سے فارغ ہو کر سعی شروع کی، غالباً پانچویں یا چھٹے چکر میں کچھ محسوس ہوا، تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ایام شروع ہو گئے ہیں، جب کہ طواف اور طواف کے بعد کچھ بھی محسوس نہ ہوا، کیا طواف و سعی دوبارہ کروں؟

(دیباء بخت، جدہ)

جواب آپ کا طواف و سعی دونوں صحیح ہیں، دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ سعی کے لئے پاک ہونا ضروری نہیں، طواف کے لئے پاک ہونا ضروری ہے اور وہ آپ نے پاکی کی حالت میں کیا ہے۔ (۲)

حجر اسود کا بوسہ

سوال کیا دورانِ طواف حجر اسود کا بوسہ دینا ضروری ہے؟

جواب دورانِ طواف حجر اسود کا بوسہ دینا فرض اور واجب کی طرح ضروری تو نہیں، لیکن مسنون عمل ہے، ازدحام اور بھیڑ کی وجہ سے یا کسی اور مجبوری کی بناء پر اس سنت پر عمل دشوار ہو تو دور ہی سے اپنے ہاتھ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے، اگر حجر اسود کا بوسہ لینے

---

(۱) ابو داؤد عن ابی ہریرۃ، باب زیارۃ القبور، کتاب المناسک، حدیث ۲۰۴۱

(۲) وإن سعى جنبا أو حائضا أو نفساء فسعيه صحيح (هندية ۲۴۷/۱)

سے اپنے آپ کو یا کسی دوسرے مسلمان بھائی کو تکلیف واذیت پہنچنے کا اندیشہ ہو تو بوسہ نہیں لینا چاہئے، کیوں کہ حجرِ اسود کا بوسہ سنت ہے اور کسی مسلمان کو تکلیف واذیت پہنچانا بالخصوص حرم میں حرام اور سخت گناہ ہے، ایک سنت پر عمل کے لئے حرام اور کبیرہ گناہ کا ارتکاب کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ (۱)

محرم دوسرے کا بال کاٹ سکتا ہے

سوال حج یا عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد کیا محرم حالتِ احرام میں اپنے یا کسی دوسرے کے بال کاٹ سکتا ہے؟ کیا شوہر اپنی بیوی یا بیٹی یا بہن کے بال کاٹ سکتا ہے؟ (صبیحہ خاتون، مائل)

جواب محرم احرام کھولنے کی نیت سے خود اپنے بال بھی کاٹ سکتا ہے اور دوسروں کے بھی، اسی طرح بیوی، بیٹی، ماں یا بہن وغیرہ کے بال بھی کاٹ سکتا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ: **فلما رأوا ذلك قاموا فنحروا وجعل بعضهم يحلق بعضاً** . (۲)

ایامِ حج میں غارِ حرا جانا

سوال حج کے دنوں میں غارِ حرا یا بعض دوسرے تاریخی مقدس مقامات پر جانا کارِ ثواب ہے؟

جواب غارِ حرا اور بعض دوسرے مقامات یقیناً مبارک ہیں اور ان کی اپنی ایک تاریخ ہے، جو اہل ذوق ومحبت پر عیاں ہے، لیکن ان مقامات کا سفر کرنا اور ان جگہوں پر جاکر نوافل وغیرہ کی ادائیگی کا دین یا مناسکِ حج سے کوئی تعلق نہیں۔

حرم کے درخت کا پتہ جھاڑنے پر صدقہ واجب ہے

سوال مجھے تین سال قبل حج کا شرف نصیب ہوا اور منیٰ میں قیام کے دوران غلطی سے میں نے ایک درخت سے ایک ٹہنی توڑ دی تھی جس کے بارے میں

---

(۱) مراقی الفلاح ۴۸۱ ، ط: بولاق

(۲) صحیح البخاری باب الشروط فی الجهاد ، کتاب الشروط ، حدیث ۲۷۳۱-۲۷۳۲

وہاں موجود دوستوں نے کہا کہ تمہیں دم دینا ہوگا جب کہ مجھے پہلے علم نہیں تھا کہ یہ توڑنے سے دم دینا پڑتا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں مطلع کریں کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ (محبوب الرحمٰن، ریاض)

جواب درخت کی ٹہنی کے توڑنے سے دم واجب نہیں ہوتا، البتہ مکہ مکرمہ کی حرمت وعظمت کے پیش نظر احادیث میں حدودِ حرم میں درخت کاٹنے یا اس کے پتے جھاڑنے سے منع کیا گیا ہے، اگر کوئی ایسا کرے تو بعض فقہاء نے اس کی قیمت کے مثل صدقہ وخیرات ضروری قرار دیا ہے، اس کا تعلق حج یا عمرہ سے نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کی حرمت وعظمت کی وجہ سے عام حالات میں بھی ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

وتجب قيمة الحشيش و الشجر النابت بنفسه الذى لاينبت الناس فى حرم مكة إذا قطعه الشخص البالغ إلا الا ذخر والكمأة سواء أكان محرما أم غير محرم و توزع القيمة مثل توزيع جزاء صيد الحرم . (۱)

گھاس اور خودرو درخت کہ جس کو لوگ حرم مکی میں نہیں اُگاتے ہوں اگر کوئی بالغ آدمی کاٹ لے تو اس کی قیمت واجب ہوگی۔ خواہ وہ محرم ہو یا نہ ہو، سوائے اذخر اور کماۃ گھاس کے اس کی قیمت حرم کے شکار کی طرح تقسیم کردی جائے گی۔

تقاضۂ حاجت کے باوجود قیام منیٰ اور نماز

سوال سالِ گذشتہ اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت نصیب فرمائی، ایک غلطی کی وجہ سے سال بھر سے پریشان ہوں، رات منیٰ میں قیام کرنے کے بعد صبح عرفات کے لئے روانہ ہوا تو راستہ میں بار بار وضو ٹوٹ جاتا تھا، بندہ پانی ملنے پر وضو کرلیا کرتا تھا، میدانِ عرفات میں دو تین دفعہ وضو ٹوٹا اور میں نے وضو کرلیا، حج کا خطبہ شروع ہونے کے بعد بھی وضو ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوگیا، بندہ نے

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۲۷۰

ہوا کو روکے رکھا، خارج ہونے نہ دیا، اس ڈر سے کہ پانی تک جانے آنے میں جگہ نہ ملے، پھر نماز شروع ہوئی، نماز کے دوران بھی ہوا نے دباؤ ڈالا تو اسے روکے رکھا اور نماز ادا کر لی، بعد میں بہت فکر ہوئی بعض حضرات سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: کچھ ریال صدقہ دے دو، کیا میرے لئے یہ کافی تھا یا کوئی اور کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا؟ نیز کیا میرا حج ہو گیا یا ناقص رہا؟

(ایم-زیڈ-نیازی، جدہ)

جواب بول و براز یا خروجِ ریاح کا شدید تقاضا ہو تو اس کو روکے رکھنا اور اسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، چنانچہ ہندیہ میں ہے: ویکره ...... أن یدخل فی الصلوٰة وهو یدافع الاخبثین وإن شغله قطعها و كذا الریح وإن مضی علیه اجزاه وقد أساء. (۱)

بول و براز کے شدید تقاضہ کے وقت نماز شروع کرنا مکروہ ہے، اگر شروع کر چکا ہے تو بھی اس حالت میں نماز توڑ دے، ریح کے تقاضہ کے وقت بھی یہی حکم ہے لیکن اگر برداشت کر کے نماز پوری کر لی تو نماز ہو جائے گی تاہم ایسا کرنا برا ہے۔

لاصلوٰة بحضرة الطعام ولا وهو یدافعه الاخبثان. (۲)

کھانے کی موجودگی اور پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز نہ پڑھی جائے۔

کیوں کہ اس سے نماز میں خشوع و خضوع برقرار نہیں رہتا، آدمی کی ساری فکر وضو کو بچانے پر مرکوز رہتی ہے، آپ کو چاہئے تھا کہ قضاءِ حاجت کے بعد وضو کر کے اطمینان سے نماز ادا کرتے، چاہے اس عذر کی وجہ سے آپ کی جماعت چھوٹ جاتی، بہرحال آپ کا حج ادا ہو گیا، مذکورہ غلطی کی بناء پر آپ پر کوئی صدقہ یا کفارہ لازم نہیں۔

حج کے نواقض

سوال حج کے نواقض کیا ہیں؟ یعنی حج کس چیز سے باطل ہو جاتا ہے؟ کیا کبیرہ گناہ

---

(۱) الفتاوی الهندیة ۱/۱۰۷

(۲) صحیح المسلم / کتاب المساجد / باب کراهة الصلاة بحضرة الطعام، حدیث ۵۶۰

کرنے سے حج فوت ہو جاتا ہے؟ اسی طرح اگر کسی کا جانور گم ہو جائے تو کیا حج ناممکن ہو جائے گا؟ (محمد اشفاق، مکہ مکرمہ - محمد یونس، جدہ)

جواب حج میں قربانی کا جانور گم ہو جانے سے حج باطل نہیں ہوتا، بلکہ حج کرنے والے کو چاہئے کہ ایام نحر میں دوسرا جانور قربان کرے، ایام نحر تک قربانی نہ کر سکے تو تاخیر پر دم واجب ہوگا، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

لایجوز ذبح هدی المتعة والقران إلا فی یوم النحر، لأنه دم نسك. (۱)

تمتع اور قران کی قربانی کو یوم النحر ہی میں ذبح کرنا ضروری ہے، کیوں کہ یہ دم عبادت ہے۔

جہاں تک حج کے نواقض اور مفسدات کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی حاجی وقوفِ عرفہ کے وقت میں حج کا یہ اہم رکن ادا نہ کر سکے تو اس کا حج باطل ہو جائے گا۔ (۲)

اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، اسی طرح اس پر بھی تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ فعل جماع سے حج باطل ہو جاتا ہے، البتہ اس عمل سے حج کے باطل ہونے کی چند شرائط ہیں، احناف کے یہاں یہ شرط ہے کہ عمل وقوف عرفہ سے پہلے ہو، اگر کوئی وقوفِ عرفہ کے بعد، طوافِ زیارت سے پہلے فعل جماع کا ارتکاب کرے تو اس کا حج تو باطل نہ ہوگا لیکن دم واجب ہوگا اور جتنی مرتبہ اس فعل کا ارتکاب کرے اتنے دم واجب ہوں گے (۳) ———

اسی طرح حج کے فاسد ہونے کے لئے عقل و بلوغ بھی شرط ہے، اگر عورت یا مرد نابالغ یا مجنون ہو تو جو نابالغ یا مجنون ہے اس کا حج فاسد نہ ہوگا، وقوفِ عرفہ سے قبل جماع کر کے حج فاسد کر دینے سے اونٹ یا گائے کی قربانی واجب ہوتی ہے۔ حج فاسد ہونے کے بعد حاجی کو

---

(۱) الفقه الاسلامی وأدلته ۳۰۶/۳

(۲) نسائی، باب فرض الوقوف بعرفة

(۳) الفقه الاسلامی وادلته ۲۴۶/۳

چاہئے کہ حج کے باقی افعال دیگر حاجیوں کی طرح ادا کرتا رہے اور آئندہ سال جب بھی موقع ہو پہلی فرصت میں حج کی قضاء کرے، اس کے علاوہ کسی اور عمل یا گناہ سے حج فاسد نہیں ہوتا بلکہ دم وغیرہ کے ذریعہ اس کی تلافی ممکن ہے، لیکن جس حج میں آدمی گناہِ کبیرہ سے نہ بچے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کیسے مقبول ہوگا؟

حج بدل کے مسائل

حج بدل کی شرطیں

سوال حج بدل کی ادائیگی میں وہ کونسی شرائط ہیں جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے؟ جن کے بغیر حج بدل صحیح نہیں ہوتا؟ (پ-ک، مکہ مکرمہ - سلطانہ، مکہ مکرمہ)

جواب اگر کوئی شخص خود فرض حج کر چکا ہو پھر حصولِ ثواب کے لئے مزید کسی سے نفل حج کروائے یا کوئی شخص اپنے کسی مرحوم یا معذور عزیز وقریب کی طرف سے نفل حج بدل کرنا چاہے تو ایسے حج بدل کے لئے کوئی شرط نہیں، سوائے اس کے کہ حج کرنے والا حج کی اہلیت رکھتا ہو، یعنی مسلمان اور عاقل وبالغ ہو۔ یہاں سعودی عرب میں مقیم اکثر تارکین وطن حرمین شریفین سے قرب کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اپنے مرحومین کی طرف سے حسبِ موقعہ وسہولت حج وعمرہ کرنا چاہتے ہیں، جب کہ جن کی طرف سے یہ حج کر رہے ہوتے ہیں، ان کی زندگی میں ان پر حج ہی فرض نہ ہوا ہوتا ہے، لہٰذا مرحومین کی طرف سے ایسا حج وعمرہِ نفل ہی شمار ہوگا جس کا ثواب انشاء اللہ انہیں ضرور ملے گا، جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا، ایسے حج کے لئے کوئی شرط نہیں، ہر شخص کسی بھی مسلمان کی طرف سے حج یا عمرہ کر سکتا ہے۔ البتہ کسی شخص پر حج فرض ہوا اور اس نے اس کی ادائیگی میں تاخیر کی ہو، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہو گیا یا اسے کوئی ایسا عذر لاحق ہو گیا کہ اب خود حج کرنا چاہے تو بھی ممکن نہ ہو اور نہ اس عذر کے دُور ہونے کی کوئی توقع ہو، ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی سے اپنی طرف سے حج بدل کروائے یا انتقال سے قبل حج بدل کی وصیت کر جائے، ورنہ حج کا فریضہ ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا، اگر کسی نے وصیت بھی نہ کی ہو تو وارث کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے اور حق ہے کہ وہ اپنے

مورث کی طرف سے حج کرے، حقیقتاً یہ حج نفل ہی ہے، لیکن اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ مرحوم کی طرف سے اس حج کو قبول کر کے اس کے گناہ کو معاف کردے، فرض حج بدل کی ادائیگی کے سلسلے میں فقہاء نے چند شرطیں بتائی ہیں، چند اہم شرائط کا ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں، اس سے قبل یہ اصطلاح جان لی جائے کہ جو شخص حج کرا رہا ہو اس کو آمر (حکم کرنے والا) اور اس کے حکم سے جو حج کر رہا ہوں اس کو مامور کہتے ہیں۔

۱) آمر پر حج فرض ہو، اگر حج فرض ہونے سے پہلے حج بدل کرا دیا، بعد میں مال دار ہو گیا اور حج فرض ہو گیا تو دوبارہ حج کرنا ہوگا، پہلا حج نفل شمار ہوگا۔

بدائع میں ہے :

وكذا لو كان فقيرا صحيح البدن لايجوز حج غيره عنه ، لأن المال من شرائط الوجوب ، فإذا لم يكن له مال لايجب عليه أصلا فلا ينوب عنه غيره في أداء الواجب . (۱)

اسی طرح اگر فقیر ہو اور تندرست ہو تو دوسرے کا کیا ہوا حج اس کی طرف سے کافی نہ ہوگا، اس لئے کہ مال حج کی فرضیت کے لئے اولین شرط ہے، پس جب اس کے پاس مال ہی نہیں ہے تو اس پر بالکل ہی حج واجب نہیں ہوا اور جب حج واجب ہی نہیں تو اس واجب کی ادائیگی میں دوسرا شخص کیسے اس کی نیابت کر سکتا ہے۔

۲) حج فرض ہونے کے بعد خود حج سے عاجز ہونے کے بعد کرانا۔ اگر عاجز ہونے سے پہلے حج کرایا اور پھر عاجز ہو گیا تو فریضہ ادا نہ ہوا، دوبارہ حج کرانا ہوگا۔ علامہ کاسانیؒ شرائط بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

منها : أن يكون المحجوج عنه عاجزا عن أداء الحج بنفسه وله مال ، فإن كان قادراً على الأداء بنفسه بأن كان صحيح البدن وله مال لايجوز حج غيره عنه و هذا باتفاق الجمهور

---

(۱) بدائع ۲/۴۵۵

غیر المالکیة . (۱)

انہی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ اصیل حج کی ادائیگی سے عاجز ہو اور اس کے پاس مال بھی ہو، اگر اصیل خود ادا کرنے سے عاجز نہ ہو کہ وہ تندرست ہو اور مال بھی ہو، تو دوسرے کا اس کی طرف سے حج کرنا درست نہ ہوگا، اس شرط پر مالکیہ کو چھوڑ کر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

۳) موت کے وقت تک عاجز رہنا، اگر موت سے قبل عذر جاتا رہا اور حج پر قادر ہوگیا تو خود حج کرنا ہوگا، کاسانیؒ کا بیان ہے :

ومنها : العجز المستدام من وقت الا حجاج إلى وقت الموت ، فإن زال قبل الموت لم يجز حج غيره عنه . (۲)

انہی شرطوں میں سے یہ بھی ہے کہ حج کرانے کے وقت سے موت تک وہ عذر باقی رہے، اگر موت سے پہلے عذر زائل ہو جائے تو دوسرے کا اس کی طرف سے حج کرنا درست نہیں ہوگا۔

البتہ ایسا عذر جو عام طور پر دُور نہیں ہوتا، لیکن قدرتاً دُور ہوگیا تو ایسی صورت میں دوبارہ خود حج کرنا ضروری نہیں۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

(حتى تلزم الاعادة بزوال العذر) أي العذر الذي يرجى زواله كالحبس والمرض بخلاف نحو العمى فلا اعادة لو زال . (۳)

یہاں تک کہ عذر ختم ہو جانے پر اعادۂ حج واجب ہوگا) یعنی ایسے اعذار کے زوال پر اعادہ واجب ہوتا ہے جس کا ختم ہونا ممکن ہو، جیسے قید، مرض، برخلاف بصارت سے محرومی اور اپاہج جیسے ختم نہ ہونے والے اعذار کے، کہ اگر ختم ہو بھی جائے تب بھی اس کا اعادہ لازم نہیں۔

---

(۱) بدائع ۴۵۵/۲ ، نیز دیکھئے : الفقه الاسلامی وادلته ۵۰/۳

(۲) بدائع ۴۵۵/۲ ، درمختار ۲۳۸/۲

(۳) ردالمحتار ۲۳۸/۲ ، ط : دیوبند انڈیا

امامِ احمدؒ کے نزدیک ممکن الزوال اعذار ختم ہو جائیں، تب بھی دوسرے کا کیا ہوا حج کافی ہوگا، اعادہ واجب نہیں۔ وہبہ زحیلی کے الفاظ ہیں :

قال الحنابلة : يجزئه ، لأنه أتىٰ بما امر به فخرج عن العهدة كما لو لم يزل عذره . (۱)

حنابلہ کہتے ہیں کہ وہی حج اس کے لئے کافی ہوگا، اس لئے کہ اس نے مامور بہ کو ادا کر دیا ہے، پس وہ ذمہ سے نکل گیا، یہ ایسے ہی ہے کہ اگر عذر بالکل ختم نہ ہوتا تو وہی حج کافی ہوتا۔

۴) مصارفِ سفر میں حج کرانے والے کا روپیہ صرف ہونا، ورنہ آمر کی طرف سے حج نہ ہوگا۔ الفقہ الاسلامی وأدلتہ میں ہے :

ان تكون النفقة من مال الاصيل ، كلها أو أكثرها عند الحنفية .

حنفیہ کے یہاں یہ بھی ضروری ہے کہ اخراجاتِ سفر اصیل کے مال سے برداشت کیا جائے، چاہے کل اخراجات یا اخراجات کا بیشتر حصہ۔

۵) احرام کے وقت آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا، اگر افعالِ حج شروع کرنے سے پہلے آمر کی طرف سے نیت کر لی جائے تو بھی درست ہے، اس کے بعد درست نہیں، ایسی صورت میں مامور کو آمر کی رقم واپس کرنی ہوگی۔ علامہ کاسائیؒ فرماتے ہیں :

ومنها : نية المحجوج عنه عند الاحرام ، لأن النائب يحج عنه لامن نفسه فلا بد من نيته والأفضل ان يقول بلسانه : لبيك عن فلان كما اذا حج عن نفسه . (۲)

ایک شرط یہ بھی ہے کہ احرام کے وقت حج کرانے والے کی طرف سے حج کی نیت کرے کہ نائب اپنا حج نہیں بلکہ دوسرے کا حج کر رہا ہے، اس لئے

---

(۱) الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۵۰/۳

(۲) بدائع ۴۵۶/۲

نیابت کی نیت کرنا ضروری ہے، بہتر یہ ہے کہ زبان سے لبیک عن فلان (فلاں کی طرف سے) کہے، جیسا کہ اپنی طرف سے حج کرتے وقت اپنی طرف سے حج کی نیت کرتا ہے۔

۶) آمر کے وطن سے حج کرنا، بعض لوگ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا جدہ میں رہنے والوں سے حج بدل کرواتے ہیں، یہ صحیح نہیں، اس صورت میں آمر کا فرض حج ادا نہ ہوگا، البتہ حج بدل وصیت کی وجہ سے کرایا جارہا ہو اور تہائی مال اتنا کم ہو کہ اس میں مکہ و مدینہ ہی سے حج کرایا جاسکتا ہو تو حج صحیح ہوگا۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

ان یحج عن وطنه إن اتسع الثلث وإلا فمن حیث یبلغ . (۱)

یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرانے والے کے وطن سے حج کرے، اگر تہائی مال میں کرا سکتا ہو، ورنہ جہاں سے بھی ممکن ہو حج کرائے۔

۷) حج کا فوت نہ ہونا (۲) — حج اگر فوت ہوگیا، مثلاً وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف نہ کرسکا اور اس میں مامور کی سستی وکوتاہی کو دخل ہے تو اس کے ذمہ تاوان ہوگا، اگر آئندہ اپنے خرچ سے حج کردے تو آمر کا حج ادا ہوجائے گا اور اگر کسی ناگہانی آفت کے سبب ایسا ہوا ہو تو مامور کے ذمہ کچھ تاوان نہیں، آمر کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوبارہ کسی سے حج بدل کروائے۔

اسی طرح کی چند اور شرطیں ہیں، جو فرض حج بدل میں ملحوظ رکھنی چاہئیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں، اس لئے بھی کہ یہاں جو لوگ حج بدل کرتے ہیں ان کا حج عام طور پر نفل ہی ہوتا ہے۔

حج بدل آمر کے وطن سے ضروری ہے

سوال کیا معذورین کی جانب سے ادائیگی حج کے لئے اسی جگہ (شہر) سے سفر کرنا لازم ہے جہاں صاحبِ عذر موجود ہے؟ کیا مکہ میں مقیم شخص حج بدل

---

(۱) ردالمحتار ۲/۲۳۹، درمختار ۲/۲۴۲، قاضی خان ۱/۳۰۷

(۲) ردالمحتار ۲/۲۴۰

کرسکتا ہے؟ (پ-ک، مکہ مکرمہ)

جواب جس شخص پر حج فرض ہو اور وہ فرض حج ادا کرنے سے پہلے ہی ایسا بیمار یا معذور ہو جائے کہ دوبارہ حج کی استطاعت پیدا ہونے کی امید نہ ہو تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اپنے پیسوں سے حج بدل کرائے اور وہیں سے جہاں وہ خود مقیم ہو کسی شخص کو حج بدل پر بھیجے (۱) — اگر جدہ، مکہ وغیرہ میقات کے اندر رہنے والوں سے یا کسی دوسرے شہر سے کسی کو حج پر روانہ کرے گا تو اس کا فرض حج ادا نہ ہوگا، ہاں نفل حج بدل کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں، مثلاً فرض حج ادا کرنے کے بعد اپنی طرف سے کسی کے ذریعہ نفل حج کروانا چاہے یا کوئی شخص اپنے کسی زندہ یا مرحوم عزیز و قریب کی طرف سے نفل حج بدل کرنا چاہے تو ہر وہ شخص کرسکتا ہے جو حج کی اہلیت رکھتا ہو، یعنی عاقل و بالغ اور مسلمان ہو، علامہ شامیؒ کا بیان ہے:

وأما النفل فلا يشترط فيه شيئ منها إلا الاسلام والعقل والتمييز . (۲)

نفل حج کے لئے سوائے اسلام، عقل اور بلوغ کے کوئی شرط نہیں۔

حج بدل و عمرہ

سوال میرے بہنوئی پاکستان میں سکونت پذیر ہیں جو صاحبِ نصاب ہیں، لیکن سخت قسم کے دمے کے مریض ہیں اور کسی بھی حالت میں اس قابل نہیں کہ حج کرسکیں، کیا میں اس کے لئے حج بدل کرسکتا ہوں؟ (فرید خاں، جدہ)

جواب اگر آپ کے بہنوئی پر حج فرض ہو اور اب تک فرض حج ادا نہ کیا ہو تو خود ان کو حج پر آنا ضروری ہے، ہاں اگر مرض ایسا شدید ہے کہ سفر حج ممکن نہیں اور آئندہ صحت کی بھی توقع نہیں تو پھر کسی سے حج بدل کروا سکتے ہیں، لیکن پاکستان ہی سے کسی کو سفر حج پر بھیجنا ہوگا، آپ جدہ سے ان کے لئے حج نہیں کرسکتے، اگر کریں تو نفل شمار ہوگا، آپ کے بہنوئی کے ذمہ سے

---

(۱) ردالمحتار ۲۳۹/۲

(۲) ردالمحتار ۲۴۰/۲

فرضیت ساقط نہیں ہوگی۔(۱)

حج بدل کرنے والے نے خود حج نہ کیا ہو

سوال میں نے ابھی خود حج نہیں کیا ہے، لیکن کیا میں اپنے والدین یا کسی اور عزیز کی طرف سے حج یا عمرہ کرسکتا ہوں؟ جب کہ وہ زندہ ہیں، مالی استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے حج و عمرہ نہیں کرسکتے، اسی طرح میں اپنے دادا یا دادی وغیرہ کی طرف سے (جن کا انتقال ہو چکا ہے) بھی حج بدل یا عمرہ کرسکتا ہوں؟ (محمد عبداللہ، بلیع البحر)

جواب حج بدل ایسے آدمی سے کرانا بہتر ہے جس نے اپنا حج فرض ادا کرلیا ہو، اگر ایسے آدمی سے کرائے جس نے ابھی اپنا حج نہیں کیا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حج بہرحال صحیح ہوجاتا ہے۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

وقال مالكؒ و ابوحنيفة : يجوز أن يحج غيره من لم يحج عن نفسه . (۲)

امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ جس نے اپنی طرف سے حج نہ کیا ہو، اس کے لئے غیر کا حج کرنا درست ہے۔

امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے(۳)—— تاہم امام احمدؒ کی صحیح اور مشہور رائے یہ ہے کہ جس نے اپنی طرف سے حج نہیں کیا ہو، اس کا حج بدل کرنا درست نہیں ہے، ابن قدامہؒ ہی کا بیان ہے :

وجملة ذالك انه ليس لمن لم يحج حجة الاسلام ان يحج عن غيره ، فإن فعل وقع إحرامه عن حجة الاسلام و بهذا قال الاوزاعيؒ والشافعيؒ واسحاقؒ . (۴)

---

(۱) ردالمحتار ۲۳۹/۲ ، قاضی خاں ۲۰۷/۱

(۲) المغنی ۴۳/۵ ، ط : ریاض ، ردالمحتار ۲۴۱/۲ ، بدائع ۴۵۷/۲

(۳) المغنی ۴۲/۵ (۴) المغنی ۴۲/۵ ، ط : ریاض

خلاصہ یہ کہ اپنی طرف سے حج فرض ادا نہ کرنے والے کو دوسرے کی طرف سے حج کرنے کا اختیار نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو اس کا احرام حج فرض کا احرام ہوگا، یہی رائے امام اوزائیؒ، امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کی ہے۔

ان فقہی تصریحات کی روشنی میں فقہ حنفی کی رو سے آپ حج بدل کر سکتے ہیں، لیکن اگر خود آپ پر حج فرض ہو چکا ہے اور ابھی تک آپ نے حج نہیں کیا ہے تو آپ کے لئے ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کی طرف سے حج کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں :

والذی یقتضیه النظر أن حج الصرورة عن غیره إن کان بعد تحقق الوجوب علیه بملك الزاد و الراحلة و الصحة فهو مکروه کراهة تحریم . (۱)

مصلحتِ شرعی کا تقاضا یہی ہے کہ زاد اور راحلہ پر قادر ہونے اور حج فرض ہونے کے باوجود حج صرورۃ (اپنا حج نہ کرنا اور دوسرے کا حج کرنا) مکروہِ تحریمی ہے۔

حج بدل میں حج قران

سوال میرے والد کا انتقال ہو چکا ہے، میں ان کی طرف سے حج بدل کرنا چاہتا ہوں، آج کل میں ریاض میں ہوں، مجھے احرام کہاں سے باندھنا چاہئے؟ کیا میں جدہ سے مکہ مسجدِ میقات آ کر حج کا احرام باندھ سکتا ہوں؟ کیا میں اپنے والد مرحوم کے لئے حج قران کر سکتا ہوں؟ (محمد علی، ریاض)

جواب آپ چوں کہ ریاض میں (میقات سے باہر) رہتے ہیں، اس لئے آپ کے لئے ضروری ہے کہ اپنی میقات سے احرام باندھ کر آئیں، مکہ میں مسجدِ میقات (مسجدِ عائشہؓ) سے احرام باندھنا آپ کے لئے دُرست نہیں، اگر ایسا کریں گے تو دم لازم ہوگا، ہاں آپ اپنے والدِ مرحوم کی طرف سے حج بدل میں حج قران بھی کر سکتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) ردالمحتار ۲/۲٤۱ ، مطلب فی حج الصرورة

(۲) جواهر الفقه ۱/۱٤-۵۱۳

حج بدل میں تاخیر

سوال مجھے ایک دوست نے حج بدل کرنے کے لئے رقم دی تھی کہ آپ فلاں مرحوم کی طرف سے حج بدل کریں، میں کافی مقروض تھا، لہٰذا وہ رقم میں نے قرض داروں کو دے دی، اس سال میں ان کے لئے حج بدل کرنا چاہتا ہوں، گذشتہ سال حج نہ کر سکنے پر افسوس ہے، اسلامی نقطۂ نظر سے میری رہنمائی فرمائیں، تاکہ میری نجات ہو سکے، میں اب بھی کافی مقروض ہوں۔

(اقبال، جدہ)

جواب حج بدل کی رقم آپ نے اپنے قرض کی ادائیگی میں استعمال کر کے غلطی اور گناہ کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور توبہ واستغفار کریں، جن صاحب کی طرف سے حج بدل کے لئے آپ کو رقم دی گئی تھی ان کی طرف سے حج کرنا بھی اب آپ ہی کے ذمہ قرض ہے، جلد حج بدل کر کے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔

والد کی طرف سے حج

سوال میرے والد معذور تو نہیں، لیکن ضعیف ہیں اور ان پر حج فرض نہیں، میں نے انھیں حج پر بلوانا چاہا مگر کسی وجہ سے نہیں آسکے، میں ان کے لئے نفل حج کرنا چاہتا ہوں، ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے تو حج کی نیت ان کی طرف سے کافی ہے یا تلبیہ پڑھتے وقت اور کنکریاں مارتے وقت والد صاحب کا نام لینا ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیسے ادا کیا جائے؟ (مؤمن خان، جدہ)

جواب آپ ضرور ان کی طرف سے نفل حج کر سکتے ہیں، دوسرے کی طرف سے حج کرتے ہوئے صرف احرام باندھتے وقت اس شخص کا نام لینا (جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہو) یا دل میں نیت وارادہ کر لینا کافی ہے، مثلاً آپ احرام باندھتے وقت احرام کی چادریں پہن کر "لبيك حجة عن أبي" کہہ کر تلبیہ پڑھ لیں یا دل میں ارادہ کر لیں کہ میں اپنے والد کی طرف سے حج کر رہا ہوں، پھر تلبیہ پڑھ لیں، علامہ علاء الدین حصکفیؒ رقم طراز ہیں:

ويشترط (نية الحج عنه) أي عن الآمر فيقول أحرمت عن فلان

ولبیت عن فلان و لو نسی اسمه فنوی عن الآمر صح و تکفی نیة القلب۔ (۱)

اور آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا بھی ضروری ہے، پس احرام کے وقت کہے : احرمت عن فلان، لبیت عن فلان (اور فلاں پر آمر کا نام لے) اگر آمر کا نام بھول جائے اور آمر کی طرف سے حج کی نیت کر لے تو یہ بھی صحیح ہے اور دل سے نیت کر لینا بھی کافی ہے۔

اس طرح آپ محرم ہو جائیں گے اور یہ حج آپ کے والد کی طرف سے ہوگا، احرام کے بعد ہر مرتبہ تلبیہ پڑھتے ہوئے یا حج کا کوئی بھی عمل ادا کرتے ہوئے والد کا (یا جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہو اس کا) نام لینا اس عمل کی ادائیگی کے وقت دل میں ارادہ کرنا ضروری نہیں، احرام باندھتے وقت کی نیت ہی کافی اور معتبر ہے۔

مکہ سے حج بدل

سوال میرے والد صاحب اسی سال فوت ہو چکے ہیں، میں ان کی جگہ حج کرنا چاہتا ہوں، کون سا حج کروں؟ میں ۶/ سال سے مکہ میں مقیم ہوں، کیا مجھے پہلے عمرہ کرنا پڑے گا؟ قربانی بھی دینی ہوگی اور کیا حج میں طواف زیارت کرنا ہے اور سعی بھی کرنی ہوگی؟ (محمد آمین)

جواب آپ اپنے والد کی طرف سے حج کی تینوں قسموں افراد، تمتع اور قران میں سے جو چاہیں کر سکتے ہیں، تمتع اور قران کی ترتیب کے مطابق پہلے عمرہ کی ادائیگی اور پھر حج کی ادائیگی عمل میں لانی ہوگی، حج میں سعی اور طواف زیارت کرنے ضروری ہیں، اس لئے ان کو بھی عمل میں لانا ہوگا اور شکرانہ کے طور پر دم بھی دینا پڑے گا۔ (۲)

والدین کی طرف سے حج بدل

سوال میرے والد صاحب گذشتہ دنوں وفات پا چکے ہیں، انھوں نے اس سے قبل

---

(۱) الدر المختار علی هامش الرد ۲: ۲۳۸

(۲) جواهر الفقه ۱/ ۵۱۳-۵۱۴

حج بھی کیا تھا اب عمرہ کی واپسی کے بعد وہ فوت ہوئے ہیں، میں ان کے ایصالِ ثواب کے لئے حج کرنا چاہتا ہوں، میں نے ان کے لئے عمرہ کیا ہے، جب کہ میری والدہ بوڑھی ہیں، حج پر نہیں آسکتیں، کیا میں ان کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہوں؟ دونوں میں سے کس کی طرف سے حج کرنا بہتر ہوگا؟ رہنمائی فرمائیں۔ (محمد غیاث خان، ینبع البحر)

جواب چوں کہ والدہ کا حق مقدم اور زیادہ ہے، نیز آپ کے والدِ مرحوم زندگی میں حج و عمرہ کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، لہٰذا آپ اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل کریں تو زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ ماں حسنِ معاشرت اور خدمت کی زیادہ مستحق ہے، چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا: میرے حسنِ سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماں، تین مرتبہ اس نے یہ سوال دہرایا اور آپ ﷺ نے یہی جواب دیا، چوتھی مرتبہ سوال کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا باپ (۱) — پس جب عام حسنِ سلوک کی ماں زیادہ مستحق ہے تو حج کے ذریعہ ایصالِ ثواب کی بھی اولین مستحق ماں ہی ہوگی، ویسے آپ دونوں میں سے جس کی طرف سے چاہیں حج کر سکتے ہیں۔

احادیث میں اس سلسلہ میں بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا حج الرجل عن والديه يقبل منه و عنهما و استبشرت ارواحهما في السماء و كتب عندالله بر . (۲)

جس آدمی نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا، اللہ اس آدمی اور والدین دونوں کی طرف سے حج قبول فرمائے گا، والدین کی روحوں کو آسمان میں خوش خبری سنائی جائے گی اور اللہ کے نزدیک نیک لوگوں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

---

(۱) بخاری ، باب من أحق الناس بحسن الصحبة

(۲) سنن دارقطنی ، باب المواقیت ۲/۲۶۰-۲۵۹ ، کتاب الحج

ایک اور روایت میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

من حج عن أبويه أو قضى عنهما مغرماً بعث يوم القيامة مع الأبرار . (۱)

جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا ان کے کسی قرض کو ادا کیا، وہ قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من حج عن أبويه أو أمه فقد قضىٰ عنه حجته ، وكان فضل عشر حجج . (۲)

جس نے والدین کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے حج کیا، اس نے ان کا حج بھی ادا کر دیا اور خود اس کو دس حج کا ثواب بھی ملے گا۔

اس لئے آپ کا یہ اقدام مبارک ہے، اللہ قبول فرمائے۔

حج اور خواتین کے مسائل

سوال: میری اہلیہ اس سال حج پر آ رہی ہیں اور اس کے مخصوص ایام کا وقت ۹، ۱۰ تاریخ (ذوالحجہ) ہے، اس حالت میں وہ کیا کرے؟ کیوں کہ اس کی فلائٹ ۱۹/ اپریل کو ہے، لہٰذا کتاب و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ وہ کیا کرے؟ (سید نبیل احمد، مکہ مکرمہ)

سوال: ایک عورت پاکستان سے حج کے لئے آئی ہے، وہ عمرہ کا احرام باندھ کر آئی اور راستہ میں اس کے ''ایام'' شروع ہو گئے، لہٰذا وہ عمرہ کرنے کے قابل نہیں رہی، دو دن مکہ مکرمہ میں رک کر اسے مدینہ منورہ جانا ہے، جہاں تقریباً دس دن قیام رہے گا، اس حالت میں کتاب و سنت کی روشنی میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں، تاکہ دوسری بہنیں بھی مستفید ہو سکیں۔

(محمد رؤف حسن، طائف)

---

(۱) حوالہ سابق (۲) حوالہ سابق

جواب عورتوں کے لئے احرام سے قبل یا احرام کے بعد ایام کی ابتداء حج وعمرہ میں مانع نہیں ہے، نہ ہی احرام کے بعد ایام کے شروع ہونے سے احرام ٹوٹتا ہے، اس لئے کہ حج وعمرہ میں طوافِ بیت اللہ کے سوا کوئی عمل ایسا نہیں جس کی ادائیگی کے لئے پاکی شرط ہو، لہٰذا اگر کسی کو میقات پر پہنچنے سے قبل ہی ایام شروع ہو جائیں تو وہ اسی حالت میں غسل کر کے احرام باندھ لیں (یعنی نیت کر کے حج یا عمرہ کا تلبیہ پڑھ لیں) پھر پاک ہونے کا انتظار کریں اور اس وقت تک احرام کی تمام پابندیوں کا خیال رکھیں، پھر عمرہ کا احرام باندھا ہو تو پاک ہونے کے بعد غسل کر کے بیت اللہ شریف کا طواف پھر سعی اور قصر کر کے عمرہ کا احرام کھول دیں اور اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد ایام شروع ہوں تو طوافِ زیارت تک کے سارے مناسک اسی حالت میں ادا کرتی رہیں، جیسے وقوفِ عرفہ، وقوفِ مزدلفہ، رمیِ جمار، قربانی، قصر اور ذکر و اذکار، استغفار، تکبیر وتہلیل، تحمید وتسبیح، تلبیہ کی کثرت اور دعاؤں کا اہتمام وغیرہ ان میں سے کسی بھی کام کی انجام دہی کے لئے ناپاکی رکاوٹ نہیں، البتہ طوافِ زیارت کے لئے پاک ہونے کا انتظار کریں، چنانچہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا:

اصنعی ما یصنع الحاج غیر الا تطوفی بالبیت . (۱)

تمام افعالِ حج انجام دیتی رہو جیسا کہ دوسرے حجاج انجام دیتے ہیں۔ البتہ بیت اللہ کا طواف نہ کرو۔

۱۲/ ذوالحجہ تک اگر پاک نہ ہوں تو پاک ہونے کے فوراً بعد غسل کر کے طوافِ زیارت ادا کریں اور اگر اس سے قبل طواف قدوم کے ساتھ حج کی سعی نہ کی ہو تو طوافِ زیارت کے بعد سعی بھی کریں، اس تاخیر پر کوئی کفارہ لازم نہیں، ہاں اگر پاک ہونے کے بعد تاخیر کریں تو دم لازم آئے گا، اگر طوافِ زیارت کر لینے کے بعد (طوافِ وداع سے قبل) عورتوں کو ایام شروع ہو جائیں تو طوافِ وداع معاف ہے، بغیر طوافِ وداع کئے ایسی عورتیں وطن روانہ ہو سکتی ہیں، لیکن طواف زیارت فرض اور حج کا اہم رکن ہے، اس کے بغیر حج ادا

---

(۱) نیل الاوطار ۴/ ۳۱۸، صحیح البخاری / کتاب الحیض / باب الأمر بالنفساء إذا نفس، حدیث: ۲۹۴

نہیں ہوتا اور اس کا کوئی بدل بھی نہیں، طوافِ زیارت کے بغیر وطن روانگی دُرست نہیں، بلکہ پاک ہونے کا انتظار کر کے طوافِ زیارت کے بعد وطن لوٹنا ہوگا، اگر کوئی غلطی سے مجبوراً واپس چلا جائے تب بھی اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوبارہ مکہ مکرمہ آ کر طواف ادا کرے، نیز طوافِ زیارت کی ادائیگی تک ازدواجی تعلق جائز نہ ہوگا، اگر کسی خاتون کو ایام حج میں یا طوافِ زیارت کی ادائیگی کے بعد (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) میں ایام کے شروع ہونے کا شبہ ہو اور پھر ایامِ حج کے فوراً بعد اس کا سفر ہو تو ایسی خاتون پہلے سے ایام کو روکنے کی دوا استعمال کر سکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، اگر کوئی ایسا نہ کرے یا اس کے باوجود ایام شروع ہو جائیں تو ہر صورت میں پاک ہونے کا انتظار کر کے طوافِ زیارت ادا کرنے کے بعد وطن لوٹنا ہوگا۔ (۱)

دوسرے سوال میں جن خاتون کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، ان کے لئے حکم یہی ہے کہ وہ پاکی کا انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد طواف وسعی اور قصر کر کے عمرہ کا احرام کھول دیں، اس دَوران مدینہ منورہ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں، وہ دس دن سے زیادہ بھی قیام کر سکتی ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ پاک ہونے کے بعد جب تک وہ طواف و سعی اور قصر نہیں کر لیتیں اس وقت تک احرام کی پابندیاں برقرار رہیں گی، نیز مسجدِ نبوی شریف میں یا کسی بھی مسجد میں ناپاکی کی حالت میں داخل نہیں ہو سکتیں۔

مخصوص راتوں میں حرمین کی حاضری

سوال عبادت کرنے یا روضۂ رسول پر سلام پڑھنے کی نیت سے مندرجہ ذیل ایام کو مخصوص کر کے مسجدِ نبوی شریف جانے کا کیا حکم ہے؟ ۹ یا ۱۲/ ربیع الاول کو ولادتِ رسول ﷺ کی مناسبت سے، ۲۷/ رجب کو شب معراج اور ۱۵/ شعبان کو شب برأت کی مناسبت سے جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہے، قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ (ہاشمی، مدینہ منورہ)

جواب حرمین شریفین کی حاضری یقیناً باعثِ سعادت ہے، لیکن کسی دن کو خاص کر کے وہاں جانے کا اہتمام کرنا دلیل شرعی کے بغیر جائز نہیں، چوں کہ مذکورہ بالا ایام میں خاص طور پر

(۱) عورتوں کے حج کے بارے میں تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۶۴-۱۶۲

عبادت کرنے یا ان راتوں کو جاگنے کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا ان راتوں میں حرمین شریفین کی حاضری اور عبادت کا اہتمام دُرست نہیں، بلکہ بدعت ہوگا (۱) — متفق علیہ روایت میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

من احدث فی امرنا هذا مالیس فیه فهو رد. (۲)

جو کوئی ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں شامل نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص تخصیص و تعیین کے بغیر اتفاقی طور پر اسی دن و رات موقع پانے کی وجہ سے حرمین شریفین چلا جائے اور عبادت کر لے تو کوئی حرج نہیں، کیوں کہ تمام دن و رات میں کوئی رات ایسی نہیں جس میں عبادت کرنا یا حرمین شریفین حاضر ہونا منع ہو۔

شہید حجاج کی خواتین کے مسائل

سوال　بعض خواتین جن کے شوہر اس سال ۸/ ذوالحجہ کو سانحۂ منیٰ میں شہید ہو گئے اور وہ خود زخمی ہیں اور بعض ان میں سے بخیریت ہیں، لیکن اب ان کے ساتھ محرم نہیں، بعض خواتین گروپ کے دوسرے لوگوں کے ساتھ عرفات گئیں اور حج کے باقی ارکان پورے کیے اور بعض نے کوئی رکن ادا نہیں کیا، ان دونوں کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ نیز ان خواتین کو عدت کے دن پورے ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں قیام کرنا ہوگا یا وہ اپنے گروپ کے ساتھ وطن روانہ ہو سکتی ہیں؟　　(سید عبدالحکیم شاہ، جدہ)

جواب　جن خواتین نے گروپ کے دیگر افراد کے ساتھ مناسکِ حج ادا کر لئے ان کا حج ادا ہو گیا۔ مسافتِ سفر کے اندر کہیں آنے جانے کے لئے محرم کا ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے محرم

---

(۱) الاعتصام ۲/ ۳۰

(۲) بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا عن صلح، رقم الحدیث ۲۶۹۷، مسلم کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة، رقم الحدیث ۱۷۱۸، ابوداؤد کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، رقم الحدیث ۴۶۰۶

ساتھ نہ ہونے پر انشاء اللہ کوئی گناہ بھی نہ ہوگا، جن لوگوں نے مناسکِ حج ادا نہ کئے اور ان کا وقوفِ عرفہ چھوٹ گیا، ان کے لئے حکم یہ ہے کہ عمرہ کا طواف اور سعی کر کے قصر کرلیں، اس طرح ان کا احرام ختم ہوجائے گا اور آئندہ (جب بھی استطاعت ہو) حج کی قضا کرلیں، ہاں اگر وقوفِ عرفہ کے وقت میں وقوف ہوگیا تو ان کا حج دُرست ہے قضا لازم نہیں، البتہ اگر اب تک قصر یا حلق اور طوافِ زیارت نہ کئے ہوں تو یہ فوراً کرلیں، تاخیر پر دم بھی لازم ہوگا، لیکن طوافِ زیارت کا کوئی بدل نہیں، اگر کوئی حاجی وقوفِ عرفہ کرلینے کے بعد بغیر طوافِ زیارت وطن روانہ ہوجائے تو اس کو طوافِ زیارت کے لئے دوبارہ آنا ہوگا، نیز اس وقت تک ازدواجی تعلق حرام رہے گا، اسی طرح حلق وقصر سے پہلے حالتِ احرام کی پابندیاں ختم نہ ہوں گی، اس لئے ان دو کاموں میں کوتاہی نہ کریں، اس کے علاوہ اگر اور غلطیاں سرزد ہوئی ہوں تو اہلِ علم سے رجوع ہوکر اس کا کفارہ ادا کریں، جزاء وکفارہ میں تاخیر کی گنجائش ہے۔

جن خواتین کے شوہروں کا انتقال ہوگیا، وہ عدت کے ایام ختم ہونے تک مکہ مکرمہ ہی میں قیام کرسکتی ہوں تو یہ بہتر ہے، لیکن عملاً یہ دُشوار ہے، اس لئے مجبوری کی وجہ سے وہ گروپ کے ساتھ مقررہ وقت میں وطن روانہ ہوجائیں اور عدت کے باقی ایام اپنے گھر پر پورے کریں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، شرعاً اس کی گنجائش ہے، البتہ عدت کے باقی احکام کا ابھی سے خیال رکھیں، مثلاً زیورات اور زیب وزینت کا استعمال نہ کرنا وغیرہ۔

حالتِ ناپاکی میں زمزم پینا

سوال اگر کوئی شخص حالتِ ناپاکی میں بھولے سے زمزم پی لیتا ہے تو کیا یہ گناہ ہے؟

(اظہر، طائف)

جواب اس میں کوئی گناہ نہیں، یاد رکھتے ہوئے بھی اس حالت میں زمزم پیا جاسکتا ہے۔

روضۂ اقدس پر دُعا کا طریقہ

سوال اس مرتبہ مدینہ منورہ میں میرے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، اس سلسلے میں شرعی رہنمائی درکار ہے، میں عید کی چھٹیوں میں مسجدِ نبوی شریف گیا، روضۂ اقدس پر سلام پڑھنے کے بعد روضہ کے سامنے قبلہ کی طرف رُخ کر کے دعا مانگنے

لگا، اتنے میں ایک بزرگ آئے اور کہنے لگے کہ بھائی! روضۂ رسول ﷺ کی طرف پیٹھ نہ کریں، اس سے کیا حاصل ہوگا؟ میں نے کہا میں تو اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگ رہا ہوں اور دُعا کے لئے حکم ہے کہ اللہ سے مانگو اور قبلہ رُخ ہوکر مانگو اور پھر یہاں روضۂ رسول ﷺ کے سامنے تین صفیں ہیں، لوگ جب یہاں نماز پڑھتے ہیں تو ان کی پیٹھ روضۂ رسول ﷺ کی طرف ہی ہوتی ہے، نیز جو پولیس والے اور شیوخ یہاں روضۂ رسول ﷺ کے پاس کھڑے ہوتے ہیں ان کی پیٹھ بھی اکثر روضۂ رسول ﷺ کی طرف ہی ہوتی ہے، اگر یہ غلط ہوتا تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے، کیوں کہ ان کو ہم سے زیادہ علم ہے، بالآخر وہ بزرگ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اگر روضۂ رسول ﷺ کی طرف پیٹھ کر کے کچھ حاصل ہوتا ہے تو کریں اور میں اس کے بعد ایک عجیب کرب اور ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگیا کہ کہیں میں خود غلطی پر تو نہیں ہوں؟ کتاب وسنت کی روشنی میں اصل مسئلہ سے آگاہ کریں۔ (ایس-زیڈ-خان، جدہ)

جواب مدینہ منورہ، مسجدِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حاضری اور قبر مبارک پر سلام عرض کرنے کے بعد جب دُعا کی جائے تو اس کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ قبر کی طرف پیٹھ ہو اور قبلہ کی طرف منہ ہو، جیسا کہ آپ نے کیا، قبر کی طرف منہ کر کے دُعا کرنا جائز نہیں، علماء نے اس سے سختی سے منع کیا ہے، احناف اور حنابلہ کے یہاں اس مسئلہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں ہے، بلکہ ان کے یہاں سختی سے حکم ہے کہ سلام پڑھنے والا جب رسولِ کریم ﷺ اور صاحبین سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر سلام کے بعد دُعا کرنا چاہے تو اسے اپنا رُخ قبلہ کی طرف کرلینا چاہئے کہ قبر کی طرف چہرہ کر کے دُعا کرنا جائز نہیں ہے۔(۱)

حج کے دَوران گاڑی کا کرایہ ادا نہ کیا

سوال چار سال قبل میں نے حج کی سعادت حاصل کی، دورانِ حج عرفات سے

---

(۱) غایۃ الاوطار اُردو ترجمہ درمختار ج ٤، ص ٢٤٢، باب الکراھیۃ، فتاویٰ عالمگیری ج ٤، ص ٣١٧، باب الکراھیۃ

واپس ہوتے ہوئے مزدلفہ کے لئے ایک گاڑی والے سے فی آدمی ۲۰ ریال کرایہ ہم نے طے کیا، رش زیادہ ہونے کی وجہ سے ہم چھت پر بیٹھ گئے، راستہ میں ٹریفک جام تھی، ہم ڈرائیور سے بغیر بتائے آدھے راستہ پر اتر گئے اور کرایہ بھی نہیں دیا، کیا اس طرح ہمارے حج پر کوئی اثر پڑے گا؟ نیز وہ بیس ریال اب میں کیسے ادا کروں کیوں کہ ڈرائیور ہمارا جاننے والا نہیں؟

(محمد یعقوب، ریاض)

جواب دین و دُنیا کے کاروبار میں ایمان داری اور دیانت داری سے کام لینا اور جس کا جتنا اور جس قسم کا حق ہو پوری حفاظت و دیانت داری سے رتی رتی اور ماشہ ماشہ ادا کر دینے کو امانت کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے :

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا . (۱)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کردو۔

ڈرائیور کو کرایہ دینا آپ کے ذمہ امانت اور واجب الاداء تھا، جس کی ادائیگی میں آپ نے کوتاہی کی، اگر ڈرائیور کو پہچانتے ہوں اور ان کی اجرت پہنچا دینا ممکن ہو تو آپ پہنچا دیں، ورنہ بصورتِ دیگر وہ ۲۰/ ریال صدقہ کردیں اور اس گاڑی والے کے لئے خیر کی دُعا کرتے رہیں اور اپنی غلطی پر اللہ سے معافی مانگیں اور کثرت سے استغفار کرتے رہیں۔

شوہر کی ناحق بددُعا

سوال حج کے دَوران حرم کے احاطہ میں اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو معمولی سی لغزش پر بددُعا دے تو وہ کہاں تک قابل قبول ہوتی ہے؟ (ایک پریشان خاتون، دمام)

جواب آپ نے جو کچھ تفصیل لکھی اگر یہ صحیح ہو تو یقیناً یہ شوہر کی طرف سے آپ پر زیادتی ہے اور بچوں کے بہتر مستقبل کی خاطر جس صبر و ہمت سے آپ ان کے ساتھ وقت گذار رہی ہیں، انشاء اللہ اس پر ضرور اور بہتر اجر و ثواب ملے گا، آپ اپنے ذمہ شوہر کے حقوق ادا کرتی رہئے اور شوہر کی بہتری اور اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی رہئے، بالخصوص فرض

---

(۱) نساء ۸۵

نمازوں کے بعد، رات کے آخری حصہ میں، نیز حکمت و دانائی سے وقتاً فوقتاً انھیں سمجھانے کی کوشش بھی کیجیے، اس سلسلے میں دینی و اصلاحی کتب اور وعظ و نصیحت کی کیسٹیں بھی انشاء اللہ مفید ہوں گی۔ میاں بیوی کے حقوق پر مشتمل ہمارے آڈیو کیسٹ سے بھی آپ استفادہ کرسکتی ہیں۔

جہاں تک بددُعا کا معاملہ ہے تو ناحق بددُعا انشاء اللہ کوئی اثر نہ رکھے گی، احادیث میں مظلوم کی بددُعا سے بچنے کا حکم ہے کہ وہ ضرور قبول ہوتی ہے، اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوتی، چاہے مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر کوئی شخص کسی پر ظلم و زیادتی بھی کرے اور پھر مظلوم کو بددُعا بھی دے تو ظاہر ہے ایسی بددُعا کا کوئی اثر نہ ہوگا، بلکہ یہ بھی ایک طرح کا ظلم ہے، اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے، اس کی بارگاہ میں ذرہ برابر بھی ناانصافی یا زیادتی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

شوہروں کو چاہیے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کریں، جس کی رسولِ کریم ﷺ نے زندگی کے آخر لمحات میں بھی خصوصی طور پر تاکید فرمائی، سورۃ النساء کی پہلی آیت میں رشتوں کا پاس و لحاظ رکھنے اور معاملہ میں اللہ سے ڈرنے کا حکم دے کر آیت کو اس جملہ پر ختم کیا گیا کہ ''بے شک اللہ تم پر نگراں ہے'' اسی سورۃ کی آیت ۱۹ میں بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور خوش گوار زندگی بسر کرنے کا حکم دیا گیا، پھر فرمایا کہ اگر تم انھیں ناپسند کرو تو ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم ناپسند کرو اللہ اسی میں بہت زیادہ بھلائی رکھ دے، اسی طرح ایک حدیث میں رسولِ کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

خیارکم خیارکم لنساء ھم ۔ (۱)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ بہتر ہو۔

حج کا کھانا

سوال میرے والد اور والدہ کا انتقال ہوگیا، ہم نے ان کی طرف سے حج بدل کیا ہے، اب ہم اپنے وطن میں ان کے نام کا حج کا کھانا کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ ہمارے یہاں لوگ حج سے لوٹنے پر ''حج کا کھانا'' دیتے ہیں، کیا یہ ہم

---

(۱) الترمذی / کتاب النکاح / باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا ، حدیث ۱۱۶۲

اپنے والدین کی طرف سے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (یامین غلام، جدہ)

جواب حج سے لوٹنے کے بعد کھانا کھلانے اور دعوت کا اہتمام کرنے کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے، اگر کوئی خوشی میں کرنا چاہے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں، لیکن اس کو رسم بنالینا درست نہیں، ایسی صورت میں اس سے احتراز کرنا ہی بہتر ہوگا۔ آپ کے سوال سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے یہاں لوگوں نے اس کو رسم بنالیا ہے، لہٰذا اس کو ترک کرنا بہتر ہے۔

منیٰ کے شہداء کا مقام

سوال منیٰ میں آتشزدگی سے جاں بحق ہونے والے حجاج کرام کی اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا قدر و قیمت ہوگی اور وہ کس درجہ میں ہوں گے؟ (ام بلال، مکہ مکرمہ)

جواب موت کا مزہ تو دیر سویر ہر نفس کو چکھنا ہی ہے، اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، لیکن خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا خاتمہ ایمان پر ہو اور جن کی موت اللہ کے راستہ میں شہادت کی موت ہو اور جو قیامت کے دن لبيك اللهم لبيك کی صدائے تلبیہ بلند کرتے ہوئے بارگاہِ ربانی میں حاضر ہوں۔

قرآن وحدیث میں اللہ کے راستہ میں شہید ہونے والوں کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے، انھیں مردہ کہنے سے منع کیا گیا، ان کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے کہ وہ زندہ ہیں، ان کے پروردگار کی طرف سے انھیں روزی دی جاتی ہے، نیز وہ اللہ کی طرف سے پانے والے فضل پر فرحان وشاداں ہیں (۱) — اس کے علاوہ احادیث میں بھی شہداء کا بڑا مرتبہ بیان کیا گیا ہے، شہید صرف وہی نہیں جو اللہ کے راستہ میں کفار ومشرکین سے جنگ کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردے، بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں، جو ناگہانی طور پر کسی آگ کی لپیٹ میں آکر اپنی جان، جانِ آفریں کے سپرد کردیں، نیز مسافر کی موت کو بھی شہادت قرار دیا گیا ہے۔

---

(۱) آل عمران ۱۷۰-۱۶۹

منیٰ میں آتشزدگی سے جاں بحق ہونے والے حجاج کرام نہ صرف یہ کہ مسافر تھے بلکہ وہ مقدس ومبارک سفر میں تھے، وہ دور دراز مقامات سے اسلام کا اہم ترین رکن اور فریضہ ادا کرنے آئے تھے، ایسی عبادت بجالانے آئے تھے جسے صحیح احادیث میں عورتوں اور بوڑھوں کے لئے ''جہاد'' کہا گیا ہے، پھر ایسے مسافروں کو زبانِ نبوی سے ''ضیوف الرحمن'' (اللہ کے مہمان) قرار دیئے جانے کا اعزاز بھی عطا ہوا ہے، یہ رحمٰن کے معزز مہمان احرام کی سفید چادروں میں ملبوس لبیک اللھم لبیک کی صدا بلند کرتے ہوئے مناسکِ حج ادا کرنے کے لئے منیٰ میں خیمہ زن ہوئے ہی تھے کہ تقدیر الٰہی کے اٹل فیصلے نے انھیں اپنے گھیرے میں لے لیا اور وہ اچانک آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آکر ''جام شہادت'' نوش کر گئے، جان بھی اللہ کی امانت ہے، اس کی حفاظت اپنی استطاعت کے بقدر ہر شخص کی ذمہ داری ہے اور اس سے محبت بھی فطری ہے، لہٰذا ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا رہا، بعض تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے، لیکن پروردگار کی طرف سے جن کے لئے شہادت مقدر تھی، آگ نے بڑی تیزی سے انھیں آلیا۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

سفرِ حج اور بالخصوص حالتِ احرام میں طبعی موت بھی اپنا ایک خاص مقام اور مرتبہ رکھتی ہے، جیسا کہ صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن سواری سے گر کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

اغسلوا بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبین ولا تمسوہ طیباً ولا تخمروا رأسہ فان اللہ یبعثہ یوم القیامۃ ملبیا ۔ (۱)

انھیں پانی میں بیری کے پتوں سے غسل دو اور انھیں دو کپڑوں (احرام کی دو چادروں) میں کفن دو، انھیں نہ خوشبو لگاؤ اور نہ ان کا سر ڈھکو، کیوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس حال میں اُٹھائے گا کہ وہ تلبیہ پڑھ رہا ہوگا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

اغسلوا المحرم فی ثوبیہ الذین أحرم فیھما واغسلوہ بماء وسدر

---

(۱) بخاری ، باب کیف یکفن المحرم ، کتاب الجنائز ، حدیث ۱۲۶۷

وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تمسوہ بطیب ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم القیامۃ محرماً . (۱)

محرم کو اس کے انھیں دو کپڑوں میں غسل دو جس میں اس نے احرام باندھا، اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اس کے دو کپڑوں ہی میں اسے کفناؤ، اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر چھپاؤ، کیوں کہ وہ قیامت کے دن حالتِ احرام میں اُٹھایا جائے گا۔

گویا جس شخص کا حالتِ احرام میں انتقال ہوجائے وہ قیامت تک "حالتِ احرام" میں ہی رہتا ہے اور "اللہ کا مہمان" قرار پاتا ہے، پھر جسے اس حالت میں شہادت نصیب ہوجائے اس کا کیا ٹھکانہ؟

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ایمان و یقین اور اخلاص و عمل کے لحاظ سے شہداء کے درجات مختلف ہوسکتے ہیں اور یہ بات خود رسول کریم ﷺ کے ایک ارشادِ مبارک سے واضح ہوتی ہے، نیز ناگہانی آفات اور حادثات کبھی قہرِ الٰہی کی صورت میں نازل ہوتی ہیں تو کبھی امتحان و آزمائش اور بندۂ مؤمن کی مغفرت اور اس کے درجات کی بلندی کے لئے، سنن ابوداؤد میں رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ:

...... ابتلاہ اللہ فی جسدہ اوفی مالہ اوفی اولادہ ثم صبرہ علی ذلک حتی یبلغہ المنزلۃ التی سبقت لہ من اللہ تبارک و تعالیٰ . (۲)

بندے کے لئے اللہ تعالیٰ اس کے بدن یا اس کے مال یا اس کی اولاد کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے اور پھر اسے صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے، یہاں تک کہ اسے اس درجہ تک پہنچادیتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقدر تھا۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سانحۂ منیٰ میں شہید ہونے والے تمام حجاجِ کرام کی

---

(۱) نسائی عن ابن عباس، باب کیف یکفن المحرم إذا مات

(۲) ابوداؤد کتاب الجنائز، باب الأمراض المکفرۃ للذنوب، حدیث ۳۰۹۰

مغفرت فرمائے، جنت میں ان کے درجات بلند کرے اور انھیں اپنا قرب و رضا نصیب فرمائے، نیز ان کے پسماندگان کو "صبر جمیل" کی توفیق دے۔ یقیناً دُنیاوی لحاظ سے یہ ان کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے انھیں صبر و تسلی دے۔

◆◆◆

ساتواں باب

عمرہ

زندہ آدمی کی طرف سے عمرہ کی ادائیگی

سوال میرے والدین زندہ ہیں، کیا میں ان کی طرف سے عمرہ کر سکتا ہوں؟

(محمد سلیم، ریاض)

جواب عبادات تین طرح کی ہیں:

(۱) خالص مالی عبادت، اس صورت میں خواہ وہ اختیار کی صورت ہو یا مجبوری کی صورت ہو، نیابت کسی کی طرف سے بھی دُرست ہے، مرنے والے کی طرف سے بھی اور زندہ کی طرف سے بھی۔

(۲) خالص بدنی عبادت، جیسے نماز، روزہ، اس میں نیابت بالکل جائز نہیں۔

(۳) مال اور بدنی عبادت، جیسے حج اور عمرہ وغیرہ، اس مسئلہ میں مالکیہ کو چھوڑ کر تمام فقہاء کہتے ہیں کہ عذر اور ضرورت کے پیش نظر دوسروں کی طرف سے کی گئی عبادت کافی ہے، مالکیہ کے یہاں زندہ آدمی کی طرف سے حج فرض میں یا حج نفلی میں نیابت دُرست نہیں ہے، لہٰذا آپ نے جو صورت پوچھی ہے، اگر واقعی آپ کے والدین سفرِ حج سے معذور ہیں، تو ان کی طرف سے آپ کا عمرہ کرنا اور ان کے نام اس کا ثواب کر دینا جائز و دُرست ہے۔(۱)

اگر عمرہ کی سعی نہ کرے؟

سوال میرے والد پاکستان سے عمرہ اور حج کی نیت سے آئے، پہلا عمرہ ادا کیا، پھر رمضان میں دوسرے عمرہ کے لئے گئے، لیکن کسی وجہ سے صفا و مروہ کے

---

(۱) الفقه الاسلامی وأدلته ۳/۳۸

درمیان سعی نہ کرسکے، اب کیا انھیں دوبارہ عمرہ کرنا ہوگا؟ اگر دوبارہ کرنا ہوتو حج سے پہلے کریں یا بعد میں؟ اگر وہ حج کریں تو ان کا کونسا حج ہوگا؟

(عبدالغفور، جدہ)

جواب سعی، عمرہ کے واجبات میں سے ہے، اس کے ترک پر دم لازم ہے، اگر وطن نہ لوٹے ہوں، مکہ ہی میں ہوں اور سعی کرلیں تو اب دم واجب نہ ہوگا، اسی طرح اگر لوٹنے کے بعد پھر دوبارہ مکہ آکر نیا احرام باندھ کر سعی کرلیں تو بھی دم لازم نہیں۔ (۱)

اگر آپ کے والد حلق یا قصر کرا کر احرام کھول چکے ہوں اور مکہ ہی میں مقیم ہوں تو سعی کرلیں، ان پر دم واجب نہیں ہوگا، اگر وطن لوٹ چکے ہوں تو اب ان کی طرف سے دم دینا واجب ہے، تاہم اگر دوبارہ مکہ کا قصد کریں اور اس عمرہ کو لوٹالیں جس میں کمی آگئی تھی تو اب نقصان کی تلافی ہوگئی، ایسی صورت میں کچھ بھی واجب نہیں رہے گا۔

اگر آپ کے والد حلق یا قصر کرچکے ہوں تو ان کا احرام ختم ہو چکا ترکِ واجب پر دم ادا کریں، یعنی حدودِ حرم میں ایک جانور کی قربانی کی جائے، عمرہ کی قضاء بھی کریں۔

عمرہ سے متعلق مسائل

سوال میں اپنی بیوی بچوں کو عمرے کے لئے بلانا چاہتا ہوں، مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ جب وہ لوگ (میرے بیوی بچے) پاکستان سے آئیں گے تو ان کو احرام وطن سے باندھ کر آنا چاہئے یا پھر سعودی عرب پہنچ کر احرام باندھ لینا چاہئے اور بچوں کے احرام باندھ لینے کا کیا طریقہ ہے؟ الحمدللہ میرے تین بچے ہیں، سب سے بڑا لڑکا ہے جس کی عمر دس سال ہے، پھر علی الترتیب چھ سال اور تین سال کی لڑکیاں ہیں، یہ لوگ جب وطن سے یہاں پہنچ جائیں تو کیا ان کو فوراً ہی عمرہ ادا کرلینا چاہئے یا کچھ آرام کے بعد کرسکتے ہیں؟ کیوں کہ ساتھ میں سامان اور بچے ہوں گے، سفر کی تکان بھی ہوگی، میرے رشتہ دار سب ہی جدہ میں رہتے ہیں، نیز یہ بھی بتادیں کہ لوگ جب یہاں آجائیں تو

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۷۳/۳

کیا ایک ہی عمرہ ادا کرنا ہوگا یا پھر جب تک یہاں موجود ہوں عمرہ کرتے رہیں یا ایک ہی عمرہ کافی ہوگا؟ ان چند دنوں میں کتنے عمرے ادا کر سکتے ہیں؟ پھر جب وطن جانا ہوگا تو کیا طوافِ وداع کرنا ہوگا یا عمرہ کرنا ہوگا؟ اور اگر کسی مجبوری سے میں ان کو بلا نہ سکا تو کیا مجھے اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں میری رہنمائی فرمائیں۔ (ابوسلمان ،عرعر)

جواب پاکستان سے اگر کوئی شخص جدہ میں قیام کے ارادہ سے، کسی رشتہ دار سے ملاقات یا کسی اور غرض سے آئے تو اس کو پاکستان سے یا میقات سے احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں، جدہ آنے کے بعد جب یہاں عمرہ کا ارادہ ہو جائے تو یہیں سے احرام باندھ سکتا ہے، کیوں کہ جدہ میں قیام کی وجہ سے ان کا حکم اہل جدہ کا ہوگا(۱) — لیکن اگر کوئی شخص صرف عمرہ کے ارادہ سے آرہا ہو تو اس کو میقات سے احرام باندھ کر آنا ہوگا، جدہ سے اس کا احرام باندھنا دُرست نہیں، کیوں کہ جدہ آ جائے تو اس کو کسی بھی میقات سے باہر جا کر احرام باندھنا ہوگا ورنہ دم لازم آئے گا(۲) — اگر آپ اپنے بیوی بچوں کو سیدھے اپنے پاس بلائیں تو انھیں احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں، لیکن ظاہر ہے عمرہ ویزے پر ان کا سفر جدہ کی طرف ہوگا اور پھر چوں کہ جدہ میں آپ کے رشتہ دار رہتے ہیں، اس لئے اگر آپ کے بیوی بچے پہلے یہاں قیام کا ارادہ کرلیں یعنی پاکستان سے روانہ ہوتے وقت یہ ارادہ کریں کہ رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے ہم جدہ جارہے ہیں، وہاں سے جب بھی موقع ملے عمرہ بھی کرلیں گے تو ایسی صورت میں ان پر احرام باندھ کر آنا ضروری نہیں، یہاں کچھ دن رہ کر حسبِ سہولت احرام باندھ کر عمرہ کرلیں، تاہم ہمارے نزدیک یہ صورت زیادہ بہتر ہے کہ یہ لوگ پاکستان سے احرام باندھ کر یا وہاں سے احرام کا لباس (عورتوں کے لئے کوئی لباس مخصوص نہیں) پہن کر آئیں اور جہاز میں میقات سے پہلے عمرہ کی نیت سے تلبیہ پڑھیں، تلبیہ پڑھنے کے بعد یہ لوگ محرم ہو جائیں گے، جدہ پہنچ کر پہلے حرم جا کر عمرہ کرلیں یا رشتہ داروں کے

(۱) ملاحظہ ہو : جدید فقہی مسائل ۲۴۰ ، ط : دیوبند انڈیا

(۲) دیکھئے : جدید فقہی مسائل ۲۳۹ ، ط : دیوبند انڈیا

یہاں کچھ دن آرام کر کے عمرہ کرنا چاہیں تو اس میں بھی کوئی حرج یا گناہ نہیں، جتنے دن چاہیں ٹھہر سکتے ہیں، البتہ احرام باندھنے کے بعد جب تک عمرہ کے سارے افعال نہ ادا کریں، احرام کی پابندیاں برقرار رہیں گی، اس کا خیال رکھنا ضروری ہے، اس دوران ایسا کوئی کام نہ کریں جو حالتِ احرام میں جائز نہیں، اس میں اگر دشواری محسوس ہو تو بغیر احرام کے جدہ آ کر یہاں عمرہ کرنے سے پہلے مدینہ منورہ چلے جائیں، مسجدِ نبوی کی زیارت کے بعد مدینہ منورہ کی میقات سے احرام باندھ کر عمرہ ادا کرلیں، مدینہ منورہ میقات سے باہر ہے، اس لئے اس صورت میں کوئی دم واجب نہ ہوگا۔

بچوں کے احرام باندھنے کا کوئی الگ طریقہ نہیں، چوں کہ عورتوں کے لئے احرام کا کوئی لباس مخصوص نہیں، بلکہ عام لباس میں بھی وہ تلبیہ پڑھنے سے محرم ہو جاتی ہیں، اس لئے جب احرام باندھنا ہو تو آپ کی بیوی خود بھی تلبیہ پڑھیں اور اپنی بچیوں کو بھی تلبیہ پڑھائیں، اس طرح وہ حالت احرام میں داخل ہو جائیں گے، لڑکے کو احرام کی دو چادریں پہنا کر اسے تلبیہ پڑھائیں، پھر ان تمام سے عمرہ کے افعال کروائیں، یعنی طواف وسعی میں اپنے ساتھ رکھیں، پھر حلق وقصر کرادیں، ان تمام کا صرف ایک عمرہ کرلینا بھی کافی ہے، یہاں قیام کے دوران مزید عمرے کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، وطن واپس ہوتے ہوئے دوبارہ عمرہ کرنا یا طواف وداع کرنا ضروری نہیں، کیوں کہ طوافِ وداع حج میں مشروع ہے نہ کہ عمرہ میں، دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

أعمال العمرة أربعة وهي : الاحرام ، والطواف ، السعي بين الصفا والمروة ، والحلق أو التقصير . (۱)

عمرہ کے افعال چار ہیں اور وہ یہ ہیں : احرام، طواف، صفا مروہ کی سعی اور بال مونڈانا یا چھوٹا کرانا۔

عمرہ کرنے کا طریقہ

سوال عمرہ کرنے کا صحیح طریقہ بتائیں، طواف وسعی میں رسول اللہ ﷺ کون سی دُعا

---

(۱) الفقه الاسلامي و أدلته ۷۹/۳

پڑھتے تھے، اگر کوئی مخصوص دُعا نہیں تو وہ دُعا بتائیں جو سب سے افضل ہو،
کیا ایک ہی احرام سے کئی عمرے کئے جاسکتے ہیں اور احرام کی چادریں اپنے
کسی کام میں استعمال کرسکتے ہیں؟ (عبداللہ اعظمی، قصیم)

جواب عمرہ کے تین کام ہیں: اوّل یہ کہ میقات سے احرام باندھیں، پھر احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کریں، طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرلیں، اس کے بعد بال کٹوا کر یا منڈا کر احرام کھول دیں۔ ان افعال میں سے احرام عمرہ کے لئے شرط، طواف کرنا رکن اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور حلق یا قصر واجب ہے۔

طواف و سعی میں کوئی دُعا مخصوص نہیں ہے، کوئی بھی دُعا کی جاسکتی ہے یا ذکر و تسبیح اور استغفار وغیرہ کا بھی ورد رکھا جاسکتا ہے، البتہ طواف کرتے ہوئے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' پڑھنا حدیث سے ثابت ہے اور اس کی بڑی فضیلت آئی ہے، احرام درحقیقت نام ہے حج یا عمرہ کی نیت کرکے تلبیہ پڑھنے کا، آدمی احرام باندھنے کے بعد محرم ہوجاتا ہے، نیت کے بعد تلبیہ سے احرام شروع ہوجاتا ہے، اس پر بعض چیزیں جو احرام سے قبل حلال تھیں، اب حرام ہوجاتی ہیں، حج و عمرہ کے ارکان و مناسک ادا کرکے حلق یا قصر کرنے کے بعد احرام ختم ہوجاتا ہے اور حج و عمرہ کرنے والا حلال ہوجاتا ہے، اس کے بعد اسی احرام یعنی سابقہ نیتِ عمرہ سے دوسرا عمرہ ادا کرنا چاہے تو یہ دُرست نہیں، بلکہ اس شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہو تو اہلِ مکہ کی میقاتِ عمرہ (مسجد عائشہ) جاکر وہاں سے احرام باندھے۔

اگر آپ کی مراد احرام کی چادریں ہوں تو احرام کی دو چادروں سے ایک سے زیادہ جتنے چاہیں، عمرے ادا کئے جاسکتے ہیں، ہر عمرہ کے احرام کے لئے نئی چادروں کا استعمال ضروری نہیں، نیز احرام کی چادروں کو دوسرے کام میں بھی استعمال کرسکتے ہیں۔

عمرہ سے حج کی فرضیت

سوال کیا عمرہ کرنے کے بعد حج کو جانا ضروری ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمرہ کرنے والے پر حج فرض ہوجاتا ہے، کسی کے نام سے عمرہ کرنے کے بعد کیا

اس کے نام سے حج کرنا بھی ضروری ہوگا؟ (مسرت بی بی، بحرین)

جواب عمرہ اور حج دو الگ الگ عبادتیں ہیں، عمرہ کرنے سے حج فرض نہیں ہوتا، ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے، اسی طرح عمرہ کو بھی ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ بعض علماء نے واجب اور بعض نے سنت کہا ہے (۱) ——— اس کے بعد جو بھی حج یا عمرہ کیا جائے گا وہ نفل ہوگا، کسی کی طرف سے عمرہ کرنے کے بعد اس کی طرف سے حج کرنا ضروری نہیں۔

اپنی رقم سے والدین کے لئے عمرہ

سوال میں اپنے والدین کی طرف سے عمرہ کرنا چاہتا ہوں، بعض ساتھی کہتے ہیں کہ جن کی طرف سے بھی عمرہ کرو، ان کی کچھ نہ کچھ رقم ضرور اس عمرہ میں خرچ کرنا ہوگی، کیا یہ صحیح ہے؟ (گلفام احمد، دوادمی)

جواب یہ غلط ہے، آپ اپنی رقم سے اپنے والدین کی طرف سے عمرہ یا حج کر سکتے ہیں۔

کیا عمرہ دُرست ہے؟

سوال میں جیزان سے جدہ آرہا تھا، پھر دمام آنا تھا، میں نے جدہ آکر احرام باندھا، پھر عمرہ کرنے گیا، گاڑی اور پٹرول کمپنی کا تھا، کیا اس طرح عمرہ جائز ہے؟

(محمد اشفاق میلسا، دمام)

جواب اگر آپ کا ارادہ اصلاً جدہ آنے کا تھا، پھر یہاں سے عمرہ کا ارادہ ہوگیا تو جدہ سے آپ کا احرام باندھنا دُرست تھا ورنہ میقات سے احرام نہ باندھنے پر دم واجب ہوگا، عمرہ تو آپ کا دُرست ہے، لیکن کمپنی کی اجازت کے بغیر کمپنی کی گاڑی کا ذاتی استعمال دُرست اور جائز نہیں، چاہے کسی بھی ذاتی کام اور مقصد کے لئے اسے آپ استعمال کریں، عمرہ جیسی مقدس عبادت کی ادائیگی میں تو ان چیزوں کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے۔

---

(۱) زحیلیؒ لکھتے ہیں: هما واجبان عند الشافعية والحنابلة لقوله: "وأتموا الحج والعمرة لله" وهي سنة عند المالكية والحنفية (الفقه الاسلامي وادلته ۹/۳)

شہر حج میں جدہ والوں کے لئے عمرہ کا حکم

سوال کیا جدہ میں مقیم لوگ حج کے مہینوں میں عمرہ کر سکتے ہیں؟

جواب چوں کہ حدودِ میقات کے اندر رہنے والے کے لئے قران اور تمتع کے مقابلہ میں حج افراد ہی بہتر ہے، اس لئے جدہ اور حدودِ میقات میں رہنے والے حضرات اگر حج کا ارادہ رکھتے ہوں تو وہ حج کے مہینوں (یعنی شوال وذوقعدہ میں اور ذوالحجہ کے ابتدائی دنوں) میں عمرہ نہ کریں، کیوں کہ اس صورت میں ان کا یہ حج حج تمتع بن جائے گا، ہاں اگر حج کا ارادہ نہ ہو تو پھر حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

دوبارہ عمرہ کے لئے احرام کہاں سے باندھوں؟

سوال میں عمرہ کرنے کے لئے جانا چاہتا ہوں، ساتھ ہی اپنے نانا، نانی کی طرف سے بھی عمرہ کرنے کا ارادہ ہے، میرے راستہ میں میقات ''آبارِ علی'' پڑتا ہے، تو کیا دوسرے اور تیسرے عمرہ کے لئے ''آبارِ علی'' آنا ہوگا یا کہ مکہ سے احرام باندھ سکتے ہیں؟ (شمشاد احمد، حائل)

جواب پہلی مرتبہ میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کر لینے کے بعد جب تک مکہ میں رہیں، آپ مکہ والوں کے حکم میں ہوں گے اور اہل مکہ کے لئے عمرہ کا احرام حدودِ حل سے باندھنا ہوگا جب کہ حج کا احرام اہل مکہ اپنے گھر سے یا حرم میں کہیں سے بھی باندھ سکتے ہیں، آپ دوسرے اور تیسرے عمرہ کے لے مسجدِ عائشہ جا کر احرام باندھ لیں، آبارِ علی جانا ضروری نہیں، چناں چہ ابن قدامہؒ کا بیان ہے:

كل من كان بمكة فهي ميقاته للحج وإن أراد العمرة فمن الحل، لانعلم في هذا خلافا. (۱)

جو شخص مکہ میں ہو تو وہی اس کے حج کی میقات ہے اور اگر عمرہ کرنا چاہتا ہو تو حل سے احرام باندھے، اس سلسلہ میں کسی کا بھی کوئی اختلاف نہیں ہے۔

---

(۱) المغنی ۵/۵۹، ط: ریاض محقق

بار بار عمرہ کرنا

سوال جو لوگ ایک ہفتہ میں یا دن بھر میں کئی کئی بار عمرہ کر لیتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل جائز ہے؟

جواب اگر چہ امام مالکؒ کا ایک قول یہ ہے کہ سال بھر میں ایک سے زیادہ عمرہ کرنا مکروہ ہے (۱) لیکن شریعت میں چوں کہ اس سلسلے میں کوئی صریح ممانعت موجود نہیں، اس لئے جمہور علماء نے اس بارے میں کوئی تحدید نہیں کی ہے، چناں چہ عمرہ جب چاہے اور جتنی مرتبہ چاہے کیا جاسکتا ہے، البتہ امام ابو حنیفہؒ نے پانچ دن یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق کا استثناء کیا ہے (۲) — سیدنا علی ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ ہر ماہ عمرہ کرتے تھے (۳) — اور انہی کا یہ قول ہے کہ ''اگر استطاعت ہو تو مہینے میں کئی بار عمرے کرو'' (۴) چناں چہ اگر کوئی شخص ہفتہ بھر میں یا ایک ہی دن میں ایک سے زیادہ عمرے کرتا ہو تو اس کے اس عمل کو برا نہ خیال کرنا چاہئے۔

عمرہ میں بال کاٹنا

سوال کیا عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنا ضروری ہے؟ میرے ایک دوست نے پہلا عمرہ کیا اور سر کے بال نہیں کٹائے، ویسے ہی احرام کھول دیا اور بال بعد میں کٹائے، کیا ان کا عمرہ صحیح ہے یا کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ (محمد یامین، طائف)

جواب عمرہ کے ارکان و افعال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سعی کے بعد حلق یا قصر کیا جائے، یعنی سر کے بال مکمل منڈا دیئے جائیں، یہ زیادہ بہتر و افضل ہے، یا کم از کم پورے سر سے تھوڑے بال لئے جائیں اور چھوٹے کئے جائیں، اس کے بعد احرام کی پابندیاں ختم

---

(۱) ڈاکٹر زحیلی لکھتے ہیں : قال المالكية : تكره العمرة في السنة أكثر من مرة (الفقه الاسلامی ۲/۶۷)

(۲) ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے : ويكره فعل العمرة كراهة تحريم عند الحنفية في يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق الثلاث عقب العيد لأنها أيام الحج ، فكانت متعينة له (الفقه الاسلامی ۳/۶۷)

(۳) المغنی ۳/۹۰

(۴) المغنی ۳/۹۱

ہو جاتی ہیں (۱) — اگر آپ کے دوست نے بال منڈانے سے پہلے ہی احرام کھول کر سلا ہوا لباس پہن لیا ہو تو انھیں اس غلطی پر دم دینا ہوگا (۲) یعنی حدودِ حرم میں جانور، دنبہ وغیرہ قربان کر کے اس کا گوشت وہیں غرباء میں تقسیم کر دیں۔

رمضان المبارک میں عمرہ

سوال کیا رمضان المبارک میں عمرے کا ثواب حج کے برابر ہے؟

جواب ہاں! رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں عمرے کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اس کا ثواب حج کے برابر ہے یا فرمایا کہ میرے ساتھ عمرہ کرنے کے برابر ہے۔ (۳)

بال کتنا کاٹا جائے؟

سوال یہاں سعودی عرب میں رہنے والے کئی بار عمرے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، لیکن سر کے بال نہیں منڈاتے، وہ کہتے ہیں کہ صرف پہلی بار سر کے بال منڈانا ضروری ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب عمرہ جب بھی کیا جائے حلق یعنی سر کے پورے بال منڈانا افضل ہے اور کم از کم قصر یعنی پورے سر سے تھوڑے بال قینچی سے کتروانا اور چھوٹے کرنا ضروری ہے، ایسا نہیں ہے کہ پہلے عمرے میں حلق افضل اور اس کے بعد قصر، بلکہ تمام عمروں میں حلق افضل ہے اور قصر بھی جائز ہے، البتہ قصر میں پورے سر سے بال لینا چاہئے، کسی ایک حصے سے تھوڑے بال کاٹ لینا کافی نہیں، یہ رائے امام احمد بن حنبلؒ کی ہے (۴) — حنفیہؒ کے نزدیک اگر چوتھائی سر کے

---

(۱) موسوعات فقہیہ میں ہے: یحصل التحلل بأداء أركان الحج وواجباته رمي جمرة العقبه والحلق (الموسوعات الفقهية ۶۲/۱۷، ط: کویت)

(۲) یجوز تاخیر الحلق والتقصیر إلی آخر النحر وعن أحمد علیه دم بتاخیره وهو مذهب أبی حنیفةؒ لأنه نسك اخره عن محله ومن ترکه نسکا فعلیه دم وقال مالكؒ والثوریؒ و اسحاقؒ وابو حنیفةؒ ومحمد بن الحسن: من ترکه حتی حل فعلیه دم، لأنه نسك فیاتی به فی احرام الحج (المغنی ۲۲۴/۳، نیز دیکھئے: هندیه ۲۴۴/۱)

(۳) عمر فی رمضان تعدل حجة (بخاری عن ابن عباس، باب عمرة فی رمضان)

(۴) الموسوعة الفقهية ۵۷/۱۷

برابر بھی بال کٹ گئے ہوں تو احرام سے نکلنے کے لئے کافی ہے(۱) —— واضح رہے کہ قصر کی صورت میں اُنگلی کے ایک پورے کے برابر کٹوانا واجب ہے۔

شوال میں عمرہ

سوال یکم شوال کے بعد عمرہ کرنا کیسا ہے؟ کیا شوال میں عمرہ کرنے سے حج کرنا فرض ہو جاتا ہے؟ کچھ لوگ شوال میں عمرہ کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں؟

(عابد علی خاں، جدہ)

جواب حج کے مہینے تین ہیں، جو یکم شوال سے شروع ہو کر ایامِ حج تک رہتے ہیں، یعنی دو ماہ تیرہ دن، انہی ایام میں ذوالحجہ کے چند دن اہم ہیں، جن میں عمرہ و حج کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں، اگر کوئی شخص شوال یا ذوالقعدہ میں عمرہ کرتا ہے اور اس کا اسی سال حج کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو یہ عمرہ عام عمرہ ہی تصور کیا جائے گا اور یہ جائز ہے، شوال اور ذوالقعدہ میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں جو عام تصور ہے کہ عمرہ کرنے سے حج فرض ہو جاتا ہے، یا یہ کہ ان ایام میں عمرہ کرنا جائز نہیں ہے، یہ بالکل غلط تاثر ہے، ان ایام میں عمرہ کرنا باقی ایام کے عمرہ کی طرح ہے، زحیلی لکھتے ہیں: اتفق العلماء علی أن العمرة تجوز فی أی وقت من أوقات السنة (۲) البتہ ذوالحجہ کی نویں، دسویں، گیارہویں، بارہویں اور تیرھویں تاریخ کو عمرہ کرنا مکروہ ہے، کہ یہ ایام حج کے لئے مخصوص اور متعین ہیں اور ان ایام میں انہی کو ادا کرنا ضروری ہے (۳) -- البتہ اگر کوئی شخص ان ایام میں عمرہ کرلے اور اسی سال حج کرنے کا ارادہ بھی ہو تو اس کا **حج تمتع کہلائے گا**۔

وطن سے واپسی پر عمرہ

سوال میں چار پانچ ماہ وطن میں رہ کر آیا ہوں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم کو سب سے پہلے عمرہ کرنا چاہئے، میں اس سے قبل کئی بار عمرہ اور طواف کر چکا ہوں، کیا وطن سے جدہ واپسی کے بعد عمرہ کرنا ضروری ہے؟ (امتیاز الدین واجد، جدہ)

---

(۱) هدایہ ۲۳۰/۱ (۲) الفقه الاسلامی ۶۶/۳

(۳) الفقه الاسلامی ۱۶۷/۳

جواب وطن سے واپسی کے بعد پہلے عمرہ یا طواف کرنا ضروری نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے مقدس ترین گھر خانۂ کعبہ سے تعلق اور اس سے قرب کا تقاضہ یہ ہے کہ جتنا زیادہ ہوسکے اخلاص وعقیدت مندی کے ساتھ عمرے اور طوافِ بیت اللہ کی سعادت حاصل کی جائے۔(۱)

کیا رمضان میں عمرہ کرنے کے بعد اسی سال حج کرنے سے تمتع ہوگا؟

سوال ایک شخص نے رمضان میں عمرہ کیا، پھر اسی سال حج کرنے کا ارادہ بھی ہے، تو اس شخص کو قربانی دینی ہوگی؟

جواب رمضان میں عمرہ کرنے اور پھر اسی سال حج افراد کا احرام باندھنے سے اس شخص پر کوئی دم واجب نہیں، اس لئے کہ قربانی اس شخص پر ہے جو حج کے ساتھ عمرہ کرے، جو شخص رمضان میں عمرہ کرے، پھر حج کے مہینوں میں حج کا احرام باندھے وہ متمتع نہیں ہوگا، کیوں کہ متمتع اس شخص کو کہتے ہیں جو اشہر حج میں عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرے، پھر اسی سال حج کا احرام باندھ کر فریضہ حج ادا کرے، اشہر حج شوال، ذوقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں رمضان کا مہینہ اشہر حج میں سے نہیں۔

یہ حج افراد کی صورت ہے

سوال میں نوکری کے سلسلے میں ۱۲/ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو مکہ مکرمہ آیا تھا اور اس وقت فوراً ہی ایک عمرہ کیا، اس کے بعد میں نے حج تک ایک بھی عمرہ نہیں کیا، پھر ۸/ ذوالحجہ ۱۴۱۶ھ (۲۵/ اپریل ۱۹۹۶ء) کو اپنی رہائش گاہ سے حج کا احرام باندھ کر منیٰ چلا گیا، حج کے ارکان پورے کئے، حج سے پہلے عمرہ نہ کرنے کی وجہ سے میرا حج ہوا یا نہیں؟ طوافِ قدوم کیا ہے؟ یہ کب کیا جاتا ہے؟ عمرہ اور طوافِ قدوم نہ کرنے کی وجہ سے مجھ پر دم تو لازم نہیں؟ (محمد علی، ریاض)

جواب آپ نے چوں کہ اشہر حج میں عمرہ نہیں کیا، اس لئے آپ کا حج "حج افراد" تھا اور یہ صحیح ہے، عمرہ نہ کرنے کی وجہ سے آپ پر کوئی دم وغیرہ لازم نہیں، اس لئے کہ میقات کے باہر سے آنے والے ہر حاجی کو اختیار ہے کہ وہ حج افراد کرے یا حج تمتع یا حج قران، اگر حج افراد کا

---

(۱) ابن قدامہ لکھتے ہیں: ولا بأس أن يعتمر في السنة مراراً (المغني ۳/ ۱۹۰)

ارادہ ہو تو میقات ہی سے حج کا احرام باندھے گا، جیسا کہ آپ نے کیا اور اگر حج تمتع کا ارادہ ہو تو میقات پر عمرہ کا احرام باندھے، پھر عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول دے اور مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، میقات سے باہر نہ جائے، پھر حج کے ایام میں ۸/ ذوالحجہ کو مکہ میں اپنی رہائش گاہ سے حج کا احرام باندھ کر مناسکِ حج ادا کرے، اگر حج قران کا ارادہ ہو تو میقات پر عمرہ و حج کی نیت سے احرام باندھے، پھر عمرہ کا طواف وسعی کر کے احرام نہ کھولے، پھر اسی احرام میں مناسکِ حج ادا کرے۔

اسی طرح میقات کے باہر سے آنے والے مفرد (حج افراد کرنے والا) اور قارن (حج قران کرنے والا) حاجی پر مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے بعد طوافِ قدوم بیت اللہ شریف کا طواف مسنون ہے، بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے منیٰ جانا چاہئے، اسی طرح قارن عمرہ کا طواف کرنے کے بعد مزید ایک طواف (طوافِ قدوم) کرے، تاہم اگر کوئی حاجی طوافِ قدوم کئے بغیر منیٰ چلا جائے تو اس پر کوئی دم لازم نہیں، کیوں کہ دم واجب چھوٹ جانے پر واجب ہوتا ہے[1] — اور طوافِ قدوم سنت ہے نہ کہ واجب۔

أما طواف القدوم فهو سنة عند جمهور الفقهاء . (۲)

جمہور فقہاء کے نزدیک طوافِ قدوم مسنون ہے۔

عمرہ کے معنیٰ

سوال عمرہ کے لفظی معنیٰ کیا ہیں؟ (شمس الدین احمد۔ جدہ)

جواب عمرہ کے لفظی معنیٰ قصد و ارادہ کے ہیں، صاحبِ مصباح اللغات نے اس کا معنیٰ لکھا ہے: ''آباد مکان کا ارادہ''

افراد، تمتع اور قران کا طریقہ

سوال حج کی تین قسموں (افراد، تمتع اور قران) کی تعریف اور اس کے مناسک ابتداء سے انتہاء تک مختصر طور پر ترتیب سے بیان فرمادیں، تاکہ مجھے اور

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۵۶/۳

(۲) الفقہ الاسلامی ۱۴۴/۳

دوسرے لوگوں کو بھی فائدہ ہو، اس سلسلے میں مختلف باتیں سن کر عام طور پر تردد رہتا ہے۔ (مرزا محمد بیگ، جدہ)

سوال ہم حج افراد کریں تو کس طرح کریں اور اس کے کون کون سے ارکان ہیں؟ برائے مہربانی ترتیب وار بتلادیں، نیز اس کی بھی وضاحت فرمادیں کہ کیا حج افراد کرنے والوں کے لئے ''طوافِ قدوم'' اور ''سعی'' لازم ہیں؟ اگر یہ دونوں لازم ہیں تو انھیں کس وقت ادا کیا جاسکتا ہے؟ (محمد ضیاء الدین کلیم، جدہ)

جواب غالباً اس سے قبل مختلف جوابات کے ضمن میں حج کی تینوں قسموں کی تعریف و توضیح آچکی ہے، نیز حج کے طریقہ سے متعلق ہمارے مضمون میں بھی کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت موجود ہے، تاہم اختصار کے ساتھ یہاں تینوں کو الگ الگ بیان کیا جاتا ہے:

(۱) حج افراد یہ ہے کہ حج کے مہینوں میں صرف حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے یعنی اس سال حج کے سوا اشہرِ حج میں کوئی عمرہ نہ کیا جائے۔ اشہرِ حج سے مراد شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے ہیں۔ شوال سے قبل حج کا احرام باندھنا بہتر نہیں اگرچہ کہ اس طرح کرنے سے حج ادا ہوجاتا ہے، پھر جو شخص حج کا احرام جتنا پہلے باندھے گا اس کے لئے اتنی ہی زیادہ مدت تک احرام کی پابندیاں نبھانی پڑیں گی، کیوں کہ احرام کے بعد حج کے باقی سارے افعال ایام حج ہی میں ہوسکتے ہیں۔ حج افراد کا طریقہ یہ ہے کہ ۷/ ذوالحجہ کو میقات سے حج کی نیت سے احرام باندھ کر مکہ مکرمہ روانہ ہو، طوافِ قدوم کرے، پھر چاہے تو حج کی سعی کرلے، ۸/ ذوالحجہ کو ظہر سے قبل منیٰ پہنچنے کی کوشش کرے، اس دن ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ۹/ ذوالحجہ کی فجر منیٰ میں ادا کرے۔ ۹/ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہو، زوال سے قبل تک پہنچنے نیز مسجدِ نمرہ میں جماعت کے ساتھ ظہر وعصر ایک ہی وقت میں ادا کرنے کی کوشش کرے، نماز کے بعد غروبِ آفتاب تک جتنا ہوسکے تضرع و گریہ وزاری کے ساتھ ذکر، توبہ و استغفار اور دُعا میں مشغول رہے، غروبِ آفتاب کے بعد نماز مغرب ادا کئے بغیر مزدلفہ روانہ ہو، مزدلفہ پہنچ کر مغرب وعشاء ادا کریں، صبح یعنی ۱۰/ ذوالحجہ کو

فجر بعد کچھ دیر ٹھہر کر دُعا وغیرہ میں مشغول ہوں، سورج طلوع ہونے سے تھوڑا پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے روانہ ہوں، منیٰ پہنچ کر جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کی رمی کریں، پھر حلق کر کے احرام کھول دیں، غسل کر کے اور عام سلے ہوئے کپڑے پہن کر مکہ مکرمہ روانہ ہوں اور طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی نہ کی ہو تو اس وقت طواف کے بعد سعی بھی کریں، حج کی سعی واجبات میں سے ہے، اسے طوافِ قدوم کے ساتھ بھی ادا کیا جا سکتا ہے اور طوافِ زیارۃ کے ساتھ بھی، بغیر طواف کے تنہا سعی معتبر نہیں، نیز طوافِ قدوم مسنون ہے، واجب نہیں، یعنی چھوٹ جائے تو کوئی کفارہ نہیں، طوافِ زیارۃ کے بعد پھر منیٰ جائیں ۱۰-۱۱ ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گذاریں ۱۱/اور ۱۲/ ذوالحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کریں اور ہر ایک پر سات کنکریاں ماریں، پہلے چھوٹے شیطان کی رمی کریں، پھر درمیان کی، پھر بڑے کی، ۱۲/ ذوالحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی سے فارغ ہو کر مکہ روانہ ہوں اور طوافِ وداع کرتے ہوئے مکہ مکرمہ واپس ہوں، طوافِ وداع میقات کے اندر رہنے والوں پر واجب نہیں لیکن کر لیا جائے تو بہتر ہے، میقات کے باہر سے آنے والے حجاج پر طوافِ وداع واجب ہے، اس کے بغیر ان کے لئے مکہ سے روانگی دُرست نہیں۔ (۱)

(۲) حج کے مہینوں میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنے پھر اسی سال اسی سفر میں حج کا احرام باندھ کر حج کرنے کو ''حج تمتع'' کہتے ہیں۔ اس میں تمتع کی نیت ہونا ضروری نہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کی نیت سے احرام باندھے، مکہ پہنچ کر عمرہ کا طواف کرے، پھر عمرہ کی سعی کرے، اس کے بعد حلق یا قصر کر کے احرام کھول دے، اب اس پر احرام کی کوئی پابندی باقی نہیں رہے گی، پھر حج تک مکہ ہی میں جہاں تک ہو سکے کثرت سے طواف اور عبادت میں مشغول رہے، پھر ۸/ ذوالحجہ کی صبح مکہ ہی سے حج کی نیت سے احرام باندھ کر منیٰ روانہ ہو، پھر سارے

(۱) ملاحظہ ہو: الفقہ الاسلامی وادلتہ ۲۰/۳-۲۱۵

افعال اسی طرح ادا کرے جس طرح حج افراد کرنے والا کرتا ہے، ہاں اگر متمتع حج کا احرام باندھنے کے بعد منیٰ روانہ ہونے سے قبل حج کی سعی کرنا چاہتا ہو تو نفل طواف کر کے حج کی سعی کر سکتا ہے، اسی طرح دس ذوالحجہ کو حج افراد کرنے والے کے لئے قربانی دینا ضروری نہیں، لیکن حج تمتع کرنے والے کے لئے یعنی جس نے حج سے پہلے حج کے مہینوں میں عمرہ بھی کر لیا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ۱۰/ ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد قربانی کرے، پھر حلق یا قصر کر کے احرام کھول دے، اس کے علاوہ حج افراد اور حج تمتع کرنے والے میں کوئی فرق نہیں۔(۱)

(۳) حج قران کہتے ہیں حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج کی نیت سے ایک ہی احرام باندھ کر عمرہ اور حج کے افعال ادا کرنے کو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ میقات سے حج قران کی نیت سے یعنی عمرہ اور حج کے ارادہ سے احرام باندھے، مکہ پہنچ کر عمرہ کا طواف اور سعی کرے، پھر احرام نہ کھولے، یعنی حلق یا قصر نہ کرے، کیوں کہ اس کو اسی احرام میں حج کے مناسک بھی ادا کرنے ہیں، پھر طواف قدوم کرے جو کہ سنت ہے، اس کے ساتھ چاہے تو حج کی سعی کرے، ورنہ ۱۰/ ذوالحجہ کو طواف زیارت کے بعد کرنا ہوگا، پھر ۸/ ذوالحجہ کو ظہر سے قبل منیٰ پہنچنے کی کوشش کرے اور سارے مناسک اسی طرح ادا کرے جیسا کہ حج افراد کرنے والا ادا کرتا ہے، البتہ دس ذوالحجہ کو متمتع کی طرح قران کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد قربانی کرے، پھر حلق یا قصر کر کے احرام کھول دے۔(۲)

کیا میں حج تمتع کر سکتا ہوں؟

سوال میں رابغ میں مقیم ہوں اور حج تمتع کرنا چاہتا ہوں، کیا میں رابغ یا جدہ سے حج تمتع کے لئے احرام باندھ سکتا ہوں؟ اور کیا سعودی عرب میں رہنے والوں کے لئے تمتع یا قران کرنا چاہئے یا نہیں؟ چوں کہ میں پہلی بار حج کر رہا ہوں،

---

(۱) دیکھئے: الفقه الاسلامی و أدلته ۲۲/۳-۲۲۰

(۲) ملاحظہ ہو: الفقه الاسلامی وأدلته ۲٤/۳-۲۲۲

اگر افراد حج کروں اور قربانی دینا چاہوں تو کیا قربانی دے سکتا ہوں جب کہ حج افراد میں قربانی لازم نہیں؟ **(محمد قیصر عالم، رابغ)**

جواب آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والا ہر شخص چاہے وہ سعودی عرب کے کسی شہر میں رہتا ہو یا دنیا کے کسی بھی ملک کا باشندہ ہو، جب وہ حج کے لئے آئے تو حج افراد، حج تمتع یا حج قران کوئی بھی حج کرسکتا ہے، چاہے اس کا پہلا حج ہو یا دوسرا، تیسرا، البتہ حج افراد کے مقابلہ میں تمتع و قران افضل ہے، میقات کے اندر رہنے والوں کو صرف حج افراد کرنا چاہئے، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

القران فی حق الافاقی أفضل من التمتع والافراد والتمتع فی حقه أفضل من الافراد وهذا هو المذکور فی ظاهر الروایة، هکذا فی المحیط، ولیس لأهل مکة تمتع ولا قران وإنما لهم الافراد خاصة، وکذالك أهل المواقیت ومن دونها إلی مکة فی حکم أهل مکة. (۱)

قران آفاقی کے لئے تمتع اور افراد سے اور تمتع افراد سے افضل ہے، ظاہر الروایہ میں اسی طرح مذکور ہے اور اہل مکہ کے لئے تمتع اور قران جائز نہیں، ان کے لئے صرف افراد کی اجازت ہے، اسی طرح میقات پر رہنے والے اور جو مکہ سے قریب ہیں، اہل مکہ ہی کے حکم میں ہیں یعنی ان کے لئے تمتع اور قران درست نہیں ہے۔

رابغ چوں کہ میقات سے باہر ہے، اس لئے آپ چاہیں تو حج افراد بھی کرسکتے ہیں اور چاہیں تو تمتع یا قران بھی، حج تمتع و قران میں قربانی ضروری ہے اور حج افراد میں ضروری نہیں، لیکن اگر کوئی حج افراد میں بھی قربانی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے، باعثِ ثواب ہے، آپ رابغ ہی سے احرام باندھیں، جدہ سے احرام باندھنا آپ کے لئے درست نہیں۔

---

(۱) هندیه ۲۳۹/۱

متمتع کے لئے سفر جدہ

سوال میں نے عمرہ کا احرام باندھا، میرا ارادہ حج تمتع کا تھا، عمرہ کرنے کے بعد میں جدہ گیا، اب مکہ واپس آ کر حج کا احرام باندھ کر حج کروں تو کیا میرا حج، حج تمتع ہوگا یا حج افراد؟

جواب صحیح بات یہ ہے کہ اس طرح کرنے والا تمتع سے خارج نہیں ہوگا، جب کوئی شخص تمتع کے ارادہ سے رمضان کے بعد عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو جائے، پھر عمرہ کرنے کے بعد اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے جدہ یا طائف وغیرہ حدودِ میقات کے اندر ہی کے شہر تک جائے تو وہ متمتع باقی رہے گا۔

اگر چہ بعض اہل علم نے یہ بات کہی ہے کہ اگر کوئی متمتع عمرہ کے بعد مکہ چھوڑ کر سفر کی مسافت کے بقدر چلا جائے، پھر واپس آ کر حج کا احرام باندھ کر حج کرے تو اس طرح کرنے سے اس کا حج ٹوٹ جائے گا اور اس کا حج، حج افراد ہوگا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حج اور عمرہ کے درمیان اس طرح کے تصرفات سے تمتع باطل ہو کر وہ شخص مفرد نہیں ہو جائے گا، بلکہ اس کا حج تمتع باقی رہے گا، ہاں اگر کوئی لوٹ کر اپنے وطن آ جائے اور پھر حج کرے تو اس سے تمتع ٹوٹ جائے اور وہ مفرد بالحج شمار ہوگا(۱) —— ایسی صورت میں اس پر ''دمِ تمتع'' واجب نہیں، یہی بات سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

افراد یا قران کی نیت کے بعد تمتع کا ارادہ

سوال جو شخص حج افراد کی نیت سے احرام باندھے، پھر مکہ پہنچنے کے بعد تمتع کے ارادہ سے عمرہ کر کے احرام کھول دے تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہے؟

جواب فقہاءِ حنابلہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے کہ حج کرنے والا چاہے حج افراد کی نیت سے آئے یا عمرہ کے ساتھ حج کرنے کے ارادہ سے حج قران کا احرام باندھ کر آئے، اگر اس کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور نہیں ہے تو وہ افراد و قران کی نیت کو تمتع میں بدل کر عمرہ کرے، پھر احرام کھول کر دوبارہ ۸/ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھے اور مناسکِ حج ادا کرے

---

(۱) ویبطل تمتع المتمتع إذا عاد بلده بعد فراغه من العمرة (الفقه الاسلامی ۲۲۱/۳)

''دمِ تمتع'' دے یعنی ایک جانور قربان کرے جو متمتع پر واجب ہے، ہاں اگر قربانی کا جانور ساتھ ہے تو پھر احرام کی نیت تبدیل نہ کرے، بلکہ اسی نیت پر قائم رہے، پھر اگر مفرد بالحج ہو تو حج اور اگر قارن ہو تو عمرہ وحج کے مناسک ادا کرنے کے بعد یوم النحر کو قربانی کر کے احرام کھول دے(۱) — ایسا اس لئے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو اسی کا حکم دیا تھا کہ بعض صحابہ ؓ قارن تھے، بعض مفرد بالحج اور ان کے ساتھ قربانی کا جانور نہ تھا، آپ ﷺ نے ایسے اصحاب کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے احرام کو عمرہ میں تبدیل کر دیں، چنانچہ ان صحابہ کرام ؓ نے طواف وسعی اور قصر کے بعد احرام کھول دیا، سنت بھی یہی ہے کہ جو شخص بھی حج یا عمرہ و حج ایک ساتھ کرنے کی نیت سے مکہ آئے اور اس کے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے احرام کو عمرہ کی نیت میں بدل کر طواف وسعی اور قصر کر کے احرام کھول دے، پھر اپنے وقت پر حج کا احرام باندھے، اس طرح یہ شخص متمتع ہو جائے گا اور اس پر ''دمِ تمتع'' یعنی ایک جانور کی قربانی واجب ہوگی۔(۲)

حنفیہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک جس شخص نے حج کا احرام باندھا تھا، اس کے لئے تمتع کر کے اس احرام کا کھولنا درست نہیں۔(۳)

تمتع کا وقت اور یوم ترویہ سے پہلے حج کا احرام

سوال کیا متمتع کے لئے کوئی وقت متعین ہے جس میں وہ تمتع کرے گا؟ نیز اس کے لئے یوم ترویہ سے پہلے حج کا احرام باندھنا صحیح ہے؟

جواب ہاں تمتع کا وقت متعین ہے اور وہ شوال، ذوقعدہ اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں، تمتع کی نیت سے شوال سے پہلے احرام باندھنا صحیح نہیں، افضل صورت یہ ہے کہ (اشہر حج میں) عمرہ کا احرام الگ باندھے پھر جب اس سے فارغ ہو جائے تو (۸/ذوالحجہ کو) حج کا احرام باندھے، تاہم عمرہ سے حلال ہونے کے بعد اگر ۸/ذوالحجہ سے پہلے بھی حج کا احرام باندھ لے تو درست ہے، کچھ حرج نہیں۔

---

(۱) الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۲۲۵/۳ (۲) الفقہ اسلامی وأدلتہ ۲۲۴/۳

(۳) المغنی ۱۲۲/۳

کیا شوال میں عمرہ کرنے کے بعد حج قران صحیح ہے؟

سوال آپ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا تھا کہ شوال یا ذوقعدہ میں اگر کوئی عمرہ کرے، پھر اسی سال حج کرے تو اس کا حج ''حج تمتع'' ہوگا، میں نے گذشتہ سال عید الفطر کے دن عمرہ کیا اور پھر اسی سال حج کیا، میقات سے قران کی نیت کی، ۷/ذوالحجہ کی صبح عمرہ کیا اور پھر اسی احرام میں حج ادا کیا، کیا میرا یہ حج صحیح ہوا، یا دوبارہ حج فرض ہوگا؟

جواب آپ کا حج قران صحیح تھا، آپ پر دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں۔ (۱)

حج افراد میں قربانی بہتر ہے

سوال الحمدللہ کئی بار عمرہ ادا کیا اور ایک بار حج کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور ہم پانچ چھ دوستوں نے مل کر اونٹ کی قربانی کی، یہاں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جو لوگ پہلے عمرہ کر چکے، ان کے لئے حج میں قربانی دینے کی ضرورت نہیں، اس بات پر یقین کر کے میرے ایک دوست نے پچھلے سال حج کیا، لیکن انھوں نے قربانی نہیں کی، کیوں کہ وہ پہلے عمرہ کر چکے ہیں، یہ بات کہاں تک درست ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ اس سال والد صاحب مرحوم کی طرف سے حج کرنے کا ارادہ ہے، کیا اب بھی میرے لئے قربانی دینا ضروری ہے؟ اگر اس میں قربانی دینا ضروری نہیں تو قربانی کے پیسے اپنے محلے کی مسجد میں بطور چندہ جمع کر سکتا ہوں یا پھر اس سے کسی غریب کی مدد کر سکتا ہوں یا نہیں؟ (عبدالرحمٰن، الاماس)

جواب حج افراد کرنے والے پر حج میں قربانی لازم نہیں، اختیار ہے، چاہے قربانی کرے یا نہ کرے، البتہ حج تمتع اور حج قران کرنے والے پر قربانی لازم و ضروری یعنی واجب ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

---

(۱) القران هو أن يجمع بين احرام الحج والعمرة من الميقات او بله فى أشهر الحج او قبلها
هندية ۲۳۷/۱ ، المغنى ۱۲۲/۳

اتفق العلماء على أن المتمتع والقارن يلزمهما إذا أحرما بالحج الهدي لقوله تعالىٰ : فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ . (۱)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متمتع اور قارن اگر حج کا احرام باندھیں تو ان پر ہدی لازم ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : " فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى " .

یہ بات دُرست نہیں کہ جو لوگ پہلے عمرہ کر چکے ہوں ان کے لئے حج میں قربانی ضروری نہیں ۔ بلکہ قربانی کا تعلق حج تمتع اور قران سے ہے کہ متمتع اور قارن حاجی پر قربانی ضروری ہے، حج تمتع کہتے ہیں ایک ہی سفر میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کرنے اور پھر حج تک مکہ یا میقات کے اندر ہی مقیم رہ کر حج کے دنوں میں حج کی نیت سے احرام باندھ کر حج کا فریضہ ادا کرنے کو اور قارن کہتے ہیں میقات سے عمرہ و حج کی نیت سے ایک ہی احرام باندھ کر پہلے عمرہ کا طواف وسعی کر کے حج تک حالتِ احرام میں رہ کر اسی احرام میں مناسکِ حج ادا کرنے کو، میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے حج افراد ہی ہے، قران یا تمتع نہیں، حج افراد کہتے ہیں اس حج کو کہ میقات سے یا میقات کے اندر رہنے والے اپنے گھر یا حدودِ حل سے حج کا احرام باندھ کر حج ادا کریں، حج سے قبل اشہر حج میں کوئی عمرہ نہ کریں، ہاں اگر کوئی آفاقی (میقات سے باہر رہنے والا شخص) اشہر حج میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کرے پھر اپنے گھر میقات سے باہر چلا جائے اور ایامِ حج میں میقات سے حج کا احرام باندھ کر آئے اور مناسکِ حج ادا کرے تو اس کا یہ حج بھی " حج افراد " ہی ہوگا نہ کہ " حج تمتع " کیوں کہ گھر لوٹنے کی وجہ سے اس کا پہلا سفر باطل ہوگیا اور اس کا عمرہ و حج دو الگ الگ اسفار میں واقع ہوئے۔

اس تفصیل کی روشنی میں گذشتہ سال اگر آپ کے دوست نے حج افراد کیا ہو تو ان پر قربانی ضروری نہ تھی اور اس سال اگر آپ اپنے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرتے

---

(۱) الفقه الاسلامی ۳/۲۲٤

ہوئے حج افراد کریں، تو آپ پر قربانی ضروری نہ ہوگی اور اگر حج تمتع یا قران کریں تو قربانی ضروری ہوگی، اگر قربانی ضروری و واجب ہو تو اس کی رقم صدقہ کرنے یا کسی اور نیک کام میں لگانے سے قربانی کا فریضہ ادا نہ ہوگا اور نہ قربانی ذمہ سے ساقط ہوگی، بلکہ جانور ذبح کرنا ہی ضروری ہوگا، ہاں اگر قربانی واجب نہ ہو تو نفل قربانی کے بدلے اس رقم سے صدقہ وخیرات بھی کیا جاسکتا ہے، یہ حقیقت میں قربانی کا بدل نہیں، بلکہ ایک مستقل کارِ خیر ہے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ قربانی کے ایام میں دوسرے نیک کاموں کے مقابلے اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا ہی زیادہ باعثِ اجر و ثواب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماعمل ابن ادم یوم النحر عملاً أحب إلى الله عزوجل من هراقة دم وإنه ليأتى يوم القيامة بقرونها وأظلافها واشعارها وإن الدم ليقع من الله عزوجل بمكان قبل أن يقع على الارض فطيبوا بها نفسا۔ (۱)

قربانی کے دن خون بہانے کے مقابلہ ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک محبوب نہیں، وہ قیامت کے دن اپنے سینگ، کھر اور بال کے ساتھ آئے گا اور اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کے پاس پہنچ جاتا ہے، اس لئے خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔

کیا حج کے بعد قربانی سات سال تک ضروری ہے؟

سوال: حج کے بعد ایک قربانی لازم ہے یا یہ کہ سات سال تک یعنی سات قربانیاں کرنی ضروری ہیں؟ بعض لوگ پاکستان میں قربانی کرتے ہیں، لیکن انھوں نے حج ادا نہیں کیا ہوتا ہے، نیز اگر ایک آدمی نے تین سال برابر قربانی کی ہو اور چوتھے سال نہ کرسکتا ہو تو اس میں کوئی حرج تو نہیں، یعنی پہلے والی تین اور ایک سال کے وقفہ کے بعد کی چار قربانیاں کافی ہو جائیں گی یا اس کو دوبارہ شروع کرنا ہوگا اور سات قربانیاں دینا ہوں گی؟ (سید تصور حسین، جدہ)

جواب: حج کی وجہ سے حج کے بعد کوئی قربانی لازم نہیں، نہ ایک قربانی اور نہ سات سال تک

(۱) ابن ماجه عن عائشةؓ، باب ثواب الاضحية، كتاب الاضحية حديث ۳۱۲۶

ہر سال ایک قربانی۔ حج میں بھی قربانی صرف تمتع و قران میں ضروری ہے، حج افراد میں قربانی ضروری نہیں، تمتع و قران کی قربانی ایام نحر ہی میں اور حدودِ حرم ہی میں ہوگی، کہیں اور یہ قربانی جائز نہیں، اسی طرح حج میں کسی غلطی کی وجہ سے کوئی دم لازم ہوا ہو تو اس کی قربانی بھی حدودِ حرم میں ضروری ہے، حج کے بعد سات سال تک تسلسل یا بلا تسلسل کے قربانی کا تصور غلط ہے۔

ہاں حج کے علاوہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر ہر سال ہر صاحبِ استطاعت پر قربانی لازم ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا. (۱)

جس کو قربانی کی استطاعت ہو اور پھر بھی قربانی نہ کرے تو ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

اس قربانی کا حج سے کوئی تعلق نہیں، چاہے کوئی حج کرے یا نہ کرے، نیز وہ دُنیا کے کسی بھی خطہ اور ملک میں رہتا ہو، اگر وہ قربانی کے ایام میں صاحبِ استطاعت ہو اور قربانی کی استطاعت رکھتا ہو تو اس پر قربانی ضروری ہے، یہ قربانی ہر سال ضروری ہے، حج کی طرح نہیں کہ یہ زندگی میں ایک ہی مرتبہ فرض ہے، ہاں اگر کسی سال کوئی شخص قربانی کے ایام میں صاحبِ استطاعت برقرار نہ رہے تو اس سال اس پر قربانی ضروری نہ ہوگی، نیز آئندہ سال اس کی قضا بھی ضروری نہ ہوگی، اس قربانی کا کسی خاص مقام پر ہونا ضروری نہیں، کہیں بھی ہو قربانی ہو سکتی ہے، بہتر یہ ہے کہ جو شخص جہاں ہو وہیں اپنے ہاتھ سے اپنی قربانی کا جانور ذبح کرے، لیکن اگر کوئی یہاں رہ کر اپنے وطن میں اپنی طرف سے قربانی کروانا چاہے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

والدہ کو عمرہ کرانا

سوال میرے ایک دوست اپنی والدہ کو عمرہ کرانا چاہتے ہیں، لیکن وہ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ خود سارا خرچ برداشت کریں، اس لئے تین بھائی

---

(۱) نيل الاوطار ۵/ ۱۰۸، مستدرك الحاكم ۲/ ۳۸۹، الترغيب كتاب العيدين والأضحية، باب الترغيب في الاضحية، حديث ۱۶۲۸

اور ایک بہن مل کر خرچ برداشت کر رہے ہیں، کیا یہ عمل صحیح ہے؟ (محمد یامین)

جواب جی ہاں! دو تین بہن بھائی مل کر اپنی والدہ یا والدین کو حج وعمرہ پر بلا سکتے ہیں۔

اہل میقات کے لئے کون سا حج؟

سوال مکہ والے اور میقات والے کون سا حج کریں؟ (عارف خاں، جدہ)

جواب مکہ والے اور میقات والے حج افراد کریں، یہی ان کے لئے زیادہ بہتر وانسب ہے، قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے :

ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ . (۱)

تمتع وقران اس کے لئے ہے جو مسجدِ حرام کے قریب کا نہ ہو۔

بیوی بچوں کا عمرہ کرانا

سوال میں تین سال سے یہاں برسر روزگار ہوں، ہر سال ایک ماہ کی چھٹی پر وطن جاتا ہوں، اس دفعہ ایگریمنٹ ختم کر کے جانے کا ارادہ تھا، مگر ایک دوست نے مشورہ دیا کہ اللہ نے موقع دیا ہے، تو ایک سال اور محنت کر کے والدین اور بیوی بچوں کو عمرے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے بلوا لو، لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میرا کوئی ذاتی مکان نہیں، کرایہ کے مکان میں رہتا ہوں، میرے بھائی شادی کے قابل ہیں، مگر ان کے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ وہ شادی کا خرچ برداشت کر سکیں، بڑی بہن حال ہی میں بیوہ ہو گئی ہیں، ان کی بیٹیاں بھی جوان ہیں اور ان کا بھی بوجھ میرے ذمہ ہے، کیا میں ان وجوہات کی موجودگی میں والدین یا بیوی بچوں کو عمرہ کرا سکتا ہوں اور کیا میرا یہ عمل درست ہوگا؟ (ابو ہریرہ، ابہا)

جواب والدین یا بیوی بچوں کو حج وعمرہ کرانا واجب وضروری نہیں، البتہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہو اور وہ والدین و بیوی کو حج وعمرہ کرا دے تو یہ یقیناً اس کے لئے کارِ خیر اور باعثِ سعادت وثواب ہے، جن مسائل وضروریات کا آپ نے ذکر کیا ہے، ان کے

---

(۱) البقرۃ ۱۹۶

ہوتے ہوئے اگر والدین اور بیوی بچوں کو حج کرانا مشکل ہو تو بہتر یہ ہے کہ آپ فی الوقت اس کا ارادہ ترک کریں، والدین، بیوی بچوں کے ساتھ اپنی بیوہ بہن اور بھانجیوں وغیرہ کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل اور ان کی مدد و نصرت کو ترجیح دیں، انشاء اللہ یہ آپ کے لئے زیادہ ثواب کی بات ہے، پھر اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ استطاعت دے تو والدین اور بیوی بچوں کو بھی حج و عمرہ کروالیں۔ واضح ہو کہ اگر آپ پر حج فرض ہوا اور آپ نے اسے ادا نہ کیا ہو تو جن مسائل و ضروریات کا آپ نے ذکر کیا ہے، وہ آپ کے لئے شرعاً عذر نہیں، بلکہ پہلی فرصت میں آپ کو یہ فریضہ انجام دینا ہوگا، ہاں والدین یا بیوی بچوں کو آپ حج و عمرہ کروائیں گے، تو یہ ان کے لئے چوں کہ نفل ہوگا، اس لئے اس کے مقابلے آپ بیوہ بہن کی مدد اور بھانجیوں کی شادی وغیرہ کی تکمیل کو ضرور ترجیح دے سکتے ہیں۔

قرض کے ساتھ حج کی ادائیگی

سوال مجھ پر تقریباً بارہ ہزار ریال کا قرض ہے، حالات ایسے نہیں کہ میں اسے جلد ادا کرسکوں، تقریباً سات برس سے مقروض ہوں، اسی لئے میں نے آج تک حج نہیں کیا، آپ ہی بتائیں کہ کیا میں حج کرلوں یا نہیں؟ (محمد ندیم، الطائف)

جواب اگر مستقبل قریب میں اس قرض کی ادائیگی کی صورت اور اُمید نہیں تو آپ پر حج کرنا فرض نہیں ہے۔(۱)

ماہِ ربیع الاوّل میں عمرہ کرنا

سوال ربیع الاوّل کے مہینے میں رسولِ کریم ﷺ کی ولادت کی مناسبت سے آپ ﷺ کے لئے عمرہ کرنا یا ربیع الاوّل کے مخصوص ایام کی وجہ سے نیتِ عمرہ کر کے عمرہ کرنا کیسا ہے؟

جواب ربیع الاوّل کی مناسبت سے اور باقاعدہ اہتمام سے اس دن عمرہ کرنا سلفِ صالحین سے ثابت نہیں ہے، رسول کریم ﷺ کا ہر اُمت پر حق ہے کہ آپ ﷺ سے سچی، حقیقی محبت

---

(۱) ویعتبر ان یکون فاضلاً عن قضاء دینہ، لان قضاء الدین من حوائجہ الاصلیۃ ویتعلق بہ حقوق الادمیین فھو اکد (المغنی ۱۲۰/۳، ھندیہ ۲۱۷/۱)

کرے، محبت اطاعتِ کاملہ کا نام ہے آپ ﷺ کے لئے عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

ہر متمتع پر قربانی واجب ہے

سوال شوال یا ذوالقعدہ میں خاندان کے سب افراد نے عمرہ اور پھر اسی سال حج ادا کیا ہو تو کیا سب پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہوگی؟ ایک مولوی صاحب نے بتایا کہ سب کی طرف سے ایک ہی قربانی کافی ہوگی؟ کیا یہ صحیح ہے؟ (محمود، جدہ)

جواب ہر متمتع اور قارن پر قربانی واجب ہے۔ اگر خاندان کے تمام افراد نے شوال یا ذوالقعدہ میں عمرہ، پھر اسی سال حج کیا تو یہ حج تمتع ہوا، لہٰذا گھر کے تمام افراد کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہوگی (۱) — حج کے علاوہ بقرعید کے موقع پر کی جانے والی قربانی کے سلسلے میں حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ گھر کے ہر فرد پر قربانی واجب نہیں، بلکہ تمام افراد کی طرف سے ایک جانور ذبح کر دینا ہی کافی ہے (۲) — جب کہ احناف اور دوسرے فقہاء کے یہاں ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، اگر ایک گھر میں دو تین افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ان پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی (۳) بہر حال حج کی قربانی سے اس کا کوئی تعلق نہیں، وہ تمام ائمہ کے نزدیک ہر حج تمتع یا قران کرنے والے پر واجب ہے۔

شوہر اِفراد اور عورت تمتع کرنا چاہے

سوال میں اس سال اپنی بیوی کے ساتھ حج کرنا چاہتا ہوں، میری بیوی حج تمتع کرنا چاہتی ہے، جب کہ میرا ارادہ حج اِفراد کا ہے، چوں کہ ہم دونوں کا اکٹھے حج کرنے کا ارادہ ہے، لہٰذا ہم کیا کریں؟

جواب آپ دونوں احرام باندھ کر جو حج کرنا چاہتے ہوں، اس کی نیت کر لیجئے اور حرم جا کر طواف کر لیجئے، اگر آپ حج افراد کرنا چاہتے ہیں تو طوافِ قدوم کی نیت کریں اور صرف

---

(۱) یجب باجماع العلماء علی القارن والمتمتع ان یذبح هدیاً لقوله تعالیٰ: فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ (الموسوعة الفقهية ۴۴/۱۷، المغنی ۲۴۲/۳)

(۲) حوالۂ سابق

(۳) الفقه الاسلامی وأدلته ۶۰۳/۳

طواف کریں، جب کہ آپ کی اہلیہ اگر حج تمتع کرنا چاہتی ہیں یا قران کرنا چاہتی ہیں تو عمرہ کی نیت سے طواف کر کے پھر سعی کریں، اگر تمتع ہے تو احرام کھول لیں، اگر قران کی نیت ہے تو آپ کی اہلیہ احرام نہ کھولیں اور اسی احرام میں آپ دونوں آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ چلے جائیں اور باقی مناسکِ حج ادا کریں۔

طواف سے متعلق مسائل

مقامِ ابراہیم سے طواف کی ابتداء

سوال میں نے رمضان کے آخر دن عمرہ ادا کیا تھا، مجھ سے ایک غلطی یہ سرزد ہوگئی کہ میں نے مقامِ ابراہیم کو حجر اسود جان کر طواف کیا اور وہیں سے سات چکر پورے کئے، کیوں کہ مجھے حجر اسود کا پتہ نہ تھا اور بھیڑ بھی زیادہ تھی، کیا مجھ پر دم واجب ہوگا؟ (محمد ضیاء الدین، ریاض)

جواب مستحب یہ ہے کہ طواف کی ابتداء حجر اسود سے کی جائے چناں چہ نبی کریم ﷺ جب مکہ معظمہ تشریف لائے تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

أتی الحجر فاستلمه ثم مشی علی یمینه فرمل ثلاثا ومشی اربعا (۱)

حجر اسود کے پاس تشریف لائے، اس کا استلام کیا، پھر داہنی طرف چلے، طواف کی تین شوطوں میں رمل کیا اور چار شوطوں میں آہستہ آہستہ چلے۔

اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ حجر اسود سے طواف کی ابتداء کا شرعی حکم کیا ہے؟ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فرض ہے (۲) —— اس لئے اگر کوئی شخص حجر اسود سے طواف کی ابتداء نہ کرے تو وہ شوط کالعدم ہوگا، اس کی جگہ دوسرا شوط کرنا ہوگا، المغنی میں ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

فإذا قلنا بوجوب ذلك فلم يفعله أو بدأ بالطواف من دون الركن

---

(۱) نسائی عن جابر ، باب کیف یطوف اول ما یقدم

(۲) المغنی ۲۱۵/۵ ، ط : ریاض

كالباب ونحوه ، لم يحتسب له بذلك الشوط .

پس جب اس کے وجوب کے ہم قائل ہیں تو اگر کوئی شخص طواف نہ کرے یا حجر اسود کو چھوڑ کر دوسری جگہ مثلاً دروازہ کے پاس سے طواف شروع کرے تو اس شوط کو شمار نہیں کیا جائے گا۔

اگر اس شوط کا اعتبار نہ ہوا تو پھر طواف کے شوطوں میں حساب کی صورت کیا ہوگی؟ خود علامہ لکھتے ہیں :

ويحتسب بالشوط الثاني وما بعده ويصير الثاني اوّله ، لأنه قد حاذىٰ فيه الحجر بجميع بدنه وأتى علىٰ جميعه ، فإذا أكمل سبعة أشواط غير الاول ، صح طوافه وإلا لم يصح . (۱)

البتہ دوسرے شوط اور اس کے بعد کے شوطوں سے اس کی گنتی ہوگی ، دوسرا شوط پہلا سمجھا جائے گا ، کیوں کہ اس شوط میں حجر اسود کے سامنے اپنے پورے وجود کے ساتھ آیا اور طواف کیا ، لہٰذا پہلا شوط چھوڑ کر جب سات شوط پورے ہو جائیں تو اس کا طواف صحیح ہے ، ورنہ صحیح نہیں۔

لیکن احناف کے نزدیک حجر اسود سے طواف کی ابتداء لازم نہیں ، محض مستحب ہے ، اگر کوئی شخص حجر اسود کے بجائے کسی اور جگہ سے طواف کی ابتدا کرے تو بھی طواف درست ہے۔ کاسانیؒ کا بیان ہے :

وأما الابتداء من يمين الحجر لا من يساره فليس من شرائط الجواز بلا خلاف بين اصحابنا حتى يجوز الطواف معكوسا بأن افتتح الطواف عن يسار الحجر و يعتدبه . (۲)

حجر اسود کی دائیں جانب شروع کرنا اور بائیں جانب سے شروع نہ کرنا طواف کی صحت کے لئے ائمہ احناف کے نزدیک بالاتفاق شرط نہیں ہے ، یہاں

---

(۱) حوالہ سابق

(۲) بدائع ۳۱۲/۲ ، ط : بيروت ، ردّالمحتار ۱۴۷/۲ ، ط : ديوبند ، انڈيا

تک کہ خلافِ ترتیب بھی طواف درست ہوتا ہے اور اس کا شمار ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ حجر اسود کے بائیں جانب سے طواف کی ابتداء کی جائے، لیکن زیادہ صحیح مسلک حنابلہ کا ہے کہ طواف میں ابتداء حجر اسود ہی سے کی جائے۔

طواف کے درمیان فصل

سوال میں نے سالِ گذشتہ حج کی سعادت حاصل کی، طوافِ قدوم کرتے ہوئے تین چکر کے بعد پیشاب کا تقاضہ محسوس ہونے لگا، قضاءِ حاجت کے بعد وضو کر کے دوبارہ طواف کیا جس میں چھ چکر پورے کیے، جملہ 9 چکر میں نے لگائے، کیوں کہ مجھے اس مسئلہ میں کچھ شک ہو گیا تھا، پھر میں نے حرم شریف کے ایک مکتب میں بیٹھے سعودی سے دریافت بھی کیا تو انھوں نے کہا کہ میرا طواف صحیح ہو گیا، کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دے کر شک دور فرمائیں۔ (سید انور اللہ، ریاض)

جواب طواف کے چکروں کے درمیان بغیر کسی عذر کے فصل کرنا مکروہ ہے، تاہم اس طرح طواف دُرست ہو جاتا ہے، اگر کسی عذر کی بناء پر فصل ہو جائے جب تو کراہت بھی نہیں، آپ کا طواف درست تھا، کسی شبہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔

اس مسئلہ میں بدائع کے اس جزئیہ سے ہمیں روشنی ملتی ہے کہ :

اما إذا طاف محدثا أو طاف اربعة أشواط فإن عاد وطاف ، جاز ، لأن النقص بجنسه . (۱)

اگر کسی نے بے وضو طواف کیا یا صرف چار شوط طواف کیا تو اگر لوٹ کر آئے اور طواف کر لے تو طواف درست ہے، اس لئے کہ دوسرا طواف کر کے اس نے نقصان کی تلافی کر دی۔

طواف میں اضطباع

سوال میں عمرہ کرنے گیا تھا، طواف کرتے ہوئے دائیں بازو کے نیچے سے احرام

---

(۱) بدائع ۳۱۶/۲

نکالنا بھول گیا، یہاں جدہ آ کر ایک ساتھی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ صرف طواف کے پہلے تین چکروں میں کرنا چاہئے اور وہ بھی طوافِ قدوم میں، کیا میرا طواف درست تھا یا نہیں؟ نیز بتائیں کہ اضطباع کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی؟

جواب رمل اور اضطباع مردوں کو کرنا چاہئے، عورتوں کو نہیں۔ ان دونوں کی مشروعیت کی وجہ یہ ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام ؓ عمرۃ القضا کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے تو مشرکین مکہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب وہوا نے کمزور کر دیا ہے، یہ ہمارا مقابلہ تو کیا طواف بھی نہیں کر سکیں گے، مسلمانوں کا طواف دیکھنے کے لئے وہ دارالندوہ میں اور مکانوں کی چھت پر بیٹھ گئے، رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں رمل اور اضطباع کرو، تا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں کو بہادر سمجھیں اور باقی چار پھیروں میں معمولی چال چلو، مشرکین نے جب مسلمانوں کو اس طرح دوڑتے ہوئے دیکھا تو اپنے خیال کو غلط پا کر بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے یہ تو ہرن کی طرف اُچھلتے، کودتے ہیں اور ہم سے زیادہ طاقتور ہیں (۱) —— شروع شروع میں رمل کی ابتداء یوں ہوئی، لیکن بعد میں ہمیشہ کے لئے مسنون قرار دیا گیا، صحابہ کرام ؓ اور دوسرے مسلمانوں نے اس پر عمل کیا، ایک دفعہ سیدنا عمر ؓ نے اسے موقوف کرنا چاہا مگر سوچ کر فرمایا: ''جو کام رسول اللہ ﷺ کرتے تھے، ہم اسے نہیں چھوڑیں گے'' (۲) —— اس لئے طواف میں اضطباع اور رمل دونوں مسنون ہیں، شرائط و واجبات میں سے نہیں ہے۔

اگر کوئی طواف کے درمیان اضطباع کرنا بھول جائے تو اس پر کوئی گناہ یا کفارہ واجب نہیں، اس کا طواف درست سمجھا جائے گا، البتہ عمداً ایسا نہیں کرنا چاہئے اور یہ اضطباع طواف کے پورے سات چکروں میں ہوگا، البتہ رمل (یعنی سینہ تان کر اور اکڑ کر چلنا) طواف

---

(۱) بخاری کیف بدا الرمل، کتاب الحج ۱۶۰۲

(۲) بخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرۃ ۱۶۰۵

کے پہلے تین چکروں میں سنت ہے اور رمل ہر اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی کرنی ہو، جیسے عمرہ کا طواف یا حج کا طواف وغیرہ۔ یہ احناف اور شوافع کی رائے ہے۔ دکتور وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

الرمل ، وهو عند الحنفية و الشافعية سنة في كل طواف يعقبه سعى بأن يكون بعدطواف القدوم أو ركن يعقبه سعى . (۱)

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک رمل ہر اس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو جیسے طوافِ قدوم اور طوافِ زیارت کہ اس کے بعد سعی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک رمل اور اضطباع صرف طوافِ قدوم اور عمرہ کے طواف میں مسنون ہے (۲) — کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے جس طواف میں رمل فرمایا وہ قدوم کا تھا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے سعی فرمائی تھی (۳) اضطباع ہر اُس طواف میں ہوگا جو حالتِ احرام میں (احرام کی چادروں میں) کیا جائے، چاہے وہ طوافِ قدوم ہو یا عمرہ یا حج کا طواف ہو، جو طواف عام لباس میں کیا جائے جیسے نفل طواف یا احرام کھولنے کے بعد طواف، یا طوافِ زیارت، یا طوافِ وداع وغیرہ تو ظاہر ہے اس میں اضطباع کی صورت نہیں ہوگی۔

حرم میں داخلہ کے بعد نفل یا طواف؟

سوال حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے نفل نماز پڑھنا چاہئے یا کہ طواف کرنا بہتر ہے؟ (محمد نعیم حیدر، جدہ)

جواب حرم شریف میں داخل ہونے کے بعد پہلے نفل نماز پڑھ سکتے ہیں، لیکن داخل ہوتے ہی سب سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کرنا افضل ہے، اس لئے کہ نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ چناں چہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

لما قدم النبي ﷺ مكة دخل المسجد فاستلم الحجر ثم مضىٰ على

---

(۱) الفقه الاسلامي ۱۶۷/۳ (۲) المغنی ۲۱۶/۵

(۳) ملاحظہ ہو : ابو داؤد ، باب الاضطباع في الطواف ، كتاب المناسك ، ابن ماجه ، باب الاضطباع ، كتاب المناسك

يمينه فرمل ثلاثاً ومشىٰ اربعاً. (۱)

جب آپ ﷺ مکہ آئے تو مسجد حرام میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو بوسہ دیا، پھر اپنے داہنی طرف چل پڑے، تین مرتبہ میں رمل کیا اور چار مرتبہ عام چال چلے۔

سوال ہم مکہ جاتے ہیں تو کبھی حرم میں فرض نماز پڑھ کر واپس آجاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ یا حرم میں داخل ہونے کے بعد طواف کرنا لازم ہے؟

جواب بہتر ہے کہ حصولِ ثواب کے لئے طواف بھی کرلیں، لیکن یہ لازم نہیں ہے، بغیر طواف کئے بھی واپس آسکتے ہیں۔

سوال طواف کی نیت سے مکہ جاتے ہوئے کیا گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر ہی روانہ ہونا چاہئے؟

جواب ضروری نہیں، ویسے نفل نماز مکروہ، ممنوع اوقات کے علاوہ کبھی بھی پڑھی جاسکتی ہے، خاص کر طواف کی نیت سے سفر مکہ کے وقت کوئی نماز مشروع نہیں۔

سوال کیا عام کپڑوں میں طواف کیا جاسکتا ہے؟ یا اس کے لئے بھی احرام ضروری ہے؟

جواب عمرہ اور حج ہی کے لئے احرام ضروری ہے، صرف طواف کرنا ہو تو اس کے لئے احرام ضروری نہیں، بلکہ عام کپڑوں میں طواف کیا جاسکتا ہے۔

سوال کیا رکن یمانی کو ہر چکر پر ہاتھ لگانا چاہئے یا بوسہ دینا چاہئے؟

جواب رکن یمانی کو نہ بوسہ دیا جائے اور نہ ہی ہاتھ سے اشارہ کیا جائے، البتہ اگر قریب سے گذریں اور ممکن ہو تو دائیں ہاتھ سے اس کو چھونا مسنون ہے۔ (۲)

سوال ایک صاحب کہتے ہیں کہ دورانِ طواف کعبۃ اللہ پر نظر نہیں پڑنی چاہئے، کیا یہ بات صحیح ہے؟

---

(۱) ترمذی، باب ماجاء كيف الطواف ۸۵٦

(۲) المغنی ۱۸۸/۳

جواب　دورانِ طواف بعض فقہاء کے نزدیک کعبہ پر نظر ڈالنا مکروہ ہے، اس لئے نیچے اور سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے خشوع وخضوع سے طواف کیا جائے۔

سوال　ہم جدہ میں مقیم ہیں، آفس کے کام سے کبھی مکہ مکرمہ جانا پڑتا ہے، ایک دوست کہتے ہیں کہ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل نہیں ہونا چاہئے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب　حج یا عمرہ کا ارادہ نہ ہوتو آپ بغیر احرام کے مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔

سوال　رشتہ دار یا دوست احباب سے ملنے کے لئے کبھی مکہ مکرمہ جائیں تو ملاقات کے بعد سیدھے جدہ واپس آسکتے ہیں یا حرم جاکر آنا ہی ضروری ہے؟

جواب　یہ ضروری تو نہیں، لیکن موقع ہوتو حرم میں حاضر ہوکر طوافِ زیارت کی عظیم سعادت اور اجر وثواب حاصل کرلیں، ہاں اگر کبھی موقع نہ ہو یا ضروری کام ہوتو حرم میں حاضر ہوئے بغیر بھی جدہ واپس آسکتے ہیں۔

سوال　کیا حرم میں باب السلام ہی سے داخل ہونا ضروری ہے؟

جواب　حرم میں باب السلام سے داخلہ مسنون ہے (۱) — ضروری نہیں، آج کل اس دروازہ کا نام باب الفتح ہے۔

طوافِ قدوم مسنون ہے

سوال　میں نے ۱۹۸۸ء میں فریضہ حج کی سعادت حاصل کی، لیکن طواف قدوم کرنا بھول گیا، کیا مجھ پر کوئی کفارہ یا دم وغیرہ ہے؟　(عبدالرشید جھنگی جدہ)

جواب　طوافِ قدوم آفاقی کے لئے مسنون ہے، وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

فهو سنة عند جمهور الفقهاء لحاج دخل مكة قبل الوقوف بعرفة سواء أكان مفردا أم قارناً وليس على أهل مكة طواف القدوم لانعدام القدوم في حقهم، وأما غير أهل مكة فسنة لهم. (۲)

(۱) ملاحظہ ہو　احکام حج ۴۴

(۲) الفقه الاسلامی ۳/۴۴

طوافِ قدوم جمہور فقہاء کے نزدیک ہر اس حاجی کے لئے مسنون ہے جو وقوفِ عرفہ سے پہلے مکہ پہنچا ہو، خواہ وہ مفرد ہو یا قارن، اہل مکہ پر طوافِ قدوم نہیں، اس لئے کہ ان کے حق میں ''قدوم بمعنی آنا'' نہیں پایا گیا، البتہ غیر مکی کے لئے مسنون ہے۔

طواف النساء

سوال میں نے پی-آئی-اے کی کتاب میں ایک مسئلہ پڑھا ہے، جس کی فوٹو کاپی آپ کو بھیج رہا ہوں، اس میں لکھا ہوا ہے کہ ''عمرہ ادا کرنے کے بعد ایک اور طواف کریں، جس کی نیت یہ ہوگی کہ طواف النساء کرتا ہوں، واجب قربتاً إلی اللہ، یہ طواف مردوں پر بھی واجب ہے اور عورتوں پر بھی، جو شخص بھی اسے ترک کرے گا، اس کے لئے ازدواجی زندگی حرام ہو جائے گی، اس طواف کا نام تو طواف النساء ہے، لیکن یہ مرد وعورت دونوں پر واجب ہے، اگر مرد اس کو ترک کرے تو اس پر بیوی حرام ہو جائے گی اور اگر عورت اس طواف کو ترک کرے گی تو اس پر شوہر حرام ہو جائے گا، طواف النساء کا کوئی وقت متعین نہیں ہے، مکہ چھوڑنے سے قبل کسی وقت بھی کر سکتے ہیں، البتہ جو لوگ اپنی شریکِ حیات کے ساتھ گئے ہوں انھیں احتیاط کے طور پر یہ طواف جلد ہی کر لینا چاہئے، تا کہ گناہ میں پڑنے کا اندیشہ نہ رہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا طواف النساء کی شرعاً کوئی حیثیت ہے؟ اور کیا اس کے نہ کرنے سے شوہر و بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق حرام ہو جاتا ہے؟ (حسن علی خاں، جدہ)

جواب جس کتاب سے آپ نے ایک صفحہ فوٹو کاپی کر کے بھیجا ہے، اس میں واضح طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ ہدایات فقہ جعفریہ کے مطابق ہیں، ہمارے علم کے مطابق اہل سنت کے نزدیک حج وعمرہ میں طواف النساء کے نام سے کوئی طواف ایسا مشروع نہیں جس کے ترک کرنے سے ازدواجی زندگی حرام ہو جائے، البتہ حج میں رمی، قربانی اور حلق کے بعد جب تک طوافِ زیارت نہ کر لیا جائے شوہر و بیوی کے درمیان ازدواجی تعلق حرام رہتا ہے، اس کو

طواف زیارت کہتے ہیں۔(۱)

بے وضو طواف کرنا

سوال کیا بے وضو طواف کرنا صحیح ہے؟ اگر کوئی شخص باوضو طواف شروع کرلے، لیکن درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا کرے؟ (محمد یامین، الطائف)

جواب بغیر وضو کے بیت اللہ شریف کا طواف کرنا صحیح نہیں، اگر دورانِ طواف وضو ٹوٹ جائے تو فوراً وضو کر کے طواف مکمل کرے، اگر بغیر وضو کے طواف کرلیا تو جب تک مکہ میں قیام ہو اس دوران طواف کا اعادہ کرلے، اگر مکہ میں قیام کے دوران طواف نہ کر سکے تو دم دینا پڑے گا، اگر بے وضو طواف کیا ہو تو بکری کی قربانی کرنی ہوگی اور اگر بحالتِ جنابت کیا ہو تو بدنہ کی قربانی دینی ہوگی، یہ رائے امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے اور امام احمدؒ کی بھی، المغنی میں ہے:
متی طاف للزیادة غیر متطهر أعاد ما کان بمکة فإن خرج إلی بلده جبره بدم۔ (۲)

ایک نیت سے طوافِ زیارت ووداع

سوال اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے طوافِ زیارت نہ کیا ہو اور آخری دن طوافِ زیارت اور طوافِ وداع دونوں ایک نیت سے کرلئے جائیں تو کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب عام حالات میں ایک ہی نیت سے طوافِ وداع اور طوافِ زیارت درست نہیں ہے، ولابد من تعیینه، فلو نویٰ به طواف الوداع أو غیره لم یجزه(۳) — کیوں کہ طوافِ زیارت اور طوافِ وداع دو مستقل طواف ہیں، جن میں ایک فرض ہے اور دوسرا واجب، البتہ اگر کسی عورت کو طوافِ زیارت کرنے کے بعد ایام شروع ہوجائیں تو اس پر طوافِ وداع

(۱) یحرم علی المحرم الوطئی فی الفرج ومقدمات الجماع من تقبیل ولمس بشهوة ومباشرة وجماع فیما دون الفرج لقوله تعالی: الحج اشهر معلومات فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج والرفث مایکنی به عن الجماع وجمیع حاجات الرجال الی النساء (الفقه الاسلامی وادلته ۲۴۴/۳)

(۲) المغنی ۱۸۶/۳، نیز دیکھئے: الهندیه ۲۴۵/۱

(۳) المغنی ۲۲۸/۳

واجب نہیں، اسی طرح اگر اس نے طواف زیارت کے بعد نفل کی نیت سے کوئی طواف کرلیا ہوتو وہی طوافِ وداع کے قائم مقام ہوجائے گا۔

طواف کے دوران تلاوت

سوال دورانِ طواف تلاوتِ قران کی جاسکتی ہے؟

جواب جی ہاں! دورانِ طواف تلاوت کرنا جائز ہے، یہ رائے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی ہے، لیکن امام احمدؒ کے نزدیک دورانِ طواف تلاوت مکروہ ہے۔ ابن قدامہؒ کا بیان ہے :

ولا بأس بقراءة القران في الطواف وبذلك قال عطاء ومجاهد والثوري وابن المبارك والشافعيؒ وأبو ثور وأصحاب الرأى وعن أحمد أنه يكره . (۱)

دورانِ طواف قرآن کی تلاوت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی کے قائل عطا، مجاہد، ثوری، ابن المبارک، شافعی، ابوثور اور اصحاب الرای ہیں، امام احمد سے اس کی کراہت منقول ہے۔

طوافِ زیارت کے بعد ایام کی ابتداء

سوال مجھے طوافِ زیارت اور سعی کے بعد ماہواری آگئی، میں تینوں جمرات کی تینوں دن رمی کرکے جدہ واپس آگئی، کیا مجھ پر کوئی دم ہے؟ (امّ خالدہ، جدہ)

جواب آپ کا حج ہوگیا اور آپ پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے، کیوں کہ تمام ارکان وواجباتِ حج آپ ادا کرچکی ہیں، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

والمرأة إذا حاضت قبل أن تودع خرجت ولا وداع عليها ولا فدية . (۲)

طوافِ وداع سے پہلے پہلے اگر کسی عورت کو ماہواری آگئی اور وہ نکل گئی تو اب نہ اس پر طوافِ وداع ضروری ہے اور نہ ہی فدیہ۔

---

(۱) المغنی ۱۸۷/۳

(۲) المغنی ۲۳۸/۳ ، الفقه الاسلامی وادلته ۱۶۲/۳

طوافِ زیارت سے قبل ایام کی ابتداء

سوال میری بیٹی کو طوافِ زیارت سے قبل ایام آ گئے، یہاں مکہ وجدہ میں کوئی عزیز بھی نہیں ہیں جن کے پاس ان کو چھوڑ دوں، پھر نوکری کی مجبوری کی وجہ سے بچی کے والد کا فوراً تبوک جانا بھی ضروری ہے، کیا ہم لوگ تبوک جا کر مع بیٹی کے پھر دوبارہ آ سکتے ہیں، تا کہ بیٹی طواف وسعی کر لے؟ (ایک بہن تبوک)

جواب آپ تبوک جا سکتے ہیں، آپ کی بیٹی جیسے ہی طہارت حاصل کرے فوراً مکۃ المکرمہ احرام باندھ کر آ جائیے، تا کہ آپ کی بیٹی طواف وسعی کر لے، پھر قصر کروا لیجئے۔ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ عورت طواف کے سوا حج کے تمام ارکان ادا کرے اور جب پاک ہو جائے تو طوافِ زیارت کی قضا کر لے، ماہواری کی وجہ سے طوافِ قدوم اور طوافِ وداع دونوں ساقط ہو جاتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے :

أذا حاضت المرأة عند الاحرام اغتسلت واحرمت وصنعت كما يصنعه الحاج غير أنها لاتطوف بالبيت حتى تطهر لحديث عائشة رضى الله عنها لما حاضت بسرف أمرها النبى ﷺ ألا تطوف بالبيت حتى تطهر . (۱)

احرام باندھتے وقت اگر عورت کو ماہواری آ گئی تو وہ غسل کر کے احرام باندھ لے اور عام حجاج کرام کی طرح سارے افعال، مناسک حج ادا کرے، البتہ بیت اللہ کا طواف پاک ہونے تک نہ کرے، اس لئے کہ اُم المؤمنین عائشہؓ کی حدیث ہے کہ جب ان کو مقام ''سرف'' میں ماہواری آ گئی تو نبی کریم ﷺ نے انھیں حکم دیا تھا کہ پاک ہونے سے پہلے وہ طواف بیت اللہ نہ کرے۔

طواف کی دُعا

سوال آج کل جو کتابیں طواف وسعی کے بارے میں ملتی ہیں، ان میں سات

---

(۱) هدايه ۲٤٤/۱

چکروں کی الگ الگ دُعا بھی لکھی ہوتی ہے، کیا ان کا پڑھنا درست ہے؟

(محمد سلیم، جدہ)

جواب طواف خود بھی عبادت ہے، اس میں ذکر اور دُعا کرنے سے ثواب میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے، طواف میں تیسرا کلمہ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان : ''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' پڑھنا بھی ثابت ہے، اس کے علاوہ جو چاہے آدمی دُعا مانگ سکتا ہے، لیکن طواف کے ہر شوط کے لئے الگ الگ دُعائیں جو معروف اور مشہور ہیں، گو ان میں سے بعض دُعائیں حضور ﷺ سے ثابت ہیں، مگر خاص کر طواف کے لئے اور کسی خاص طواف کے لئے اور طواف کے کسی خاص شوط کے لئے کسی دُعا کا مخصوص ہونا ثابت نہیں ہے، یوں یہ دُعائیں بڑی اچھی ہیں اور عوام کی سہولت کے لئے بعض حضرات نے ایک جگہ جمع کردیا ہے، اگر ان کو پڑھے اور مسنون نہ سمجھے تو ان کا پڑھنا بھی درست ہے۔

طوافِ وداع کا ترک

سوال میں نے اس سے قبل حج بدل کیا تھا، جس میں طوافِ وداع نہ کرسکا، اس وقت میں جدہ میں تھا، پھر میرا ٹرانسفر الخبر ہوگیا، یہاں مجبوری یہ ہے کہ حج وعمرہ کی اجازت نہیں ملتی، کیا اس غلطی کی وجہ سے مجھ پر دم واجب ہے؟ نیز ایک مرتبہ عمرہ کرنے کے بعد بال کاٹنے سے قبل اُوپر کا احرام زمین پر رکھ دیا اور انڈرویئر پہن لی، پھر یاد آتے ہی بال کاٹے اور نیچے والا احرام اُتارا، اس صورت میں میرے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ اگر دم واجب ہو تو کیا یہ دم اپنے وطن میں دے سکتا ہوں، کیوں کہ یہاں بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے؟

جواب جدہ حدودِ میقات کے اندر ہے، چنانچہ جدہ والوں پر طوافِ وداع واجب نہیں ہے لہٰذا طوافِ وداع ترک کرنے کی وجہ سے آپ پر دم واجب نہیں (۱) — اسی طرح احرام کی

---

(۱) بدائع میں ہے : لیس علی أهل مكة ولا من كان منزله داخل المواقيت إلى مكة طواف الصدر إذا حجوا (بدائع ۱۴۲/۲) المغنی میں ہے : ومن كان منزله في الحرم كالمكي لا وداع عليه

چادریں اُتارنے سے محرم حالتِ احرام سے باہر نہیں ہو جاتا، لہٰذا بال کاٹنے سے قبل احرام کی اُوپر کی چادر زمین پر رکھ دینے سے آپ پر کوئی کفارہ نہیں، البتہ حالتِ احرام میں سلا ہوا کپڑا پہننا جائز نہیں، اگر کوئی سلا ہوا کپڑا دن بھر پہنا رہے تو اس پر دم واجب ہوگا، اگر بال کاٹنے سے قبل دن بھر آپ انڈرویئر پہنے نہ رہے ہوں تو آپ پر دم واجب نہیں ہے، البتہ کچھ دیر پہنے رہنے کی وجہ سے حسبِ استطاعت صدقہ وخیرات کردیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حج وعمرہ کی کسی غلطی کی وجہ سے دم واجب ہو تو حدودِ حرم ہی میں جانور ذبح کرنا اور فقراءِ مکہ میں اس کو تقسیم کرنا ضروری ہے، حرم سے باہر دینا صحیح نہیں اور اس سے کفارہ ادا نہیں ہوتا، حدودِ حرم میں دم دینا ناممکن نہیں اگرچہ بعض لوگوں کے حالات کے لحاظ سے انھیں اس میں دُشواری ہوسکتی ہے

ایام شروع ہو جائیں تو طوافِ وداع ضروری نہیں

سوال میری فلائٹ پندرہ مئی کی ہے، کوشش رہی ہے کہ مزید اسے بڑھا لوں، طوافِ زیارت وسعی کے بعد ایام شروع ہوگئے ہیں، کیا جانے سے پہلے طوافِ وداع ضروری ہے؟ میں چوں کہ ایام سے ہوں اور فلائٹ بھی پندرہ کو ہے، پھر میں اکیلی رُک بھی نہیں سکتی کہ تمام ساتھی پندرہ ہی کو جارہے ہیں، آپ کوئی حل بتایئے؟

جواب آپ چوں کہ طوافِ زیارت اور سعی کرچکی ہیں، لہٰذا آپ کے لئے یہ کفایت کرتا ہے، صحیح البخاری میں عبداللہ بن عباس ؓ کا ارشاد ہے: لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آخری عمل طوافِ وداع کریں، البتہ ایام والی خواتین کے لئے چھوٹ ہے(۱) — طوافِ وداع نہ کرنے پر آپ کے لئے کوئی دم، فدیہ وغیرہ بھی نہیں ہے۔

کئی طواف کے بعد اکٹھا نماز ادا کرنا

سوال اگر کوئی ایک سے زیادہ طواف کرے اور ہر طواف کی دو رکعت واجب نماز

واهل المواقيت إنهم بمنزلة أهل مكة في طواف الوداع (المغني ۲۳۷/۳) نیز دیکھئے ردالمحتار ۵٤۵/۳ ، مطلب في طواف الصدر كتاب الحج ، ط : ديوبند

(۱) بخاری عن عائشةؓ ، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت ، حديث ۱٦۵۱

اخیر میں ایک ساتھ ادا کرے تو کیا یہ صحیح ہے؟ (ابوالحسن شریف، مکہ مکرمہ)

جواب ایسا کرنے سے نماز تو ہو جائے گی، لیکن ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز فوراً پڑھنا چاہئے، دو رکعت واجب الطواف نماز پڑھے بغیر دوسرا طواف شروع کرنا مکروہ ہے: لاباس بان یجمع بین الأسابیع فاذا فرغ منها رکع لکل أسبوع رکعتین(۱) — لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہے، ہندیہ میں ہے: ویکره له الجمع بین الأسبوعین بغیر صلوٰة بینهما فی قول أبی حنیفةؒ ومحمدؒ. (۲)

جدہ والوں کے لئے طواف وداع

سوال ہم چند دوست حج میں منیٰ سے واپسی پر مکہ مکرمہ آئے، لیکن طوافِ وداع ادا نہیں کیا، ہم سب جدہ میں رہتے ہیں، دوستوں کا کہنا تھا کہ طوافِ وداع باہر سے آنے والے حجاج کے لئے واجب ہے، میں نے کچھ دن بعد مکہ مکرمہ جا کر طوافِ وداع کی نیت سے طواف کرلیا، رہنمائی فرمائیں کہ کیا ہم پر کوئی دم یا صدقہ وغیرہ تو واجب نہیں؟ نیز کیا بعد میں ادا کیا گیا طواف طوافِ وداع کا قائم مقام ہو جائے گا؟ (مرزا مقبول احمد، جدہ)

جواب جو لوگ جدہ اور حرم شریف کے اطراف سے حج کو جاتے ہیں، وہ مکہ جانے کے بجائے ۷/ ذی الحجہ کی شب میں منیٰ چلے جاتے ہیں اور واپسی میں بھی مکہ ہوکر آنے کے بجائے سیدھا جدہ واپس آجاتے ہیں، کیوں کہ جدہ کی موٹر گاڑیوں کا روٹ ہی یہی ہوتا ہے، اس لئے نہ یہ لوگ طوافِ قدوم کرپاتے ہیں اور نہ ہی طوافِ لازم، ان حضراتؒ کے لئے شرعی حکم کی تفصیل یوں ہے:

(۱) طوافِ قدوم تو سنت ہے اور ان ہی لوگوں کے لئے سنت ہے جو غیر مکی ہوں، مکی کے لئے نہیں، اس لئے اگر یہ چھوڑ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، دم وغیرہ واجب نہیں، ہدایہ میں ہے:

---

(۱) المغنی ۱۹۱/۳

(۲) هندية ۲۲۷/۱

فإن لم يدخل المحرم مكة وتوجه إلى عرفات ووقف بها سقط عنها طواف القدوم ولا شيء عليه بتركه ، لأنه سنة . (۱)

اگر محرم مکہ میں داخل نہ ہو اور سیدھا عرفہ چلا جائے اور وقوفِ عرفہ کرلے تو اس سے طوافِ قدوم ساقط ہو جائے گا، طوافِ قدوم چھوٹ جانے سے اس پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ سنت ہے۔

(۲) البتہ طوافِ وداع واجب ہے اور ان لوگوں پر واجب ہے جو آفاقی یعنی میقات سے باہر کے ہوں۔

چوں کہ طوافِ وداع کا وقت متعین نہیں ہے، طوافِ زیارت کے بعد کبھی بھی کیا جاسکتا ہے، اس لئے آپ کے لئے گنجائش ہے کہ کبھی بھی مکہ مکرمہ جا کر طواف کرلیں اور اس طواف کے لئے آپ کو احرام باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲)

طوافِ وداع کا وقت

سوال ضعیف لوگ ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ کو ظہر سے پہلے طوافِ زیارت کے بعد کیا طوافِ وداع کرسکتے ہیں؟ اس کی احناف کے نزدیک کچھ گنجائش ہے یا نہیں؟

(محمد عبدالمعید، دمام)

جواب ارادۂ سفر کی صورت میں طوافِ زیارت کے بعد کبھی بھی طوافِ وداع کیا جاسکتا ہے، بلکہ طوافِ زیارت کے بعد نفل طواف بھی طوافِ وداع کے قائم مقام ہو جائے گا، البتہ مستحب یہ ہے کہ طوافِ وداع آخر وقت میں یعنی نکلنے سے پہلے کیا جائے، علامہ کاسانیؒ امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أما وقته فقد روى عن أبي حنيفة أنه قال : ينبغي للانسان إذا أراد السفر أن يطوف طواف الصدر حين يريد ان ينفر .

طوافِ وداع کے وقت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ: بہتر یہ

---

(۱) هنديه ۲۳٤/۱

(۲) ملخص از : جديد فقهي مسائل ۸٦-۲۸۵ ، ط : ديوبند ، انڈيا

ہے کہ جس وقت مکہ سے کوچ کرنے کا ارادہ ہو اُس وقت طواف کرے۔

امام ابوحنیفہؒ نے یہاں پر وقت مستحب کو بیان کیا ہے نہ کہ اصل وقت کو، طوافِ وداع کا وقت طوافِ زیارت کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے، جب چاہے کر سکتا ہے، کوئی وقت متعین نہیں، یہاں تک کہ اگر کسی نے طوافِ وداع کیا اور مکہ ایک عرصۂ دراز تک اقامت کی نیت کیے بغیر سکونت اختیار کیے رہا تو بھی اس کا طواف درست ہوتا ہے، بدائع میں ہے:

لو طاف طواف الصدر ثم أطال الاقامة بمكة ولم ينو الاقامة بها ولم يتخذها داراً جاز طوافه ، وإن أقامه سنة بعد الطواف . (۱)

میقاتی پر طوافِ وداع واجب نہیں

سوال: کیا جدہ والوں پر طوافِ وداع واجب ہے، فقہ حنفی کے مطابق جواب دیں۔

(عبدالرشید ڈرائج، الخرج)

جواب: جو لوگ میقات کے باہر رہنے والے ہوں، ان کے لئے طوافِ وداع واجب ہے، جو لوگ میقات کے اندر، یا خود مکہ کے باشندہ ہوں ان کے لئے طوافِ وداع واجب نہیں۔ (۲)

طواف کے دوران جوتے بغل میں رکھنا

سوال: حرم شریف میں بعض بھائیوں کو دیکھا ہے کہ جوتے، چپل بغل میں رکھ کر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں، میں نے ایک کو منع کیا تو وہ غصہ ہو گیا، سب جانتے ہیں کہ جوتے ناپاک ہوتے ہیں، اس طرح طواف کرنے سے طواف ہوگا یا نہیں؟

بعض لوگ حجر اسود کے روبرو دو ہاتھ اُٹھانے کے بجائے ایک ہاتھ اُٹھا کر بسم اللہ اللہ اکبر کہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟ (امیر حسین، مکہ مکرمہ)

جواب: واضح رہے کہ فی نفسہٖ جوتے چپل ناپاک نہیں ہوتے، بلکہ ناپاک جگہوں پر پیر پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے ان کے ناپاک ہونے کا شبہ رہتا ہے، جوتے، چپل ہاتھ میں یا

---

(۱) بدائع الصنائع ۲/۳۳۴ ، ط : بیروت

(۲) ملاحظہ ہو: بدائع ۲/۱۴۲ ، المغنی ۳/۲۶۲

بغل میں رکھ کر طواف کرنے سے طواف ہو جائے گا، لیکن کمالِ ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ جوتے، چپل وغیرہ کسی محفوظ جگہ رکھ کر (جہاں سے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو) خشوع وخضوع کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کرے۔

حجر اسود کی طرف ایک ہاتھ اُٹھا کر بھی "بسم اللہ اللہ اکبر" کہا جا سکتا ہے، دونوں ہاتھوں کا اُٹھانا ضروری نہیں۔

دورانِ طواف غیر محرموں سے دُور رہنا ضروری ہے

سوال طوافِ افاضہ کے دوران کئی بار ایسا ہوا کہ میرا جسم غیر مردوں کے جسم کے ساتھ مس ہوا، اس سے طواف پر اثر تو نہیں پڑا؟ (خدیجہ احمد خان، جدہ)

جواب دورانِ طواف تمام مرد اور عورتوں کو چاہئے کہ ایک دوسرے سے الگ اور دُور رہیں (۱) چوں کہ طوافِ زیارت اور طوافِ وداع دونوں میں شدید رَش رہتا ہے، لہٰذا غیر شعوری و غیر ارادی طور پر عموماً ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ آپ نے اپنے سوال میں لکھا ہے، لیکن اس کے باوجود ہر انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ شرعی حدود وآداب کا خیال رکھے، آپ کا طواف صحیح ہے اور اس پر کوئی اثر نہیں پڑا کہ یہ غیر ارادی عمل ہے۔

رمی پر طوافِ وداع کو مقدم کرنا درست نہیں

سوال حج میں ہم گیارہ تاریخ کو طوافِ وداع کر کے منیٰ واپس چلے گئے اور بارہ تاریخ کو رمی کر کے منیٰ ہی سے واپس چلے گئے، کیا یہ عمل درست تھا؟

(م-م جھوک)

جواب طوافِ وداع سب سے آخری عمل ہے، اسے رمی پر مقدم کرنا صحیح نہیں، طوافِ وداع صحیح وقت پر ادا نہ کرنے کی وجہ سے آپ پر دم واجب ہے۔(۲)

عصر کے بعد طواف

سوال اگر کوئی شخص عصر کے بعد طواف مکمل کر لیتا ہے، تو کیا اسی وقت نماز پڑھے یا

---

(۱) المغنی میں ہے: ولا یستحب لها مزاحمة الرجال (المغنی ۱۸۳/۳)

(۲) رمی الجمار واجب فإن تأخر عن وقته أو فات وجب دم (الفقه الاسلامی ۲۱۰/۳)

مغرب کے بعد؟ کیوں کہ حنفی مذہب میں عصر کے بعد کوئی نماز نہیں۔

(نور رشیدی، بری، مکہ مکرمہ)

جواب یہ صحیح ہے کہ حنفی مسلک پر نمازِ عصر کے بعد طواف کی رکعتوں کا پڑھنا بھی مکروہ ہے، اس لئے احناف کو چاہئے کہ طواف کرنے کے بعد رکے رہیں، نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد ان دو رکعتوں کو ادا کرلیں، طواف اور طواف کے بعد والی دو رکعتوں کے درمیان کچھ فصل ہو جائے تو کوئی قباحت نہیں۔

طوافِ زیارت میں تاخیر

سوال اس سال میں نے حج کی سعادت حاصل کی لیکن ایک غلطی ہوئی کہ ۱۲/ ذوالحجہ تک طوافِ زیارت کرلینا چاہئے تھا، لیکن میں نہ کرسکا، بلکہ ۱۳/ ذوالحجہ کو طوافِ زیارت ادا کیا، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا اس غلطی پر دم دینا ہوگا؟

(محمد عثمان، عرعر)

جواب امام احمدؒ کے نزدیک طوافِ زیارت کا وقت چوں کہ محدود نہیں، اس لئے ان کے یہاں جب بھی طوافِ زیارت کرے، دم واجب نہیں (۱) —— لیکن امام ابوحنیفہؒ کے یہاں اس صورت میں دم واجب ہوگا کہ طوافِ زیارت رکن ہے اور رکن کی تاخیر سے ادائیگی پر دم واجب ہو جاتا ہے (۲) — آپ پر دم واجب ہے، حدودِ حرم میں ایک جانور اپنی طرف سے ذبح کرواکر اس کا گوشت فقراء مکہ مکرمہ پر تقسیم کروادیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں، کیوں کہ احناف کے یہاں ۱۲/ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک طوافِ زیارت کرلینا واجب ہے۔

دو طواف اور سعی

سوال ۷/ ذوالحجہ کو ہم عشاء کے وقت حرم شریف پہنچے، رات کو طواف اور سعی کی، پھر صبح نماز فجر کے بعد منیٰ روانہ ہو گئے، رات منیٰ میں گذار کر ۹/ ذوالحجہ کو

---

(۱) والصحیح أن اخر وقته غیر محدود فإنه متی اتی به صح بغیر خلاف (المغنی ۳/ ۲۲۷)

(۲) وعلیه لتاخیره عن أیام النحر دم عند ابی حنیفة (بدائع ۲/ ۱۳۳)

عرفات روانہ ہوئے اور رات مزدلفہ میں گذاری، پھر صبح ۱۰/ ذوالحجہ کو منیٰ روانہ ہوگئے، جمرات کو کنکریاں ماریں، قربانی کی، پھر سر منڈواکر اس کے بعد حرم شریف آکر طوافِ افاضہ کیا، سعی نہیں کی، پھر وہاں سے واپس منیٰ پہنچے، دوسرے دن کنکریاں مار کر وقت ہونے کے باعث پھر حرم آئے اور طواف وداع کیا اور شام کو واپس منیٰ چلے گئے، پھر تیسرے دن جمرات کو کنکریاں مار کر شام کو اپنے گھر لوٹے، یہ ہمارا پہلا حج تھا، حج سے پہلے کتابوں کے علاوہ بھی لوگوں سے حج کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے، جس کا یہی طریقہ ہمیں بتایا گیا، اب بعض یہ کہتے ہیں کہ آپ کو پہلے دن حرم شریف پہنچتے ہی دو مرتبہ طواف اور دو مرتبہ سعی کرنی چاہئے تھے، لہٰذا دم واجب ہے، ہماری رہنمائی فرمائیں کہ کیا ہم پر دم واجب ہے؟

(این اے عباس، رابغ)

جواب اگر آپ نے حج افراد کی نیت سے احرام باندھا ہو تو آپ پر کوئی دم واجب نہیں، کیوں کہ حرم شریف پہنچتے ہی طوافِ قدوم کے ساتھ حج کی سعی کی جاسکتی ہے اور اگر پہلے حج کی سعی کرلی جائے تو طوافِ افاضہ کے بعد سعی کی ضرورت نہیں رہتی، حج تمتع میں دو سعی ہوتی ہیں: ایک عمرہ کی اور دوسرے حج کی۔(۱)

دورانِ سعی صدقہ وخیرات

سوال مجھے عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی، بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کے بعد صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے جب میں صفا پہاڑی پر چڑھا تو مجھے ایک پاکستانی ملا کہ فلاں جگہ سے آیا ہوں اور میرے پاس کرایہ کے لئے اور کھانے پینے کے لئے پیسے نہیں، لہٰذا آپ میری مدد کریں، میرے پاس اس وقت کھلے ریال نہیں تھے، بیلٹ کے اندر سے میں نے پچاس ریال نکالے اور اس کو دیتے ہوئے کہا کہ وہ مجھے ۳۰ ریال واپس دے دے، میرا

---

(۱) بخاری، باب طواف القارن، حدیث نمبر ۱۶۳۸

خیال ہے کہ اس نے ۲۵ یا ۳۰ ریال واپس کر دیئے، پھر میں نے سعی کا پہلا چکر شروع کر دیا، کیا احرام کی حالت میں میرا یہ اقدام صحیح تھا؟ کیا مجھے ۵۰ ریال پورے دینے چاہئے تھے یا وہاں پر بالکل نہیں دینے چاہئے تھے؟

(م-الف، ریاض)

جواب حالتِ احرام میں اور طواف وسعی کے دوران کسی غریب وضرورت مند کی مدد کرنا نہ صرف جائز بلکہ زیادہ اجر وثواب کی بات ہے، آپ کا اقدام درست تھا، نیز پورے ۵۰ ریال دینا بھی ضروری نہ تھا، اپنی استطاعت کے مطابق کسی کی مدد کی جا سکتی ہے، البتہ آج کل اکثر لوگ حج وعمرے کے موقع پر بھی پیشہ کے طور پر یہ کام کرنے لگ جاتے ہیں، ایسے لوگوں کی ہمت افزائی نہیں کی جانی چاہئے، اس کے لئے اپنے طور پر جہاں تک ہو سکے یہ اطمینان کر لینا چاہئے کہ مانگنے والا شخص واقعی ضرورت مند بھی ہے یا نہیں۔

مکہ کس وقت روانہ ہوں؟

سوال میں نے کتابوں میں کئی طرح کی باتیں پڑھیں لیکن اب تک کسی فیصلہ پر نہیں پہنچ سکا کہ میں رابغ سے کس تاریخ کو نکلوں؟ کیا میں ۸/ ذوالحجہ کو مکہ پہنچ کر منیٰ کے لئے روانہ ہو سکتا ہوں؟ اگر میرے ساتھ کوئی مجبوری ہو تو کب مکہ پہنچ کر منیٰ کے لئے روانہ ہو سکتا ہوں؟ (محمد قیصر عالم، رابغ)

جواب آپ اگر حج افراد کرنا چاہیں تو ۷/ ذوالحجہ کو شام رابغ سے حج کا احرام باندھ کر روانہ ہوں، ۸/ ذوالحجہ کو طوافِ قدوم اور چاہیں تو حج کی سعی کر کے ظہر سے قبل تک منیٰ پہنچنے کی کوشش کریں، ظہر سے ۹/ ذوالحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں وہاں ادا کر کے ۹/ ذوالحجہ کو طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات کے لئے روانہ ہوں اور حج کے باقی مناسک ادا کریں، اگر کوئی مجبوری ہو تو سیدھے منیٰ بھی (۸/ ذوالحجہ کو) جا سکتے ہیں، اگر بالفرض منیٰ بھی نہ جا سکیں بلکہ ۹/ ذوالحجہ کو سیدھا عرفات پہنچ جائیں اور وہاں سے حج کے باقی سارے مناسک ادا کریں تب بھی حج ادا ہو جائے گا، کوئی کفارہ یا دم لازم نہیں، اس لئے کہ طوافِ قدوم اور ۸/ ذوالحجہ کو منیٰ میں قیام حج کے واجبات میں سے نہیں بلکہ سنت ہے، لیکن بلا عذر ترکِ سنت بھی اچھی چیز نہیں، اس لئے

مجبوری کے بغیر منیٰ کے قیام کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔

اگر آپ حج تمتع کرنا چاہیں تو ۶/ یا ۷/ ذوالحجہ کو یا اس سے پہلے رابغ سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ روانہ ہوں، طواف وسعی کے بعد قصر کر کے احرام کھول دیں، پھر مکہ ہی سے ۸/ ذوالحجہ کو صبح حج کا احرام باندھ کر منیٰ میں روانہ ہوں، تمتع یا قران کی صورت میں آپ سیدھے منیٰ یا عرفات روانہ نہیں ہو سکتے، کیوں کہ اس صورت میں آپ کو عمرہ کے ارکان "طواف وسعی" بھی ادا کرنے ہوں گے۔

رمی، طواف اور قیامِ منیٰ میں غلطی

سوال میں نے چند دوستوں اور کتاب کی رہنمائی میں حج کا فریضہ ادا کیا، شاید تین موقعوں پر مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھے اب کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھ پر دم واجب ہے اور اگر دم واجب ہو تو مکہ میں حج وعمرہ جانے والے دوست احباب کے ذریعہ دم کا جانور ذبح کروایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جن افعال کے بارے میں مجھے رہنمائی مطلوب ہے، وہ یہ ہیں:

(۱) یوم النحر کو بیت اللہ کا طواف میں ایک ہی مقام پر نہ کرسکا، بلکہ تین چکر نیچے کئے، پھر بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے اُوپر پہلی منزل پر چلا گیا کہ شاید وہاں بھیڑ کم ہو، وہاں ایک چکر لگایا، پھر وہاں بھی بھیڑ زیادہ ہونے کے باعث بچتے بچاتے چھت پر چلا گیا، وہاں باقی تین چکر پورے کئے، اس طرح طواف کے سات چکر مکمل ہوئے۔

(۲) تین دن شیطانوں کو کنکری مارنے کے سلسلے میں پہلے دن کنکری مارنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ ہم نے کنکری دوسری طرف سے شروع کی، اب پتہ نہیں پہلے دن غلط کنکری ماری یا دوسرے اور تیسرے دن؟

(۳) منیٰ میں تین دن قیام کے سلسلے میں کیا دن ورات دونوں منیٰ میں گذارنا ضروری ہے؟ ہم لوگ دھوپ کی شدت اور خیمہ نہ ہونے کی وجہ سے دن میں وہاں نہیں رہتے تھے بلکہ رات دس گیارہ بجے منیٰ پہنچ کر رات وہاں گذارتے،

پھر دن خوب اچھی طرح نکلنے کے بعد کنکری مارنے آتے اور کنکری مار کر چلے آتے تھے، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟

جواب حج میں کسی غلطی کی وجہ سے دم واجب ہو جائے تو خود اپنے ہاتھ سے دم کا جانور ذبح کرنا ضروری نہیں بلکہ حدودِ حرم میں کسی اور کے ذریعہ بھی دم دیا جا سکتا ہے، جہاں تک آپ کے مسائل کا تعلق ہے تو طواف کے سلسلے میں یہ عرض ہے کہ طواف نیچے اور بالائی منزل یا چھت پر سے بھی کیا جا سکتا ہے اور ایک ہی طواف کے کچھ چکر نیچے اور کچھ اوپر لگانے میں کوئی حرج نہیں، اس سے کوئی دم وغیرہ واجب نہیں ہوتا، البتہ اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہوگا کہ نیچے جہاں طواف چھوڑا ہو اوپر اسی جگہ سے طواف شروع کیا جائے، بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھ کر طواف شروع کیا جائے، بیت اللہ کو اپنی جانب رکھ کر چکر لگانے میں کوئی حصہ چھوٹا نہ ہو، ورنہ طواف درست نہ ہوگا اور طواف دُرست نہ ہو تو اس کی تلافی بسا اوقات دم سے بھی نہیں ہوتی، دوبارہ طواف کرنا ضروری ہوتا ہے، مثلاً آپ نے نیچے حجرِ اسود سے طواف شروع کر کے حجرِ اسود تک تین چکر پورے کئے ہوں، پھر پہلی منزل پر حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک ایک چکر، اسی طرح چھت پر تین چکر مکمل کئے ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں اور دم واجب نہیں، آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

جہاں تک جمرات کی رمی یعنی شیطان کو کنکری مارنے کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے جمرۂ اُولیٰ کی رمی کی جائے، پھر جمرۂ وسطیٰ کی، اس کے بعد جمرۂ عقبیٰ کی، جمرۂ اُولیٰ وہ ہے جو مسجد خیف سے قریب ہے، اس کے بعد جمرۂ وسطیٰ ہے، پھر سب سے اخیر میں جمرۂ عقبیٰ ہے، جو مکہ مکرمہ کی سمت ہے۔ رمی جمرات میں یہ ترتیب سنت ہے، حج میں ترکِ سنت سے دم واجب نہیں ہوتا، اگرچہ عمداً سنت کو چھوڑنا یا اس کے خلاف کرنا گناہ اور سہواً ترک کرنا بھی ثواب میں کمی کا باعث ہوگا، بہرحال ایک دن یا دو دن غلط ترتیب سے رمی کرنے پر آپ کے ذمہ دم لازم نہیں۔

اسی طرح منیٰ میں قیام کے سلسلے میں جمہور علماء، رات منیٰ میں گذارنے کو واجب کہتے ہیں، جب کہ امام ابوحنیفہؒ کا رجحان یہ ہے کہ راتیں منیٰ میں گذارنا سنت ہے، واجب نہیں،

تاہم دن منیٰ کے علاوہ کہیں اور گذرے تو اس کی وجہ سے دم واجب نہ ہوگا، امام احمد کی رائے بھی یہی ہے، ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

فإن ترك المبيت بمنى فعن أحمد : لا شئى عليه وقد أساء وهو قول أصحاب الرأى . (۱)

اگر منیٰ میں رات نہیں گذارا تو امام احمد سے مروی ہے کہ اس پر کچھ واجب نہیں اور اس نے ایسا کر کے برا کیا اور یہی اصحابِ رائے کا قول ہے۔

بہتر اور سنت یہی ہے کہ دن ورات منیٰ میں گذارے جائیں۔

یہاں ایک وضاحت اور ضروری معلوم ہوتی ہے کہ پہلے دن صرف جمرۂ عقبیٰ کی رمی کی جاتی ہے اور اس کا وقت طلوعِ صبح صادق سے شروع ہو جاتا ہے، تاہم طلوعِ آفتاب سے قبل رمی خلافِ سنت ہے، دوسرے اور تیسرے دن یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، اس سے پہلے اگر رمی کی جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک دن کی رمی ترک کرنے پر ایک دم لازم آئے گا، ''دن خوب اچھی طرح نکلنے کے بعد'' رمی کرنے سے آپ کی مراد یہ ہو کہ گیارہ بارہ تاریخ کو آپ نے زوال کے بعد ہی رمی کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، ورنہ دو دم آپ پر لازم ہوں گے۔

طواف کے بعد دُعا

سوال طوافِ کعبہ کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے، پھر ملتزم پر دُعا مانگنا مستحب، لیکن ازدحام کی صورت میں حرم میں کہیں بھی یا مقامِ ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھ کر ملتزم کے پاس آنا مشکل ہوتا ہے، تو کیا طواف کے بعد ملتزم کے پاس دُعا کی جاسکتی ہے؟ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرلے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے پہلے ملتزم پر دُعا مانگنے میں کوئی حرج نہیں، یہ عمل جائز ہے۔

---

(۱) المغنی ۳۲۵/۵ ، ط : ریاض

غروبِ آفتاب سے قبل مزدلفہ روانگی

سوال حج میں وقوفِ عرفہ فرض ہے، اگر کوئی یومِ عرفہ کو زوال کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی عرفات میں قیام کرے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا، لیکن اگر کوئی شخص سورج غروب ہونے سے قبل عرفات چھوڑ دے اور مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جائے تو کیا اس پر دم واجب ہوگا؟ (افتخار احمد ۔ اظہر)

جواب حج میں وقوفِ عرفہ چاہے ایک لمحہ کے لئے ہو، فرض ہے، لیکن یومِ عرفہ کو غروبِ آفتاب تک میدانِ عرفات ہی میں رہنا اور سورج غروب ہونے کے بعد مزدلفہ کے لئے روانہ ہونا واجب ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص غروبِ آفتاب سے قبل مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جائے تو ترکِ واجب کی بناء پر اس پر دم واجب ہوگا، مغنی میں ہے:

وعلى من دفع قبل الغروب دم في قول أكثر أهل العلم، منهم عطاءؒ والثوريؒ، والشافعيؒ، وابو ثورؒ وأصحاب الرأيؒ ومن تبعهمؒ. (۱)

غروب سے پہلے عرفات کوچ کرنے والے پر دم واجب ہے، اکثر اہل علم مثلاً عطاءؒ، ثوریؒ، امام شافعیؒ، ابوثورؒ، اصحاب رائےؒ اور ان کے متبعینؒ کی یہی رائے ہے۔

رمی جمرات سنتِ ابراہیمی ہے

سوال ہم نے اب تک یہی سنا تھا کہ رمی جمرات سنتِ ابراہیمی ہے، یعنی حج میں جو تینوں جمرات کو کنکریاں ماری جاتی ہیں، وہ اس یادگار میں کہ یہاں شیطان نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام کی قربانی سے بہکایا تھا، لیکن ماضی قریب کے ایک معروف صاحبِ قلم نے یہ بات لکھی کہ یہ دراصل اس ہاتھی والی فوج کی پسپائی اور تباہی کی یادگار ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے سال عین حج کے موقع پر اللہ کے گھر کو ڈھانے آئی تھی اور

(۱) المغنی ۲۷۳/۵ ، ط: ریاض ، محقق

جسے اللہ کے حکم سے آسمانی چڑیوں نے کنکریاں مار مار کر تباہ کر دیا تھا، کیا یہ بات درست ہے؟ (محمد سلیم انجم، بحرین)

جواب یوم النحر کو اور ایامِ تشریق میں تینوں جمرات کو کنکریاں مارنا مسنون عمل ہے، اس کے بارے میں کئی صحیح احادیث اور قدیم تاریخی کتب کے مستند حوالے موجود ہیں، کہ یہ اصل میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عمل کی یادگار ہے، ان کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں جس طرح سے خلیل اللہ نے ابلیس کو کنکریاں ماری تھیں، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی پسپائی کی یادگار ہے، تو یہ بات نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے اور نہ کسی مستند تاریخی حوالے سے، امام المنذریؒ التوفی ۶۵۶ھ نے صحیح ابن خزیمہ و مستدرک حاکم کے حوالے سے الترغیب والترہیب میں یہ حدیث نقل کی ہے، جس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسولِ کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام یہاں تشریف لائے تو شیطان نے جمرۂ عقبہ والی جگہ آ کر رکاوٹ بننا چاہا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماریں، پھر وہ جمرۂ ثانیہ کے پاس آیا، پھر وہ جمرۂ ثالثہ کے پاس آیا اور ان دونوں جگہوں پر بھی ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات سات کنکریاں ماریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''تم اس عمل کے کرتے ہوئے شیطان کو مارتے ہو اور اپنے بابا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرتے ہو''۔(۱)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ''یہ بھی کہا گیا ہے کہ جمار کو جمار اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں ابلیس نے آدم و ابراہیم علیہما السلام کے راستے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی تھی''۔(۲)

قدیم مورخ الازرقیؒ نے اپنی کتاب ''اخبارِ مکہ'' میں لکھا ہے: ''ابراہیم علیہ السلام مناسکِ حج کے سلسلے میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ صفا و مروہ سے نکل کر (منیٰ میں) اس مقام پر پہنچے، جہاں جمرۂ عقبہ ہے تو وہاں ابلیس کو اپنے راستے میں پایا، جبرئیل علیہ السلام نے

---

(۲) احیاء العلوم ۳۱۹/۱، الاعمال الباطنۃ وطریق الاعتبار بالمشاھدۃ الشریفۃ

(۲) فتح الباری: باب یکبر مع کل حصاۃ ۵۸۲/۳

ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ تکبیر پڑھ کر اسے (کنکر) مارو اور اس طرح تینوں مقامات پر ابراہیم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکریاں ماریں۔

امام احمد محب الدین الطبری المتوفی ۶۹۴ھ نے اپنی کتاب ''کتاب القری لقاصد اُمّ القری'' میں کئی روایات جمع کی ہیں، جن میں ایک روایت یہ ہے، جو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جب اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے تھے تو راستے میں شیطان نے رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی، جس پر ابراہیم خلیل اللہ نے اسے کنکریاں ماریں۔

امام غزالیؒ نے احیاء میں فرمایا: ''جمرات کی رمی کا مقصد اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ماننے کا اظہار کرنا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے عمل سے مشابہت کرنے کی کوشش ہے کہ ابلیس نے ابراہیم علیہ السلام کو راستے میں ورغلانے کی کوشش کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام نے حکم الٰہی کے مطابق اسے کنکریاں ماری تھیں''۔

موجودہ دور کے مشہور فقیہ اور محدث و مفکر السید سابق نے اپنی مشہور کتاب ''فقہ السنۃ'' میں حج کے مسائل میں لکھا ہے: ''امام البیہقی نے سالم بن ابی الجعد کے حوالے سے بیان کیا، وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا: جب ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو سات کنکریاں ماریں، شیطان نے پہلے جمرۂ عقبہ کے پاس، پھر جمرۂ ثانیہ کے پاس اور آخر میں ثالثہ کے پاس آ کر رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور ابراہیم علیہ السلام نے ہر بار اسے سات سات کنکریاں ماریں''۔

دنیائے عرب کے مشہور فقیہ اور معروف کاتب جناب ڈاکٹر وھبہ الزحیلیؒ نے اپنی مشہور کتاب (جس کی آٹھ ضخیم جلدیں ہیں) الفقہ الاسلامی وادلتہ میں لکھا ہے ''رمی جمرات کی حکمت یہ ہے کہ یہ عمل اس واقعہ کی یادگار ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں شیطان نے بہکایا تھا اور ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماری تھیں''۔(۱)

---

(۱) الفقہ الاسلامی و أدلتہ ۱۹۲/۳

ترکِ رمی پر دَم واجب ہے

سوال میں نے اس سال فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی، سارے مناسک الحمدللہ ٹھیک طور سے ادا کیئے، البتہ ۱۲/ ذوالحجہ کو جب رمی کے لئے نکلا تو کثرتِ ازدحام کے باعث درمیان میں پھنس گیا اور میری دونوں پسلیاں اس شدت سے دبائی گئیں کہ میری آنکھیں باہر نکل پڑیں اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، میرا لڑکا بروقت مجھے مجمع سے باہر لایا، کچھ دیر بعد ہوش آیا، لیکن میں اس قابل نہیں تھا کہ رمی کرسکوں، بعض اصحاب نے مشورہ دیا کہ میں واپس چلا جاؤں، اگر ۱۳/ کو اس قابل ہوں تو آکر رمی کروں ورنہ ایام تشریق کے بعد دس روزے رکھ لوں، یا ایک بکرا قربانی دوں، دوسرے دن تک میں رمی کے قابل نہ رہا اور یہ عمل مجھ سے ادا نہ ہوسکا، مجھے اس ضمن میں اب کیا کرنا چاہئے؟ روزے رکھنے ہوں تو کہاں اور کتنے؟ کیا میں وطن جاکر روزے رکھ سکتا ہوں؟ نیز کیا اس کے بدلے صدقہ دیا جاسکتا ہے؟ کتاب و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ (امجد علی، جدہ)

جواب بڑھاپے یا شدید بیماری کی کمزوری وغیرہ کے باعث اگر کوئی رمی نہ کرسکتا ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنی طرف سے رمی کرنے کے لئے وکیل بنا سکتا ہے(۱) — بے ہوشی اور بدن میں رعشہ کے سبب آپ جب چلنے کے اہل نہیں رہے تو آپ کے لئے بہتر صورت یہ تھی کہ آپ اپنے بیٹے کو یا کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا دیتے اور وہ آپ کی طرف سے بھی کنکریاں مارتا، اس صورت میں آپ پر کوئی کفارہ نہ ہوتا۔ ۱۲/ ذوالحجہ کی رمی ۱۳/ تاریخ کو نہیں ہوسکتی، البتہ ۱۳/ کی صبح صادق سے پہلے تک کی جاسکتی ہے، لیکن اگر ۱۳/ کی صبح منیٰ میں ہوجائے تو ۱۳/ کو بھی رمی کرنا واجب ہوجاتا ہے، رمی جمار واجباتِ حج میں سے ہے اور حج میں واجب کے ترک پر دم واجب ہوتا ہے(۲) — یعنی ایک جانور (بکرا وغیرہ) حدودِ حرم میں ذبح کرکے

---

(۱) مريض لايستطيع الرمي ، يرمي عنه غيره بامره (هندية ۲۳۶/۱)

(۲) زحیلی لکھتے ہیں لو ترك رمي الكل وهو الجمار الثلاث لزم دم عند ابي حنيفه (الفقه الاسلامي وادلته ۲۰۲/۳)

اس کا گوشت فقراءِ مکہ ہی میں تقسیم کر دینا ہوگا، یہ جانور حدودِ حرم کے علاوہ دوسری جگہ ذبح نہیں کیا جا سکتا، نیز اس کا بدل نہ روزے ہیں اور نہ صدقہ، جانور ذوالحجہ میں ذبح کرنا ضروری نہیں، کوئی دشواری ہو تو بعد میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔

منیٰ میں تاخیر سے پہنچنا اور صبح میں رمی کرنا

سوال میں نے اپنی کمپنی کے ساتھیوں کے ہمراہ حج ادا کیا، ہماری العید گیس کمپنی منیٰ کے قریب ہی ہے، غلطی یہ ہوئی کہ دسویں کی رات ہم لوگ تین بجے صبح کے آس پاس منیٰ پہنچے اور پھر صبح صبح رمی کر کے کمپنی واپس چلے آئے، لیکن گیارہویں کی رات کو دوبارہ رمی کر لی تھی، کیا منیٰ تاخیر سے پہنچنے اور صبح رمی کرنے پر ہمارے ذمہ کوئی دم یا صدقہ وغیرہ لازم ہے؟ وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ (فیضان احمد، غفران احمد، مکہ مکرمہ)

جواب اگر آپ کی مراد یہ ہو کہ دس ذوالحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر کے احرام کھول کر طوافِ زیارت کے لئے مکہ مکرمہ (یا کسی اور غرض سے کہیں) گئے ہوں، پھر منیٰ تاخیر سے تین بجے رات پہنچے ہوں اور پھر صبح ۱۱/ ذوالحجہ کو رمی زوال سے قبل کر کے اپنی کمپنی چلے گئے ہوں، تو جاننا چاہئے کہ ۱۱، ۱۲/ ذوالحجہ کو زوال سے قبل رمی جائز نہیں اور اس کا کوئی اعتبار نہیں، اگر زوال کے بعد رمی کا اعادہ نہ کیا جائے تو دم لازم آئے گا، اگر آپ نے اسی دن یعنی ۱۱/ ذوالحجہ کو سورج غروب ہونے کے بعد رات کے کسی حصہ میں دوبارہ رمی کر لی ہو، جیسا کہ آپ کی تحریر سے اندازہ ہو رہا ہے، تو آپ کے ذمہ سے دم ساقط ہو گیا، کوئی دم یا صدقہ لازم نہیں، کیوں کہ ۱۱، ۱۲/ ذوالحجہ کو رمی کا وقت زوال کے بعد سے دوسرے دن کی صبح صادق (یعنی فجر کے وقت) تک رہتا ہے، ردّ المحتار میں ہے:

أما لو أخره إلى الليل فلا شئ عليه ۔ (۱)

اگر رات تک رمی کو مؤخر کر دے تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

بلا عذر رات میں رمی کرنا گرچہ مکروہ ہے، لیکن اس سے دم وغیرہ لازم نہیں، کیوں کہ

---

(۱) ردّ المحتار ۲/ ۲۰۷، ط: دیوبند، انڈیا

احناف کے نزدیک منیٰ کا قیام سنت ہے، واجب نہیں، جب کہ جمہور علماء کے یہاں یہ واجب ہے، قیامِ منیٰ بغیر عذر بہرحال ترک نہیں کرنا چاہئے کہ یہ بڑی محرومی کی بات ہے، ہندیہ میں ہے:

ویکرہ أن یبیت فی غیر منی فی أیام منی فإن بات فی غیرھما متعمدا فلا شئی علیه عندنا. (۱)

ایامِ منیٰ میں منیٰ کے علاوہ دوسری جگہ رات گذارنا مکروہ ہے، اگر غیر منیٰ میں رات گذارا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

۱۰/ذی الحجہ کو تینوں دن کی رمی

سوال گذشتہ سال میں نے اپنے والد اور اہلیہ کو حج پر بلایا تھا، حج کے بعد وہ واپس چلے گئے، حج سے ایک ڈیڑھ ماہ قبل اہلیہ بیمار ہوگئیں اور آٹھ دن قبل والد صاحب کو بھی دل کا دورہ پڑا، بہرحال ۸/ذوالحجہ سے ۱۰/ذوالحجہ تک کے تمام ارکان انھوں نے پورے کیے، کنکری بھی زوال سے پہلے کمزوری کی حالت میں ماری، پھر اسی دن شام ۶ بجے ۱۱/اور ۱۲/ذوالحجہ کی رمی بھی کر کے میری اہلیہ اور والد حرم آئے اور طواف وسعی کر کے جدہ واپس ہوگئے، اس صورت میں کیا والد اور اہلیہ پر دم واجب ہوگا؟ جب کہ بیماری نہیں تھی، البتہ کمزوری کافی ہوگئی تھی، اگر دم واجب ہوتا تو کیا میں اپنے پیسے سے والد اور اہلیہ کی طرف سے دم دے سکتا ہوں یا یہ رقم مسکین کو دی جاسکتی ہے اپنے وطن میں یا یہاں پر، نیز ان لوگوں کا حج ہوا یا نہیں؟ شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔

(محمد عبدالمتین، جدہ)

جواب ۱۱/اور ۱۲/ذوالحجہ کو رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، ان دونوں میں زوال سے قبل رمی جائز نہیں اور زوال سے قبل کی گئی رمی کا کوئی اعتبار نہیں تو ایک دو دن قبل (۱۰/ذوالحجہ) کو کی گئی رمی کیسے معتبر ہوگی؟ آپ کی اہلیہ اور والد کا حج تو ادا ہوگیا، البتہ ۱۰، ۱۱ اور ۱۲/

---

(۱) ھندیة ۲۳۲/۱

ذوالحجہ کو جمرات کی رمی حج کے واجبات میں سے ہے اور حج میں ترکِ واجب پر دم لازم آتا ہے (۱) — لہٰذا دو دن کی رمی چھوڑنے کی بناء پر آپ کی اہلیہ اور والد پر ایک ایک دم لازم ہے، دم کے بدلہ اس کی رقم صدقہ کرنا درست نہیں، البتہ آپ اپنی رقم سے اپنی اہلیہ اور والد کی طرف سے دم دے سکتے ہیں، دم کا جانور حدودِ حرم میں ہی ذبح کروانا ضروری ہے، حرم سے باہر یہ قربانی جائز نہیں، نیز اس کا گوشت بھی فقراء ومساکین ہی کھا سکتے ہیں، آپ حسبِ سہولت حدودِ حرم میں دو جانور ذبح کروا کر اس کا گوشت فقراءِ مکہ میں تقسیم کروادیں، نیز آپ کے والد اور اہلیہ کو بھی چاہئے کہ حج میں جو غلطی ہوگئی اس پر اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں۔

رات میں رمی جائز ہے

سوال جمرات کی رمی کا وقت کیا ہے اور کیا رات میں رمی جائز ہے؟ اس سال میں نے اپنے والدین کے ساتھ حج کا فریضہ ادا کیا، آمد ورفت کی تکلیف کی وجہ سے ۱۱/ ذوالحجہ کو جمرات کی رمی بجائے قبل المغرب بعد المغرب ہوئی، ۱۲/ ذوالحجہ کی رمی سے قبل جمرات کے قریب افراتفری اور گڑبڑ کی وجہ سے میرے والد کی طبیعت خراب ہوئی اور ہمیں واپس آنا پڑا، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان دونوں میں ہم سے جو سہو ہوا، کیا اس کے لئے ہمیں کوئی کفارہ ادا کرنا ہوگا؟ کتاب وسنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ (خ-ج، ریاض)

جواب بغیر کسی عذر کے رمی جمرات میں تاخیر کرنا اور رات میں رمی کرنا اگرچہ مکروہ ہے (۲) — لیکن اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں، کمزور لوگوں کے لئے، بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کے لئے رات میں رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح ازدحام کی وجہ سے عام لوگوں سے بھی رمی میں تاخیر ہوجائے تو کوئی کراہت نہیں، رمی کا وقت رات بھر صبح صادق تک رہتا ہے اس طرح پہلے دن کی غلطی پر آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۳)

---

(۱) الفقہ الاسلامی ۱۹۵/۳

(۲) واللیل وقت مکروہ (ھندیۃ ۲۳۳/۱)

(۳) ملاحظہ ہو: مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب "احکام حج"، ط: دارالاشاعت کراچی ۷۴

دوسرے دن رمی کے بغیر آپ لوگ واپس آنے کے بعد دوبارہ جا کر اگر رمی نہ کرسکے ہوں تو چوں کہ رمی واجباتِ حج میں سے ہے، اس لئے اس کے ترک کرنے پر دم واجب ہوگا، اگر تینوں نے رمی نہ کی ہو تو تین دم واجب ہوں گے، یعنی تینوں جانور حدودِ حرم میں ذبح کر کے اس کا گوشت فقراءِ مکہ پر تقسیم کرنا ہوگا، دوسری جگہ یہ قربانی نہیں ہوسکتی، اگر دوبارہ جا کر آپ لوگوں نے رمی کی ہو تو پھر کوئی کفارہ آپ پر واجب نہیں۔

بائیں ہاتھ سے رمی جمرات

سوال کیا کسی عذر کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے رمی جمرات کی جاسکتی ہے؟

(ارشد حسین، جدہ)

جواب رمی جمرات دائیں ہاتھ سے کرنا سنت ہے، واجب نہیں، لہٰذا بلا عذر بھی بائیں ہاتھ سے رمی کی جاسکتی ہے۔(۱)

رمی جمرات میں تاخیر

سوال ہم نے گذشتہ سال گیارہ اور بارہ تاریخ کی کنکریاں تیرہ کو ملا کر ماریں، کیا یہ عمل جائز ہے؟

جواب بلا عذر ایسا کرنا جائز نہیں، دونوں کنکریاں صحیح وقت پر نہ مارنے کی وجہ سے آپ پر دو دم واجب ہیں اور ان کی قربانی حدودِ حرم ہی میں ضروری ہے، کاسانیؒ کا بیان ہے: ولو ترك جميع الرمي إلى الغد كان عليه دم عند أبي حنيفةؒ (۲) — البتہ امام احمدؒ کے نزدیک اس صورت میں کچھ بھی واجب نہ ہوگا، تاہم ایسا کرنا خلافِ سنت ہے، المغنی میں ہے إذا أخر رمي يوم إلى ما بعده أو أخر الرمي كله إلى اخر أيام التشريق ترك السنة ولا شيئي عليه . (۳)

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۹۹/۳

(۲) بدائع ۱۳۰/۲

(۳) المغنی ۲۳۵/۳

رمی جمار میں نیابت

سوال میں سالِ گذشتہ کمپنی کی گاڑی سے حج کرنے گیا تھا اور ۱۲/ ذوالحجہ کو حج مکمل ہوتے ہی کمپنی کی گاڑی سے واپسی مقرر تھی، ان دنوں میرے والد صاحب جدہ میں مقیم تھے، والد صاحب سے ملاقات کے لئے میں نے ۱۲/ ذوالحجہ یعنی تیسرے دن کی رمی اپنے ساتھی کے حوالہ کردی اور وہ میں چلا آیا، اب دل میں خیال آتا ہے کہ میرا یہ عمل صحیح تھا یا غلط؟ آپ سے شرعی طور پر رہنمائی کا طالب ہوں؟ (قاضی احمد جہانگیر، الخبر)

جواب بلا کسی عذر کے یا معمولی اعذار کی بناء پر رمی جمار میں وکالت یعنی اپنی طرف سے کسی دوسرے کو رمی کرنے کے لئے کہنا اور اسے ذمہ داری سونپنا جائز نہیں، ہاں شدید مجبوری میں نیابت جائز ہے، چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

ويشترط لصحة الرمي أن يكون من المحرم بنفسه ويستنيب بعجزه . (۱)

رمی صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ محرم خود رمی کرے، ہاں اگر عاجز ہو تو کسی کو رمی کے لئے کہہ سکتا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ رش کی وجہ سے عورتوں کی طرف سے خود ہی رمی کر لیتے ہیں، ان کا یہ عمل بھی درست نہیں اور عورتوں کی طرف سے رمی ادا نہ ہوگی، عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی طرف سے خود ہی رمی کریں، ہاں ازدحام کی وجہ سے رات میں رمی کرلیں تو اس میں کوئی کراہت نہیں، والد صاحب سے ملاقات کوئی ایسا عذر نہ تھا جس کی بناء پر رمی میں وکالت آپ کے لئے جائز ہوتی، اگر آپ نے خود رمی نہ کی ہو تو ترکِ رمی پر حدودِ حرم میں ایک جانور ذبح کروادیں۔

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :

ومن ترك الرمي من غير عذر فعليه دم ، قال احمد أعجب إلي إذا

---

(۱) الفقه الاسلامي وأدلته ۱۹۸/۳

ترك رمي الايام كلها كان عليه دم وفي ترك جمرة واحدة دم أيضا نص عليه احمد وبهذا قال عطاء ، والشافعيؒ واصحاب الرأى . (۱)

اگر کسی نے بلاعذر رمی چھوڑ دی تو اس پر دم واجب ہے، امام احمدؒ کہتے ہیں : مجھے زیادہ پسند ہے کہ اگر تمام دنوں کی رمی چھوڑ دے تو اس پر دم واجب ہو اور ایک جمرہ کی رمی چھوڑنے پر بھی دم واجب ہوگا، امام احمدؒ کی یہی صراحت ہے اور یہی قول عطاء، امام شافعی اور اصحاب الرأی کا ہے۔

ترکِ رمی کی ایک صورت

سوال میں حج پر گیا تو تیسرے دن طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے دس بجے شیطان کو کنکری مار کر گھر چلا آیا، کیا میرا عمل درست تھا؟ (محمد علی، بستورہ)

جواب گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو کنکری مارنے کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، اس سے قبل رمی جائز نہیں اور اگر کوئی قبل از وقت رمی کرلے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا ترکِ رمی کی وجہ سے آپ پر دم واجب ہے (۲) —— حدودِ حرم میں اپنی طرف سے ایک جانور ذبح کروادیں، ہاں اگر طبیعت بہت ہی زیادہ خراب رہی ہو اور کنکری مارنے پر قدرت نہ ہو تو کسی کو اپنی طرف سے کنکری مارنے کے لئے وکیل بنایا جاسکتا ہے، بعض لوگ بغیر عذر کے یا معمولی عذر کی وجہ سے دوسرے کے ذمہ کنکری مارنے کا عمل سونپ کر واپس آجاتے ہیں، ان کا یہ عمل درست نہیں۔

رمی جمار کے لئے کنکریاں کہاں سے لیں؟

سوال ہمارے ایک دوست پچھلے حج میں رات مزدلفہ میں گذارنے کے بعد صبح رمی کے لئے منیٰ گئے تو انھوں نے کنکریاں جمرات کے قریب راستہ سے اُٹھائیں، مزدلفہ سے نہیں اُٹھائیں، دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی کیا، کیا یہ طریقہ درست ہے؟ یا کنکری صرف مزدلفہ ہی سے اُٹھانی چاہئے؟ نیز

---

(۱) المغنی ۳۸۰/۵ ، ط : ریاض محقق

(۲) تاتار خانیہ ۴٦۰/۲

دوسرے دن اُنھوں نے کنکریاں دن کے گیارہ بجے ماریں جب کہ دوسرے،
تیسرے دن زوال کے بعد رمی کا وقت شروع ہوتا ہے، کیا اس غلطی پر
میرے دوست کو دم دینا ہوگا؟ نیز اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ زوال کا
وقت کیا ہے؟ کیا گیارہ بجے زوال کا وقت ختم ہو جاتا ہے؟

(عبیداللہ انور، ریاض)

جواب رمی جمار کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے ہی روانگی کے وقت اُٹھالینا مستحب ہے، البتہ یہ ضروری نہیں، منیٰ میں بھی کسی جگہ سے کنکریاں لی جاسکتی ہے، وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

تؤخذ حصى الجمار من مزدلفة أو من الطرق من محسر وغيره أو من أيّ مكان غير نجس لما روى ان النبى ﷺ أمر ابن عباسؓ أن يأخذ الحصى من مزدلفة وأخذ الحصى من مزدلفة سنة فقط ، ويكره عند الحنابلة أخذ الحصى من منىٰ ومن المرحاض . (۱)

جمرات کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے لے لی جائے یا وادیٔ محسر کے راستہ سے یا کسی اور جگہ سے جو ناپاک نہ ہو، اس لئے کہ نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ مزدلفہ سے کنکریاں حاصل کرلیں، مزدلفہ سے کنکریاں لینا مسنون ہے اور حنابلہ کے نزدیک منیٰ اور مرحاض سے کنکریاں حاصل کرنا مکروہ ہے۔

لیکن جمرات کے قریب جو مستعملہ کنکریاں پڑی ہوتی ہیں ان کو اُٹھا کر رمی کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ وہ نامقبول کنکریاں ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جن کا حج قبول ہو جاتا ہے ان کی کنکریاں اُٹھالی جاتی ہیں (۲) ——— لیکن اگر کوئی اس جگہ سے کنکریاں اُٹھا کر رمی کرے تو بہرحال کراہت کے ساتھ اس کی رمی جائز ہے، دوسرے اور تیسرے دن رمی زوال سے قبل جائز نہیں اور قبل از وقت رمی کا کوئی اعتبار نہیں، لہٰذا آپ کے دوست پر ایک دم لازم ہے۔

ہندیہ میں ہے :

---

(۱) الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۹۸/۳ (۲) دار قطنی

من ترك الجمار كلها أو رمیٰ واحدة أو جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة . (۱)

جس نے تمام رمی جمار کو چھوڑ دیا یا ایک ہی رمی کی یا صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کی، تو اس پر ایک بکری سے دم دینا لازم ہے۔

جہاں تک زوال کے وقت کا تعین ہے تو سورج جب مشرق و مغرب کے بالکل درمیان میں ہو تو اس کو ''استواءِ شمس'' کہتے ہیں، جس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے، زوال کے معنی ہٹنے اور ختم ہونے کے ہیں، جب سورج درمیان سے مغرب کی طرف ہٹ جائے تو یہی زوال ہے اور زوال کے فوراً بعد ہی سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے اس میں موسم کے فرق سے تھوڑی بہت کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، بارہ بجے تو بہر حال زوال کا وقت نہیں ہوتا۔

رمی جمرات میں وکالت

سوال کیا بوڑھی، بیمار یا کمزور عورت اپنی طرف سے رمی جمرات کے لئے کسی کو وکیل بنا سکتی ہے؟

جواب کوئی بھی بوڑھی خواتین یا بیمار خاتون رمی جمرات میں اپنی طرف سے کسی کو بھی وکیل مقرر کر سکتی ہے جو اس کی طرف سے رمی کرے۔ (۲)

زوال سے قبل رمی جائز نہیں

سوال ہم چند ساتھی اس سال حج کرنے گئے تھے، ہم لوگ دوسرے اور تیسرے دن ظہر سے پہلے ہی رمی سے فارغ ہو گئے جب کہ زوال کے بعد رمی ہونی چاہئے تھی، کیا ہماری رمی صحیح ہو گئی یا ہمیں دم دینا پڑے گا؟ اور دم دینا ہو تو کہاں دیں؟ (ساجد احمد، الخبر)

جواب دس ذوالحجہ کو رمی زوال سے قبل جائز بلکہ افضل و مستحب ہے، جب کہ گیارہ اور بارہ

---

(۱) هندية ۲٤٧/۱

(۲) ويجوز الانابة في الرمي لمن عجز عن الرمي بنفسه لمرض أو حبس أو كبر سن أو حمل المراة (الفقه الاسلامي وادلته ۱۹۳/۳)

ذوالحجہ کو رمی کا وقت ہی زوال کے بعد شروع ہوتا ہے، لہٰذا زوال سے قبل کی گئی رمی کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ رمی صحیح نہیں ہوئی، دونوں دن وقت سے قبل رمی کرنے پر دو دم واجب ہوئے، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

أما وقت الرمي في اليوم الثاني والثالث فهو مابعد الزوال إلى طلوع الشمس من الغد حتى لايجوز الرمي فيهما قبل الزوال إلا أن ما بعد الزوال إلى غروب الشمس وقت مسنون وما بعد الغروب الى طلوع الفجر وقت مكروه. (۱)

دوسرے اور تیسرے (۱۱/۱۲/ ذوالحجہ) دن میں رمی کا وقت زوال کے بعد سے کل کے طلوعِ شمس تک ہے، یہاں تک کہ زوال سے پہلے رمی جائز بھی نہیں، فرق صرف یہ ہے کہ زوال کے بعد سے غروبِ شمس تک رمی کرنا مسنون ہے، جب کہ غروبِ شمس کے بعد سے آئندہ کل کے طلوعِ شمس تک رمی کا وقت مباح ہے۔

رمی جمار، حلق وقصر اور قربانی میں ترتیب

سوال　گذشتہ سال میں نے حج کیا، قربانی دینے سے پہلے کنکری مار کر سر منڈالیا اور بعد میں قربانی دی ہے، کیا اس طرح کرنے سے مجھ پر کوئی دم وغیرہ لازم ہے یا یہ عمل صحیح ہے؟　(محمد سمیع اختر، جدہ)

جواب　جمہور اہلِ علم کے نزدیک حلق یا قصر، رمی، قربانی اور طوافِ زیارت میں کوئی ترتیب واجب نہیں، لہٰذا آپ پر دم لازم نہیں۔ (۲)

اگر کنکریاں شیطان کو نہ لگیں

سوال　مزدلفہ سے منیٰ آکر ۱۰/ ذوالحجہ کو جب پہلی رمی کی تو سات کنکریاں ماریں، میرا اندازہ ہے کہ اکثر کنکریاں شیطان کو نہیں لگیں، آس پاس سے یا ادھر

---

(۱) هندية ۲۳۳/۱، نیز دیکھئے: المغني ۳۲۸/۵

(۲) هندية ۲۳۱/۱، ط: بیروت في كيفية أداء الحج

اُدھر سے نکل گئیں، کیوں کہ میرا نشانہ صحیح نہیں تھا، میں نے مزید کنکریاں نہیں ماریں، کیا میری رمی صحیح تھی؟ (محمد عقیل بیگ)

جواب رمی کے معنی پھینکنے کے ہیں، رمی جمرات میں اصل یہ ہے کہ کنکریاں کچھ دور سے جمرات کی طرف پھینکی جائیں، نشانہ بنا کر جمرات کو مارنا یا کنکریاں کا شیطان کو لگنا ضروری نہیں، بلکہ ضروری یہ ہے کہ کنکری جمرات کے قریب بنے ہوئے دائرہ میں رہے، اگر کنکری جمرات تک پہنچے ہی نہیں بلکہ کسی کو لگ کر راستہ میں گر جائے یا جمرات سے کافی دور چلی جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، دوبارہ اس کا اعادہ ضروری ہے، جمرات سے کس حد تک قریب کنکری گرنی چاہئے کہ اس سے دور گرنے پر اس کا اعتبار نہ ہوگا؟ ''الفقہ الإسلامی'' میں ہے:

لو رمى الجمرة من مكان بعيد، فوقعت الحصاة عند الجمرة اجزأه، وإن لم تقع عندها لم تجزئه إلا إذا وقعت عند الحنفية بقرب منها، لأن ما يقرب من ذالك المكان كان في حكمه لكونه تبعاً له. (۱)

اگر دور سے رمی جمار کیا اور کنکری جمرہ کے پاس گری تو یہ کافی ہوگا، اگر جمرات کے پاس نہیں گری تو کافی نہیں، البتہ حنفیہ کے نزدیک جمرات کے قریب بھی کنکری گری ہو تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ جو چیز قریب ہو وہ اصل شئی کے حکم میں ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ اس کے تابع ہوتی ہے۔

اس کی تحدید بعض نے ''تین ہاتھ'' سے کی ہے کہ کنکری اور جمرہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ ہو تو یہ دور ہے اور اگر اس سے کم ہو تو یہ قریب ہے اور بعض فقہا نے عرف کا اعتبار کرتے ہوئے نزدیک و دور کی کوئی تحدید نہیں کی۔ واضح رہے کہ کنکری کا اس مخصوص جگہ میں رکا رہنا ضروری نہیں، اگر کنکری مطلوبہ جگہ گرنے کے بعد لڑھک کر یا کسی اور سبب سے دور چلی جائے تو کوئی حرج نہیں، یہ رمی معتبر سمجھی جائے گی، اگر رمی کرنے والے کو شک ہو جائے کہ میری کنکری مطلوبہ جگہ گری یا نہیں تو احتیاطاً اس کا اعادہ کر لینا چاہئے۔

---

(۱) الفقه الاسلامی ۱۹۶/۳

ایامِ نحر میں منیٰ میں قیام نہ کرنا اور ۱۲/ ذوالحجہ کی رمی

سوال میں، بھائی اور والد صاحب نے دو سال قبل حج کیا، عرفات و مزدلفہ کے بعد دس تاریخ کو منیٰ پہنچ کر رمی کرنے کے بعد ہم منیٰ ہی کے قریب منیٰ کی کبری سے پانچ سو میٹر پہلے بالکل سڑک کے کنارے ہمارے رشتہ دار کے گھر میں رہتے تھے، البتہ رات میں عشاء کی نماز اور کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر باہر سڑک پر سو جاتے تھے، پھر فجر کے بعد گھر پر چلے جاتے تھے، ۱۱،۱۲/ کو ہم نے اسی طرح کیا، ۱۳/ تاریخ کو کنکری مار کر جانے کا ارادہ کیا تھا، لیکن بغیر کنکری مارے حرم شریف طواف کے لئے چلے گئے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہم سے اس سلسلے میں کوئی غلطی ہوئی ؟ اگر غلطی ہوئی ہو تو اس کی تلافی کی کیا صورت ہے؟ (فاروق، الخرج)

جواب دس، گیارہ، بارہ ذوالحجہ میں منیٰ میں قیام کرنا جمہور علماء کے یہاں واجب ہے، جب کہ احناف کے یہاں یہ سنت ہے واجب نہیں، اگر کوئی بغیر عذر قیام نہ کرے اور وہاں رات نہ گذارے تو اگر چہ اس پر دم واجب نہ ہوگا، لیکن بلا عذر ترکِ سنت کا گناہ ہوگا(۱) ——— اگر آپ کے رشتہ دار کا گھر حدودِ منیٰ سے باہر ہو تب بھی بہر حال آپ پر دم واجب نہیں، دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بارہ تاریخ کو غروبِ آفتاب سے قبل منیٰ سے واپس ہو جانا چاہئے، اگر بارہ تاریخ کو منیٰ میں رہتے ہوئے غروبِ آفتاب ہو جائے تو پھر وہیں قیام کر کے تیرہ تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی کر کے واپس ہوں، بارہ تاریخ کو غروبِ آفتاب کے بعد یعنی رات میں منیٰ سے لوٹنا کراہت کے ساتھ جائز ہے، لیکن تیرہ تاریخ کی صبح صادق منیٰ میں ہو جائے تو اب اس دن کی رمی اس شخص پر واجب ہو جائے گی جس کے ترک کرنے پر دم واجب ہوگا، تیرہ تاریخ کی رمی احناف کے نزدیک زوال سے پہلے بھی کی جا سکتی ہے، بدائع میں ہے :

وان كان ترك وظيفة يوم واحد بانفراده يوجب دماً واحداً . (۲)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية ۲۱۹/۱

(۲) بدائع ۳۲۶/۲

اگر ایک دن کی رمی چھوڑ دیا تو اس پر ایک دم واجب ہوگا۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں :

وعليه لتاخيره عن ايام النحر دم عند أبي حنيفة ...... ولا يجزي عن هذا الطواف بدنة ، لانه ركن واركان الحج لا يجزي عنها البدل ولا يقوم غيرها مقامها بل يجب الاتيان بعينها كالوقوف بعرفة (۱)

اور ارکانِ حج کا کوئی بدل نہیں، نہ کوئی دوسرا عمل اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے اور نہ بدل کافی ہوگا، بلکہ بعینہٖ اسی کو ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، جیسے میدانِ عرفہ میں ٹھہرنا۔

دم نہ دے سکتے ہوں تو کیا کریں؟

سوال ہم نے چند سال قبل حج کے موقع پر میقات سے احرام نہیں باندھا بلکہ جدہ سے احرام باندھا، اب معلوم ہوا کہ ہمیں میقات سے احرام باندھنا چاہئے، لہٰذا ہم پر دم ہے، اگر میں مالی کمزوری کی وجہ سے دم نہ دے سکوں تو کیا کریں؟ ہمارے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے، انھوں نے بھی جدہ ہی سے احرام باندھا۔ (ایک بہن، مدینہ منورہ)

جواب چوں کہ آپ دم دینے کی مالی استطاعت نہیں رکھتیں، جیسا کہ آپ نے اپنے سوال میں لکھا ہے، تو اس کا حل یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا اور توبہ و استغفار کریں اور جب استطاعت ہو تو اس وقت دم دے دیں۔

دم کے بجائے جانور کی قیمت کا صدقہ جائز نہیں

سوال کیا دم کے جانور کی قیمت کسی مدرسے یا فقیر کو دی جاسکتی ہے؟

جواب جس شخص پر دم واجب ہو، وہ یہ کام مکہ مکرمہ ہی میں انجام دے اور یہیں جانور ذبح کر کے فقراءِ مکہ پر تقسیم کرے، خواہ وہ عام لوگ ہوں یا مدرسہ کے طلبہ، محض اس کی قیمت کا صدقہ کر دینا کافی نہیں۔

---

(۱) بدائع ۲۱۶/۵

ناک سے خون آجائے تو دم واجب نہیں

سوال سعودی عرب آنے کے کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے حج کی سعادت نصیب فرمائی، میدانِ عرفات میں میری ناک سے دو دفعہ خون بہا، نیز قربانی کا جانور ذبح کرنے کے لئے میں جب ذبح خانہ گیا تو جانور ذبح کرتے ہوئے چھری غلط جگہ چلائی، تھوڑی سی گردن کاٹنے کے بعد چھری ایک عربی کو دے دی، اس نے دوسری جگہ سے جانور ذبح کیا، میری رہنمائی فرمائیں کہ ارکانِ حج کی ادائیگی میں اس کی وجہ سے کوئی فرق تو نہیں پڑا؟

(محمد فاضل، جدہ)

جواب ناک یا جسم کے کسی حصے سے خون بہنے کی وجہ سے حج میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور دم یا فدیہ وغیرہ واجب نہیں ہوتا، اسی طرح آپ کی قربانی بھی درست ہوگئی، اگرچہ جانور ذبح کرتے وقت اس کا لحاظ کرنا چاہئے کہ جانور کو کم سے کم تکلیف ہو، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا:

إن الله كتب الاحسان على كل شئ ، فإذا قتلتم فاحسنوا القتلة وإذا ذبحتم فاحسنوا الذبحة وليحد احدكم شفرته وليرح ذبيحته .

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک فرض کیا ہے، سو قتل کرو تو اچھی طرح اور ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو، اس لئے تم میں سے جب کوئی جانور ذبح کرے تو اپنی چھری تیز کرلے اور ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔

لیکن قربانی ہوگئی اور اس کی وجہ سے کچھ واجب نہیں۔

دم واجب نہیں

سوال میں نے ایک مرتبہ عمرہ کرکے لاعلمی سے سر کے پورے بال نہیں کاٹے بلکہ قینچی سے تین چار جگہوں سے تھوڑے سے بال لے لئے، کیا یہ درست ہے یا مجھے دم دینا ہوگا؟ اگر دم ہے تو ہر عمرے کے لئے الگ الگ دم دینا ہوگا یا

ایک ہی کافی ہے؟ (زردوست خاں، جیوان)

جواب چوں کہ آپ نے لاعلمی میں اپنے سر کے پورے بال نہیں کاٹے، لہٰذا آپ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے قبولیتِ عمرہ کی دُعا کریں، آپ پر دم نہیں ہے (۱)۔ اگر آئندہ جانتے بوجھتے ایسا کیا کہ عمرہ کرکے پورے سر کے بال لینے کے بجائے قینچی سے چند بال لئے تو اس پر دم دینا ہوگا (۲) — یہ فقہاءِ حنابلہ کی رائے ہے، حنفیہ کے نزدیک کم ازکم ایک چوتھائی حصہ کا بال کاٹنا ضروری ہے، ورنہ دم واجب ہے۔ (۳)

کیا کئی غلطیوں پر ایک ہی دم واجب ہے؟

سوال میں نے اور میرے دوست نے طوافِ وداع نہیں کیا، لہٰذا ہم پر دم لازم ہوگیا، سوال یہ ہے کہ اگر ایک حج میں ایک سے زیادہ غلطیاں ہو جائیں تو سب کا دم الگ الگ ہوگا یا صرف ایک ہی دم کافی ہوگا؟ (سید مکرم علی، ریاض)

جواب طوافِ وداع کے ترک کردینے کی وجہ سے آپ دونوں پر ایک ایک دم لازم ہے، ہدایہ میں ہے :

ویجب الدم بترك الصدر بالا تفاق . (۴)

طوافِ وداع کے چھوڑنے پر بالاتفاق دم واجب ہے۔

نیز حج میں جن غلطیوں کی وجہ سے دم لازم آتا ہے، اگر ایسی غلطیاں کئی مرتبہ سرزد ہوں یا کئی غلطیاں سرزد ہوں تو ان سب کی طرف سے ایک دم کافی نہیں، بلکہ جتنی غلطیاں ہوں گی اتنے دم لازم ہوں گے۔ (۵)

---

(۱) المغنی میں ہے : لافدية على الناسى (المغنى ۲۵۸/۳)

(۲) القدر الذى يجب به الدم أربع شعرات فصاعدا وفيه رواية أخرى يجب فى الثلاث مافى حلق الراس (المغنى ۲۵۸/۳)

(۳) هنديه ۱۳۱/۱

(۴) هدايه ۲۵٤/۱ رشيدى

(۵) درمختار على هامش الرد ۲۰۳/۲

حج کی قربانی کا گوشت

سوال اگر کوئی اپنی ہدی کا گوشت یا دم کا گوشت خود کھانے کے لئے اپنے گھر لے آئے اور وہ گھر حدودِ حرم سے باہر ہو، جیسے جدہ، طائف وغیرہ تو کیا یہ صحیح ہوگا؟ اور منیٰ حدود حرم میں ہے یا نہیں؟ (زین عابدین نفیس مشید)

جواب حج کی قربانی یعنی متمتع اور قارن شکرانہ کے طور پر ۱۰/ ذوالحجہ کو جو قربانی کرتا ہے، اس کا مصرف عید الاضحیٰ کے موقع پر کی جانے والے قربانی ہی کی طرح ہے، یعنی اس کا گوشت خود بھی کھاسکتا ہے، مال دار رشتہ دار اور دوست احباب کو بھی اس میں سے کھلاسکتا ہے اور فقراء و مساکین پر بھی صدقہ کرسکتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اس قربانی کا گوشت اپنے گھر لائے تو یہ درست ہے چاہے اس کا گھر حدودِ حرم کے اندر ہو یا حدودِ حرم اور میقات سے باہر۔

البتہ حج میں کسی غلطی کی وجہ سے جو دم لازم آتا ہے اس جانور کا گوشت نہ خود کھاسکتا ہے نہ اپنے گھر والوں کو کھلاسکتا ہے اور نہ مال دار رشتہ دار اور دوست احباب وغیرہ کو، بلکہ یہ سارا کا سارا فقراء و مساکین کا حق ہے، یہ سارا گوشت فقراء و مساکین پر صدقہ کردینا چاہئے، ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں :

یری الحنفیة أنه یجوز الاکل من هدی التطوع والمتعة والقران إذا بلغ الهدی محله، لأنه دم نسك، فیجوز الأکل منه بمنزلة الاضحیة وماجاز لصاحبه الاکل منه، جاز للغنی الأکل منه، ولا یجوز الأکل من بقیة الهدایا کدماء الکفارات، والنذور، وهدی الاحصار، والتطوع إذا لم یبلغ محله، ومحله: منی أو مکة. (۱)

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ نفل ہدی، تمتع اور قران سے کھانا جائز ہے اگر ہدی حرم میں پہنچ چکی ہو، اس لئے کہ یہ عبادت کا جانور ہے، تو قربانی ہی کی طرح اس کا کھانا بھی جائز ہوگا اور جس دم کے جانور سے دم دہندہ کا کھانا جائز ہے اس میں سے مال دار کا بھی کھانا جائز ہے، ہدی کے دوسرے جانوروں جیسے

---

(۱) الفقه الاسلامی وادلته ۳۰۲/۳

کفارات، نذور، احصار اور نفلی ہدی جو اپنے محل ہدی تک نہ پہنچا ہو، میں سے کھانا جائز نہیں ہے۔

غرض، حدودِ حرم میں جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ گوشت بھی مکہ ہی میں تقسیم کر دیا جائے، گوشت حرم سے باہر لے جانا بھی درست ہے۔

دم کے بدلہ روزہ

سوال ایک سال قبل مجھے حج کی سعادت نصیب ہوئی، منیٰ میں تیسرے دن گیارہ بجے قبل الظہر کنکریاں مار کر ہم لوگ واپس ہوئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ دم واجب ہے، اگر دم واجب ہو تو ہمارے کچھ ساتھی دم نہیں دے سکتے، لہٰذا وہ اس کے بدلے کتنے روزے رکھیں؟ (سعید محمد، مدینہ منورہ)

جواب گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کو رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے، لہٰذا بارہ ذوالحجہ کو زوال سے قبل کی گئی رمی کا کوئی اعتبار نہیں اور ترکِ رمی پر ایک دم واجب ہے اور اس کا بدلہ روزے رکھنا کافی نہیں (۱) —— جانور ہی ذبح کرنا ہوگا، ہاں اگر کوئی اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو توبہ واستغفار کرے اور یہ نیت وارادہ رکھے کہ جب بھی استطاعت ہوگی، جانور ذبح کروں گا، دم کا جانور حدودِ حرم ہی میں ذبح ہو سکتا ہے۔

◆◆◆

(۱) الفقه الاسلامي وأدلته : باب رمي الجمرات الثلاث ايام التشريق

فہرستِ کتابیات

قرآنیات

- قرآن کریم
- الدر المنثور جلال الدین — جلال الدین سیوطیؒ
- ابن کثیر — اسماعیل بن کثیر دمشقیؒ
- الجامع لاحکام القرآن — محمد بن احمد انصاری قرطبیؒ
- تفسیر کبیر — فخر الدین رازیؒ
- روح المعانی — سید محمود آلوسیؒ
- تفسیر مظہری — قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
- بیان القرآن — مولانا اشرف علی تھانویؒ
- معارف القرآن — مفتی محمد شفیعؒ
- الاکلیل — جلال الدین سیوطیؒ

حدیث و شروح حدیث

- صحیح بخاری — محمد بن اسماعیل بخاریؒ
- صحیح مسلم — مسلم بن الحجاج قشیریؒ
- سنن نسائی
- سنن ابوداؤد — سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانیؒ
- سنن ترمذی — ابوعیسیٰ ترمذیؒ
- سنن ابن ماجہ — محمد بن یزید بن ماجہ قزوینیؒ
- سنن بیہقی — ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقیؒ
- سنن دار قطنی — علی بن عمر دار قطنیؒ
- مسند احمد — امام احمد بن حنبلؒ
- مؤطا امام مالک — مالک بن انسؒ
- الترغیب والترہیب — عظیم بن عبد القوی منذریؒ
- الادب المفرد — محمد بن اسماعیل البخاریؒ
- مجمع الزوائد — علی بن ابی بکر ہیثمیؒ
- صحیح ابن خزیمۃ — ابن خزیمۃ
- جمع الفوائد — محمد بن محمد بن سلیمانؒ
- الجامع الصغیر — جلال الدین سیوطیؒ
- مستدرک — محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوریؒ
- مشکوٰۃ المصابیح — محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزیؒ
- فتح الباری — ابن حجر عسقلانیؒ
- ارشاد الساری — احمد بن محمد قسطلانیؒ
- مرقاۃ المفاتیح — ملا علی قاریؒ
- نیل الاوطار — محمد بن علی شوکانیؒ
- اعلاء السنن — ظفر احمد عثمانیؒ
- اشعۃ اللمعات — شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
- سبل السلام — محمد بن عبد السلام صنعانیؒ

ائمہ اربعہ کی فقہ

- بدایۃ المجتہد — محمد بن رشد قرطبیؒ
- کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ — عبد الرحمٰن جزیریؒ
- حلیۃ العلماء — محمد بن احمد شاشی القفالؒ
- الفقہ الاسلامی وادلتہ — ڈاکٹر وہبہ زحیلی

فقہ حنفی

- ہدایہ — برہان الدین مرغینانیؒ
- فتح القدیر — علامہ ابن ہمامؒ
- البحر الرائق — زین الدین بن نجیم مصریؒ
- بدائع الصنائع — ابوبکر مسعود کاسانیؒ
- درمختار — علاء الدین حصکفیؒ
- رد المحتار — محمد امین بن عابدینؒ (شامی)
- مجمع الانہر — محمد المعروف بابن علی بن محمد المہدی الجزائریؒ
- اسلامی فقہ — مولانا مجیب اللہ ندوی
- جدید فقہی مسائل — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- حلال و حرام — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- اسلام کا نظام عشر و زکوٰۃ — مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
- احکام حج — مفتی محمد شفیعؒ
- الزواج الاسلامی
- المفصل فی احکام المرأۃ — دکتور عبد الکریم زیدانؒ

فقہ شافعی

- المجموع شرح المہذب — یحییٰ بن شرف نوویؒ

فقہ مالکی

- حاشیہ دسوقی — شمس الدین دسوقیؒ
- الشرح الکبیر — سید احمد دردیرؒ
- المدونۃ الکبریٰ — امام مالک بن انسؒ

فقہ حنبلی

- المغنی — ابن قدامہ مقدسیؒ
- الاقناع — شرف الدین موسیٰ الحجاوی المقدسیؒ

دیگر

- المحلیٰ — ابن حزم ظاہریؒ

قواعد فقہ

- الاشباہ والنظائر — زین الدین بن نجیمؒ

- القواعد الفقہیۃ — علی احمد الندوی

کتب فتاویٰ

- الفتاویٰ الہندیۃ — مرتبہ عہد عالمگیری
- الفتاویٰ التاتارخانیہ — عالم بن العلا الانصاری
- فتاویٰ قاضی خاں — فخر الدین اوزجندی
- فتاویٰ غیاثیہ — داؤد بن یوسف الخطیب
- نفع المفتی والسائل — مولانا اشرف علی تھانوی
- امداد الفتاویٰ — مولانا اشرف علی تھانوی

متفرقات

- الاعتصام — ابواسحاق شاطبی
- الاکلیل — سیوطی
- المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ — مولانا اشرف علی تھانوی
- المعجم الوسیط